کشی پر مجبور کردے۔"

"دشمن کا سر کچلنے کے لیے آگے بڑھنے اور خود کشی کرنے میں بہت فرق ہوتا ہے۔"

"کچھ بھی ہو۔ میں اسے خود کشی ہی سمجھتا ہوں جو ہمارے مذہب میں حرام ہے۔"

اس کی زبان سے مذہب کا حوالہ سن کر میں سلگ اٹھا اور جلے کٹے لہجے میں بولا "اب تمہیں مذہب یاد آیا ہے۔ مذہب میں صرف یہی ایک حرکت حرام ہے۔ دوسری حرام خوریاں تمہاری نظروں سے اوجھل ہیں۔"

"بس اب تم اوچھے ذاتی حملوں پر اتر آئے۔ میں کوئی حرام خوری نہیں کرتا۔ زیادہ سے زیادہ تم یہ کہہ سکتے ہو کہ میں حرام نوشی کرتا ہوں۔" ہنسی کے ساتھ اس کی آواز ابھری۔ اس نے میرے شدید ردِّ عمل کا ذرا سا بھی اثر نہیں لیا تھا۔

"تو کیا تم نے محض میرا خون جلانے کا لیے فون کیا تھا؟"

"خبریں بہت سنگین ہیں۔" اس کی آواز میں یک لخت سنجیدگی اتر آئی "ایک طویل عرصے کے بعد اخباروں کی سرخیوں میں ہیروئن کا نام چنگھاڑتا ہوا نظر آیا ہے۔ خدا خیر کرے' ایسا لگ رہا ہے جیسے گزرے ہوئے خطرناک دن دوبارہ واپس آرہے ہیں۔"

"وہ دن اب واپس نہیں آسکتے۔" میں نے پورے اعتماد سے جواب دیا "اس وقت انہیں کھلا ہوا میدان ملا ہوا تھا۔ ان کے سارے زیرِ زمین دھندے کسی رکاوٹ یا مزاحمت کے بغیر چل رہے تھے۔ اب انہیں قدم قدم پر رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

جہانگیر کو وہ جواب دیتے ہوئے میرے ذہن میں شی والوں کے لائیڈز کانیج کی بھیانک تصویر گھوم گئی۔ لاہور میں جی لائیڈ کی بنائی ہوئی وہ وسیع و عریض جاگیر ایک قلعے سے کم نہیں تھی جس میں مقامی قانون کا کوئی عمل دخل نہیں تھا۔ وہاں صرف جی لائیڈ کی مرضی یا اس کے بنائے ہوئے قانون چلتے تھے۔

"جوشی کا نام تو جانا پہچان معلوم ہوتا ہے۔ اس نے شاید کچھ دنوں کے لیے میرے ساتھ بھی کام کیا تھا مگر یہ راجا کون ہے؟" جہانگیر فون پر پوچھ رہا تھا۔

"راجا نیا پچھی ہے۔ اونچی اڑان کے چکر میں مارا گیا۔ آئی مین یہاں نئے اور پرانے مہروں کو یک جا کر کے اپنی نئی ٹیم بنانے کے چکر میں ہے۔"

"تو کیا ایک مرتبہ پھر ہیروئن کو پھیلانے کا کام زور پکڑ رہا ہے؟" جہانگیر کی آواز میں حیرت سمٹ آئی تھی۔

"یہ کام کبھی نہیں رکا۔ شی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوئی تو مقامی طالع آزماؤں نے یہ کام سنبھال لیا اور تھوڑی سی افراتفری کے بعد منڈی پر قبضہ جما لیا ہوگا۔ اب شاید شی کے میدان میں اترنے کے بعد منظر نامہ ایک بار پھر بدل جائے گا۔"

"پھر تو یہ تمہارا چکر ہی نہیں ہے۔" وہ بولا "آئی مین پرانے آدمیوں کو گھیر رہا ہے۔ وہ ہر قیمت پر مجھے بھی اپنے ساتھ ملانا چاہے گا۔ میں انکار کروں گا تو وہ میرے خون کا پیاسا ہو جائے گا۔"

"اسی لیے تم گھر پر بیٹھے ہوئے ہو۔ تمہاری دہری اہمیت ہے۔ ہیروئن کا فروغ اور میری سرکوبی۔" وہ تمہیں توڑنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو ایک تیر سے دو شکار کرے گا۔ کل اس علاقے میں جو کچھ ہوا' وہ میرے اندازوں کی تصدیق کے لیے کافی ہے۔"

"خبروں کی تفصیل پڑھ کر مجھے گھبراہٹ ہونے لگی تھی اور میں نے بوکھلا کر تمہیں فون کر ڈالا۔ میں پھر کہہ رہا ہوں کہ اس بار ان کے تیور خطرناک ہیں۔ تم بھی خاموشی سے روپوشی اختیار کرلو۔ تمہارے پاس پیسے کی کمی نہیں ہے۔ بھابی کو ساتھ لے کر خاموشی سے کسی دور افتادہ اور پرسکون ملک یا جزیرے پر جا بسو۔ تمہاری زندگی سکھ سے گزر جائے گی۔ ان خطروں سے لڑتے لڑتے تم ایک دن تھک جاؤ گے اور تمہارے دشمن تم پر غالب آجائیں گے۔"

"بہت سے لوگ ایسا ہی کرتے ہیں۔ حالات سے سمجھوتا کر کے پہاڑ جیسی عمر گزار دیتے ہیں مگر یہ بات خمیر کی ہوتی ہے۔ میرے خمیر میں سمجھوتے نہیں ہیں۔ میں ان بزدل چوہوں سے ڈر کر اپنی زندگی تباہ نہیں کروں گا۔ ڈنکے کی چوٹ

انتباہ

سسپنس ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی ہر تحریر کے حقوق طبع و نقل بحق ادارہ محفوظ ہیں۔ کسی بھی فرد یا ادارے کے لیے اس کے کسی بھی حصے کی اشاعت یا کسی بھی طرح کے استعمال سے پہلے تحریری اجازت لینا ضروری ہے۔ بصورتِ دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کا حق رکھتا ہے۔

تمام اشتہارات نیک نیتی کی بنیاد پر شائع کئے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں ادارہ کسی بھی طرح ذمے دار نہ ہوگا۔

Downloaded from https://paksociety.com

پر یہیں رہوں گا اور انہیں پیس ڈالوں گا۔"

وہ جانتا تھا کہ مجھ سے اپنی بات نہیں منوا سکے گا مگر وہ اپنے مخلصانہ جذبات کے اظہار پر مجبور تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ بدنیت یا بزدل نہیں تھا۔ میں اسے دلاسے دیتا رہا تاکہ میری طرف سے اس کی فکرمندی میں کمی آسکے پھر فون بند کردیا۔

جہانگیر سے فون پر بات کرتے ہوئے بھی میرا ذہن مشتبہ نیگرو میں الجھا رہا تھا۔ گولڈن فارمیسی کے قرب وجوار میں اس کی موجودگی خطرے کا الارم بجا رہی تھی۔ میرے کان اول خان کے دیے ہوئے ایڈریس کے سگنل پر لگے ہوئے تھے۔ مجھے امید تھی کہ وہ نیگرو اپنی حرکتوں کی بنا پر ایس ٹی ایف کے دو آدمیوں کی نگاہوں سے نہیں بچ سکے گا۔ وہ کسی بھی لمحے مجھ سے رابطہ کرکے اس کے بارے میں کوئی اطلاع دے سکتے تھے۔

مجھے بہت زیادہ دیر تک انتظار نہیں کرنا پڑا۔ ایڈریس پر کال کا سگنل آتے ہی میں نے اسے آن کیا تو دوسری طرف سے اول خان میری تلاش میں تھا۔

میں نے تحیر زدہ آواز میں اسے اپنی موجودگی کی اطلاع دی تو اس نے بتایا کہ وہ اس وقت سادہ لباس میں فارمیسی کے قریب موجود تھا اور مجھ سے ملنا چاہ رہا تھا۔ وہ اول خان کی خواہش تھی جسے رد کرنا میرے بس سے باہر تھا۔ میں نے کسی اونچ نیچ کی پروا کیے بغیر اسے اپنے پاس آنے کی دعوت دے دی۔

اس غیر متوقع پیغام پر میرا ذہن الجھ گیا۔ کسی پروگرام کے بغیر اول خان کیوں موجود تھا۔ وہ کیا کرتا پھر رہا تھا۔ اسے فوری طور پر مجھ سے ملنے کی کیا ضرورت پیش آگئی تھی۔ یہ سب ایسے سوالات تھے جن کے جواب وہی دے سکتا تھا۔

میں نے اول خان کے بارے میں ہدایت دینے کے لیے منیر کو آواز دی تھی کہ دکان کے دروازے سے اول خان اندر داخل ہوتا ہوا نظر آیا۔

کیبن کی دیواریں تاریک شیشوں پر مشتمل تھیں۔ میں آرام سے بیٹھ کر پوری دکان کا جائزہ لے سکتا تھا لیکن باہر والوں کو کیبن میں میری موجودگی کا علم نہیں ہوسکتا تھا۔ میں نے شیشے کے پار اول خان کی جھلک دیکھتے ہی منیر کو اشارہ کیا اور وہ میرے ایما پر اول خان کو ادب سے کیبن میں لے آیا۔

میں نے اپنی نشست سے اٹھ کر تحیر آمیز مسرت کے ساتھ اس کا استقبال کیا۔

"ویری گڈ!" اول خان نے ستائشی نظروں سے مختصر مگر آراستہ کیبن کا جائزہ لیتے ہوئے کہا "اب مجھے اطمینان ہوا کہ یہاں تمہیں بیٹھنے کے لیے ایک قدرے محفوظ گوشہ میسر ہے۔ یہاں سے تم ہر آنے جانے والے پر نظر رکھ سکتے ہو۔ اس کالے کو بھی تم نے یہیں سے دیکھا ہوگا۔"

"تم بھول رہے ہو۔" میں نے اسے بٹھانے کے بعد خود بیٹھتے ہوئے کہا "میں نے تمہیں پوری کہانی سنائی تھی۔ اس سے میری روبرو ملاقات ہوئی تھی۔"

"وہ مجھے یاد ہے۔" اس نے ہنس کر بات سنبھالتے ہوئے جواب دیا "میرا مطلب تھا کہ پہلے تم نے یہیں سے اسے تاکا ہوگا پھر باہر جاکر اس کا امتحان لیا ہوگا۔"

"وہ آیا تو میں کیش پر بیٹھا ہوا تھا۔" میں نے نرمی سے کہا "آج میرا کاؤنٹر پر بیٹھنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

"تمہارے لیے کاؤنٹر پر بیٹھنا بہت غیر محفوظ ہے۔ یہ درست ہے کہ تم یہاں جہانگیر کے روپ میں بیٹھے ہوئے ہو مگر وہاں ہر آنے جانے والا تمہارا چہرہ ذہن نشین کرسکتا ہے۔ آگے چل کر یہ بات تمہارے لیے نقصان دہ ثابت ہوسکتی ہے۔"

"باہر تمہارے آدمی کیا کررہے ہیں؟" میں نے تجسس آمیز لہجے میں پوچھا۔

"دونوں اپنی جگہ مستعد ہیں اور ابھی تک ہر طرف خیریت ہی خیریت ہے۔"

"پھر تم اس وقت یہاں کیسے نظر آرہے ہو؟"

"فرصت تھی۔ ڈرائیو کرتا ہوا ادھر نکل آیا تاکہ گولڈن فارمیسی کے درشن کرسکوں۔ آدمیوں سے خیریت کی رپورٹ ملی تو سوچا کہ گلے ہاتھوں تم سے بھی ملتا چلوں۔ تمہاری طرف سے گرین سگنل نہ ملتا تو میں واپس چلا جاتا۔"

"کچھ دیر پہلے مجھے باہر اسی نیگرو کی ایک جھلک نظر آئی تھی۔" میں نے قدرے توقف کے بعد اسے آگاہ کیا "پھر میری نگاہیں اسے تلاش کرتی رہ گئیں لیکن وہ کہیں نظر نہیں آیا۔ آج وہ اپنی مغربی وضع میں تھا۔ تمہارے آدمی اسے نہیں پہچان سکے ہوں گے۔"

وہ انکشاف سن کر اول خان مضطرب ہوگیا۔ "یہ نہیں ہوسکتا۔ اس نیگرو کے بارے میں میں نے اپنے آدمیوں کو بہت اچھی طرح بریف کیا تھا۔ وہ کسی بھی حلیے میں ان کے سامنے سے گزرتا تو وہ اسے پہچان لیتے۔ تم نے بتایا کہ تم نے اس کی صرف ایک جھلک دیکھی تھی۔ ہوسکتا ہے کہ تمہیں مغالطہ ہوا ہو۔"

"مجھے اپنی نگاہوں پر پورا اعتماد ہے۔ وہ مغالطہ نہیں'

Downloaded from https://paksociety.com

حقیقت تھی۔" میں نے اصرار کیا۔

"مگر وہ یہاں کیا کر رہا تھا؟" اول خان خود کلامی کے انداز میں بڑبڑایا "وہ کل ہی یہاں پٹا تھا۔ وہ اتنی جلدی ادھر کا رخ کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔"

"وہ دکان میں میری آمد نوٹ کرنے کے لیے یہاں آیا تھا۔ اس نے اپنا کام کر لیا تھا۔ اس کے بعد وہ یہیں کہیں موجود تھا۔"

"یہ تم کیسے کہہ رہے ہو کہ وہ تمہاری نگرانی کر رہا تھا۔"

میں نے اسے آئی مین کے فون کے بارے میں بتایا تو وہ حیرت سے اچھل پڑا "تمہارا مطلب ہے کہ اس آئی مین نے اپنی آنکھوں سے تمہیں دکان میں آتے دیکھا اور پھر کسی قریبی بوتھ سے دکان کا نمبر گھما دیا۔"

"تمہارا سوال بہت سطحی ہے۔ پوری بات سنے بغیر تم کوئی صحیح نتیجہ اخذ نہیں کر سکتے۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تم نے سنسنی خیز خبر سنائی ہے۔ مجھے پوری تفصیل بتاؤ۔" آئی مین سے میری براہِ راست گفتگو کے بارے میں سن کر وہ حیران رہ گیا تھا۔

میں نے پورے تسلسل کے ساتھ اسے تفصیلات سنانی شروع کر دیں۔

وہ آئی مین سے میری پہلی گفتگو نہیں تھی۔ اس سے پہلے بھی اس سے بات کر چکا تھا مگر وہ روپ کوئی اور تھا۔ راجا سے تشدد کے ذریعے آئی مین کا نمبر حاصل کرنے کے بعد ہم نے بہت تیزی سے اس پر کام کیا تھا۔

اول خان نے موبائل فون کمپنی سے تصدیق کی تھی کہ راجا کے ہاتھوں ٹوٹنے والے فون سے آئی مین کو آخری کال اسی نمبر پر کی گئی تھی اور پھر میں نے ماجد یمنی کا نام استعمال کر کے اس سے فون پر بات کی تھی۔ وہ گفتگو خاصی معنی خیز اور ڈرامائی رہی تھی۔ وہ امریکا کے بین الاقوامی نیٹ ورک کا ایک اہم مہرہ تھا اس لیے ماجد یمنی کا نام اس کے لیے نیا نہیں تھا۔ میں نے اسے اپنے دام میں لانے کے لیے دو پانسے پھینکے تھے۔ اسے ڈینی کا سراغ بتانے کی کوشش کی تھی اور ایک مرے ہوئے فرضی آئی مین کی سلور آئی بیچنے کا عندیہ دیا تھا۔ اس کے لیے وہ دونوں سودے بہت پرکشش تھے مگر وہ حد سے زیادہ محتاط آدمی تھا۔ میری ایک بات سے اسے شبہ ہو گیا کہ میں اس کے فون نمبر کے ذریعے اس کی کمین گاہ کا پتا چلا چکا تھا۔ اس سے بات بنتے بنتے بگڑنے لگی۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے سامنے آنے سے گریزاں تھے مگر آخر میں یہ طے ہوا کہ میں اگلے دن اسے فون کروں گا اور مل بیٹھنے کا کوئی ایسا محفوظ طریقہ طے کر لیا جائے گا جو دونوں کے لیے قابلِ قبول ہو۔

اس فون نمبر پر آئی مین کی موجودگی کا یقین ہو جانے کے بعد معاملے کو طول دینا وقت کی بربادی ہوتا۔ میں نے فوری طور پر اس کے گھر پر حملہ کرنے اور اسے پکڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ ہم بی باون پہنچے تو مقفل مکان ہمارا منہ چڑا رہا تھا۔ آئی مین ہماری توقع سے زیادہ چالاک اور پھرتیلا ثابت ہوا تھا۔ اس نے تیزی سے وہ ٹھکانا چھوڑ دیا تھا اور جاتے جاتے اس شخص کو بھی مار ڈالا تھا جس نے اسٹیٹ ایجنسی کی معرفت وہ مکان کرائے پر لیا تھا۔

وہ پوری کہانی اول خان کے ذہن میں تازہ تھی۔ اب آئی مین نے مجھے جہانگیر سمجھ کر فون کیا تھا۔ اول خان نے میری گفتگو میں کہیں دخل نہیں دیا۔ اپنے تجسس پر قابو رکھ کر خاموشی سے ساری تفصیل سنتا رہا۔ میری بات مکمل ہوتے ہی اس نے کہا "پہلے تم نے ماجد یمنی بن کر اس سے بات کی تھی۔ کیا وہ آج فون پر تمہاری آواز سن کر شبے میں نہیں پڑ گیا ہو گا؟"

"تم بھول رہے ہو کہ میں نے ماجد یمنی کے روپ میں آواز بدل کر اس سے بات کی تھی۔ میں اس معاملے میں بہت محتاط رہتا ہوں۔ آج بھی میں چوکنا ہو گیا تھا۔ منیر نے یہ بتا کر کہ کوئی فون پر انگریزی بول رہا ہے، مجھے ہوشیار کر دیا تھا۔ میں نے اپنی اصل آواز تبدیل کر لی تھی۔"

"یہ بہت بڑی پیش رفت ہے۔ تم اس کے پیچھے لگے ہوئے ہو اور وہ تمہارے فراق میں ہے۔ اس نے تم سے دوسری تمام باتیں دھوکا دینے کے لیے کی ہیں ورنہ وہ جہانگیر کو آلہ کار بنا کر تمہیں یعنی ڈینی کو پکڑنا چاہ رہا ہے۔"

"ہاں، اس نے اس معاملے کو ضمنی بنانے کی کوشش کی تھی۔ اسے یہ یقین ہو گیا ہے کہ مجھے جہانگیر سے ذاتی پرخاش ہے۔"

"پھر بھی اس کی دیدہ دلیری حیرت ناک ہے۔ کل اس کا ایک آدمی اس علاقے میں سلطان شاہ کے ہاتھوں پٹا ہے اور آج اس نے ڈھٹائی سے تمہیں فون کر ڈالا۔"

"میری طرح وہ بھی بے صبرا ہے۔ وقت کی بربادی میں یقین نہیں رکھتا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اب ایک بات ثابت ہو گئی ہے کہ وہ نیگرو آئی مین نہیں بلکہ اس کا کوئی خاص آدمی تھا۔" اول خان نے صحیح نتیجے پر پہنچتے ہوئے کہا۔

Downloaded from https://paksociety.com

"اس نیگرو نے بیم گن استعمال کرکے مجھے سنگین مغالطے میں ڈال دیا تھا۔ آئی مین کے فون کے بعد میں نے خود اس کالے کی ایک جھلک نہ دیکھی ہوتی تو ابھی تک اسی غلط فہمی میں مبتلا رہتا۔ اب آئی مین کے علاوہ وہ کالا بھی ہماری نظروں میں آگیا ہے۔"

"آئی مین نے تم سے دکان میں کالے کی آمد کے بارے میں کوئی بات نہیں کی؟" اول خان نے حیرت سے پوچھا۔

"میں توقع کررہا تھا کہ وہ مجھے مرعوب کرنے کے لیے دکان میں اپنے کسی آدمی کی آمد کا حوالہ دے گا مگر اس نے ایک لفظ نہیں کہا۔ میری حیرانی کے لیے اس نے اسی ایک نکتے کو کافی سمجھا ہوگا کہ اس نے ایسے وقت پر فون کیا جب میں فارمیسی میں موجود تھا۔"

"اس نے نیگرو کی آمد کا ذکر کیا نہ اس کے جھگڑے کے بارے میں کچھ کہا۔ ان باتوں سے ظاہر ہورہا ہے کہ سلطان شاہ اور کالے کے تصادم کو اس نے ایک الگ تھلگ اور اتفاقی واقعہ سمجھ لیا ہے۔ ان دونوں کڑیوں کو یک جا کرلینے کے بعد اس کا رویّہ مفاہمانہ نہیں رہ سکتا تھا۔"

"ہمارے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ مار کھا کر خود کو فاتح سمجھتا رہے۔"

"یہ بتاؤ کہ آج وہ نیگرو کیسا لگ رہا تھا؟" اول خان نے قدرے توقف کے بعد چونک کر پوچھا۔

میں اول خان کے اس سوال کا سبب سمجھ گیا۔ میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا "تم یقین کرلو کہ میں کسی فریب نظر کا شکار نہیں ہوا۔ میں نے اسی کو دیکھا تھا۔ وہ کل سلطان شاہ کے ہاتھوں پٹا تھا اس لیے اس کے چہرے پر کہیں کہیں ورم آیا ہوا تھا۔ اگر فاصلہ زیادہ نہ ہوتا تو شاید مجھے اس کے چہرے پر پڑے ہوئے نیل بھی نظر آجاتے۔"

"نیل آج کل زیادہ دیر تک برقرار نہیں رہتے۔ تم فارمیسی چلا رہے ہو تو تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ بازار میں آج کل ایسے اسپرے آئے ہوئے ہیں جو تیزی سے جلد میں سرایت کرکے باریک شریانوں میں جمے ہوئے خون کو تحلیل کردیتے ہیں۔ سوجن اپنے وقت سے ختم ہوتی ہے۔ اگر تم نے اس کا سوجا ہوا چہرہ دیکھ کر اسے پہچانا تھا تو پھر بات ختم ہوجاتی ہے۔ وہ وہی نیگرو رہا ہوگا۔ سوال یہ ہے کہ وہ حرام زادہ کہاں غائب ہوگیا۔"

"تم اس کے بارے میں بار بار سوال کیوں کررہے ہو؟" میں نے ہلکی سی طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

"وہ اس علاقے میں ہے تو تفریح کرنے نہیں آیا ہوگا۔ اس کی دلچسپی اس دکان پر مرکوز ہے۔ تم ذرا سی دیر کے لیے دروازے پر گئے اور تم نے اسے دیکھ لیا۔ سوال یہ ہے کہ میرے آدمی اسے کیوں نہیں دیکھ سکے۔ وہ مسلسل تمہاری دکان کی نگرانی کررہے ہیں۔"

"میری نہیں یہ جہانگیر کی دکان ہے۔" میں نے بے ساختہ اس کی تصحیح کی "بعض اوقات ایسا ہوجاتا ہے کہ آدمی مغالطے میں پڑ جاتا ہے۔ جو کچھ سامنے آتا ہے وہ نظر نہیں آتا۔ کل وہ کسی حد تک مشکوک حلیے میں تھا۔ آج مجروح چہرے کے باوجود معزز بنا ہوا تھا۔ تمہارے آدمیوں نے اس پر دھیان نہیں دیا ہوگا۔"

"میرے آدمیوں نے اسے سرے سے نہیں دیکھا تھا۔ تم سے سنے ہوئے حلیے کے مطابق میں نے انہیں بریف کیا تھا۔"

"تم نے مجھ سے سنا۔ انہوں نے تم سے سنا۔ یہ شنیدہ کے بود مانند دیدہ والی بات ہوئی ہے۔ سنی سنائی باتیں کبھی چشم دید واقعے یا چیز جیسی نہیں ہوتیں۔ تمہاری بتائی ہوئی تفصیلات میں یقینی طور پر کوئی خاص بات رہ گئی ہوگی جس کی وجہ سے تمہارے آدمی اسے نہیں پہچان سکے۔"

"میں خود ایک چکر لگا کر دیکھتا ہوں۔ شاید میں اس خبیث کو پہچان لوں۔" اس نے اٹھنے کا ارادہ کیا۔

میں نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے روک لیا "اس کا کام پورا ہوچکا۔ اب تک وہ واپس جاچکا ہوگا۔ یہ معلوم ہوجانے کے بعد وہ نیگرو آئی مین نہیں ہے' وہ ہمارا ہدف نہیں رہا۔ ہمیں براہِ راست آئی مین پر ہاتھ ڈالنا ہے۔"

"ہاں... آں!" اس نے پرخیال انداز میں سرہلا کر کہا "نیگرو کے ساتھ آج پھر کوئی گڑبڑ ہوئی تو آئی مین بدک سکتا ہے۔ اس کے ساتھ تمہارا بنا بنایا کھیل بگڑ جائے گا۔ ابھی امید ہے کہ وہ جہانگیر کو رام کرنے کے لیے تمہارے جال میں پھنس سکتا ہے۔"

"اس سے چھیڑ چھاڑ کام بگاڑ دے گی لیکن اس کا پیچھا کرکے اس کے ٹھکانے کا پتا ضرور چلایا جاسکتا ہے۔ یہ بات طے ہے کہ وہ آئی مین کے اعتماد کا آدمی ہے۔"

"اعتماد کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ آئی مین نے اپنی بیم گن اسے دی ہوئی تھی۔ ویرا نے کسی وقت بتایا تھا کہ شمالی میں سلور آئی اور بیم گن آئی مین کے دو اعزاز ہوتے ہیں۔ وہ کسی قیمت پر اپنی یہ دونوں نشانیاں کسی اور کو نہیں دیتے۔"

میں نے سرہلا کر اس کی تائید کی اور کہا "آئی مین کھڑکنے سے بھڑکنے والا محتاط ترین آدمی ہے۔ نیگرو کتنا

Downloaded from https://paksociety.com

چالاک کیوں نہ ہو' اتنا محتاط نہیں ہو سکتا۔ اس کا ٹھکانا معلوم ہو جائے تو ہم اندھیروں میں بھٹکنے سے بچ جائیں گے اور مناسب موقع آنے پر کوئی بڑی کارروائی کر سکیں گے۔"

"کیوں نہ اس کے بجائے آئی مین پر توجہ مرکوز رکھی جائے؟" وہ اگلے چوبیس گھنٹوں میں تم سے رابطہ کرے گا۔ میں تمہارے فون پر آبزرویشن لگوائے دیتا ہوں۔ اس کا فون نمبر ریکارڈ پر آنے کی بعد اس کا پتا معلوم کرنا بہت آسان ہوگا۔"

"آبزرویشن سے بات نہیں بنے گی۔" اس کی تجویز سن کر میں نے سنجیدگی سے کہا "کھلی کھلی باتوں پر میں نے اپنا خوف ظاہر کیا تو اس نے بتایا کہ اس کے فون پر سی ایس ڈی لگی ہوئی ہے۔ پتا نہیں وہ جادوئی آلہ اسے کہاں سے مل گیا۔ تم جانتے ہو کہ سی ایس ڈی کی موجودگی میں لائن پر کوئی تیسرا سرکٹ کام نہیں کرے گا۔"

اول خان کا منہ لٹک گیا "ابھی تک تمہارے سوا کسی اور کے پاس سی ایس ڈی کی موجودگی کا ثبوت نہیں ملا تھا۔ اب تم نے یہ خبر سنائی ہے ہو سکتا ہے کہ راولوں نے ہی آئی مین کو وہ تحفہ دیا ہو تاکہ وہ کراچی میں زیادہ آزادی کے ساتھ اپنی تخریبی کارروائیاں جاری رکھ سکے۔"

"میں حیران ہوں کہ سی ایس ڈی ایک مدت سے راولوں کے استعمال میں ہے۔" میں نے تعجب سے کہا "یہ میں نے امریکا میں بدری ناتھ سے حاصل کی تھی۔ سی آئی اے والے ابھی تک اس سے محروم ہیں حالانکہ وہ جدید ترین ایجادات کے استعمال میں خاصی شہرت رکھتے ہیں۔"

"سی ایس ڈی جاپان کی ریڈ آرمی کی ایجاد ہے۔ وہ ایسی خوف ناک زیر زمین تنظیم ہے کہ اس کے عام کارکنوں تک بھی رسائی محال ہے۔ یہ مقدر کی بات ہے کہ راولوں کا ان سے سودا ہو گیا۔ سی آئی اے والے بھی کسی نہ کسی تگ و دو میں لگے ہوئے ہوں گے۔"

"اب ہماری کامیابی کا دارومدار آئی مین کی کسی غلطی پر ہے۔ وہ مجھ سے دوبارہ رجوع کرے گا تو بات آگے بڑھے گی۔"

"اس عورت کا بھی کوئی سراغ نہیں مل سکا جس نے بی باون میں فون اٹھانے کے بعد تم سے جرح کی تھی۔" اول خان نے مایوسی سے کہا۔

"خواب گاہ میں کسی شوقین عورت کی موجودگی کے آثار پائے گئے تھے۔ میرا خیال ہے کہ وہ آئی مین کی کوئی گرل فرینڈ ہے جسے وہ اپنے ساتھ لیے پھرتا ہے اور ضرورت کے وقت اس سے اپنی سیکریٹری کا کام لیتا ہے۔ عورتیں عموماً مجرموں کی تباہی کا سبب بنتی ہیں۔ ابھی ابتدا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آئی مین سے پہلے وہ عورت یا لڑکی ہی ہمارے سامنے آجائے اور ہم اسے اپنی کامیابی کے زینے کے طور پر استعمال کر سکیں۔"

"اس دکان میں محبوس ہو کر تم میزبانی کے آداب بھول گئے ہو۔ کیا چائے نہیں پلاؤ گے؟" اول خان نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی منگواتا ہوں۔" یہ کہتے ہوئے میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔

"بیٹھے رہو۔" اول خان نے مضطرب ہو کر میرا ہاتھ تھام لیا "مجھے ایسی چائے درکار نہیں ہے جس کے لیے تمہیں جانا پڑے۔"

"یہ بازار میرے لیے نیا ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا "مجھے نہیں پتا کہ چائے کہاں سے آئے گی۔ یہ کام کوئی آدمی کرے گا۔ میں ذرا باہر کا چکر لگا کر آتا ہوں۔"

"باہر تمہیں کیا کام ہے؟" اول خان نے اشتیاق آمیز لہجے میں سوال کیا۔

"بس دل کی ایک خلش دور کرنا چاہتا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ نیگرو کہیں نظر آجائے۔"

"نظر آبھی گیا تو تم کیا کر لو گے؟ وہ تمہیں پہچان لے گا۔ تم اس کا پیچھا نہیں کر سکتے۔ ابھی ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ آئی مین کو گھیرنے کے لیے فی الحال نیگرو کو نظر انداز کرنا پڑے گا۔ اس علاقے میں اس کو دوبارہ ذرا سی زک پہنچی تو آئی مین پچھلے واقعے کو بھی اسی سے ملا لے گا۔"

"میرا کچھ کرنے کا ارادہ نہیں ہے۔ میں نے کہا نا کہ میں اپنے دل کی خلش دور کرنا چاہ رہا ہوں۔"

"اول خان نے بادل نخواستہ میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔" تم بہت ضدی آدمی ہو۔ تمہاری بعض باتیں میری سمجھ سے باہر ہوتی ہیں۔"

میں نے منیر کو دو پیالی چائے منگوانے کی ہدایت کی اور دکان سے نکلتا چلا گیا۔ باہر آکر میں غیر ارادی طور پر اسی سمت میں چل دیا جدھر میں نے نیگرو کی ایک جھلک دیکھی تھی۔ راہ گیروں کی بھیڑ میں سے عام انداز میں گزرتے ہوئے میری نظریں ہر طرف کا جائزہ لے رہی تھیں۔ کافی دور تک نکل جانے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ میری وہ کوشش بے سود تھی۔ اول خان کا یہ اندیشہ درست تھا کہ اگر وہ کہیں موجود بھی تھا تو مجھے پہچانتے ہی کسی گوشے میں چھپ جاتا۔

Downloaded from https://paksociety.com

واپسی میں دکان کے آگے سے گزر کر دوسری سمت میں جانے کا ارادہ میں نے ترک کردیا۔

میں دکان میں داخل ہو کر کیبن میں پہنچا تو چائے کی ٹرے میز پر موجود تھی اور اول خان میرے موبائل فون سے کھیل رہا تھا۔

"موبائل فون پر تمہارے لیے کال آئی تھی۔ پانچ گھنٹیوں کے بعد فون بند ہوگیا۔ میں نے کال وصول کرنے کا خطرہ مول نہیں لیا۔"

میں نے فون اس کے ہاتھ سے لے کر دیکھا تو ڈسپلے اسکرین پر آنے والی کال کا اجنبی نمبر موجود تھا۔ وہ کسی موبائل فون کا نہیں، عام فون کا نمبر تھا۔

یہ بہت بڑی سہولت ہے کہ موبائل فون پر گھنٹی بجتے ہی یہ پتا چل جاتا تھا کہ کس نمبر سے فون آرہا ہے۔ اس وقت تک عام فون پر سی ایل آئی کی سہولت میسر نہیں تھی۔ نمبر کا سراغ لگانے کا صرف ایک ہی ذریعہ تھا کہ ایکس چینج میں اپنے فون پر چند گھنٹوں یا چند دنوں کے لیے آبزرویشن لگوالیا جائے۔ اول خان نے آئی مین کو فون نمبر کا سراغ لگانے کے لیے وہی تجویز پیش کی تھی جس پر عمل کرنا ممکن نہیں تھا۔

آئی مین کے فون پر سی ایس ڈی لگی ہوئی تھی۔ اس کی موجودگی میں آبزرویشن کا کامیاب ہونا ناممکن تھا۔ میرے ذہن میں خیال آیا کہ آئی مین گولڈن فارمیسی کے پتے اور فون نمبر سے ازخود واقف ہوچکا تھا۔ اگر میں اسے ہمہ وقتی رابطے کے لیے اپنا موبائل فون نمبر دے دیتا تو شاید وہ آسانی سے گھیرا جاسکتا تھا۔ وہ جوں ہی موبائل فون پر رابطہ کرتا، اس کا فون نمبر میرے علم میں آجاتا، اس کی مدد سے آئی مین کی کمین گاہ تک پہنچا جاسکتا تھا۔

میرا خیال تھا کہ موبائل فون کے جدید ترین مواصلاتی نظام میں کسی تیسرے سرکٹ کے بغیر نمبر بتانے کا کوئی ایسا خودکار طریقہ موجود تھا کہ سی ایس ڈی کے ذریعے لائن بند نہ ہوتی۔ وہ خیال ذہن میں پیدا ہوتے ہی میں نے گھر کا نمبر ملالیا جہاں فون کے ساتھ سی ایس ڈی منسلک تھی۔

آئی مین پر وہ حربہ آزمانے سے پہلے اس کا تجزیہ کرنا ہر لحاظ سے بہتر تھا۔

دوسری طرف سے ویرا نے میری کال کا جواب دیا اور میری آواز سنتے ہی چہکنے لگی۔ "تم بہت فرض شناس دکان دار ثابت ہو رہے ہو۔ آج بھی وقت سے گئے ہو۔ میری مانو تو تم بھی سارے چکروں کو چھوڑ کر میڈیکل یا جنرل اسٹور کھول لو۔ ایمانداری سے خوب کماؤ گے اور وقت بھی آسانی سے گزرے گا۔"

"اپنے یہ سنہرے مشورے اپنے ہونے والے شوہر کے لیے محفوظ رکھو اور میری بات غور سے سنو۔"

ویرا نے تنک کر میری بات کاٹ دی "یہ کیا بیہودگی ہے۔ ابھی ابھی غزالہ مجھے شادی کے فائدوں پر لیکچر دے رہی تھی۔ اب تم وہی بولی بول رہے ہو۔"

"سمجھ دار لوگ ہمیشہ یکساں اور سودمند مشورے دیتے ہیں۔"

"دیتے ہوں گے مگر میں ایسی کوئی بات سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"میں فون بند کررہا ہوں۔ ذرا تم سی ایس ڈی آن کرکے میرے موبائل کا نمبر ملاؤ۔"

"سی ایس ڈی اس وقت بھی آن ہے۔ تم اس وقت کہاں سے بول رہے ہو؟"

"دکان میں ہی ہوں۔" میں نے خود پر ضبط کرکے اسے ٹیڑھا جواب دینے سے گریز کیا۔ "اور ایک تجربہ کرنا چاہ رہا ہوں۔"

"جب تک تجربے کے بارے میں نہیں بتاؤ گے، میں فون نہیں کروں گی۔"

"میں مذاق نہیں کررہا۔ مجھے فون کرو۔" میں نے غرا کر فون بند کردیا۔

اول خان کڑک اور خوشبودار چائے تیار کرچکا تھا۔ میں نے پیالی سے پہلا گھونٹ لیا تو مجھے یقین تھا کہ کسی بھی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھے گی۔ ہم دھیرے دھیرے چائے پیتے رہے۔ وقت گزرتا رہا لیکن میرے موبائل فون کی گھنٹی نہیں بجی۔

"ویرا کے دماغ پر کبھی کبھی بے مقصد ضد سوار ہوجاتی ہے۔ وہ فون نہیں کرے گی۔ تم کسی اور سے کہو۔" خاصی دیر کی خاموشی کے بعد اول خان بولنے پر مجبور ہوگیا۔

مجھے ویرا پر پہلے ہی تاؤ آرہا تھا۔ اول خان کے تبصرے نے ان انگاروں کو دہکا دیا۔ میں نے خالی پیالی رکھ کر فون کے ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ میرے موبائل فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے بٹن دبانے سے پہلے اسکرین پر اپنے گھر کا نمبر دیکھ لیا تھا۔

"میں مسلسل کوشش کررہی تھی۔" میرے کان میں ویرا کی اکتائی ہوئی آواز آئی "سی ایس ڈی آن کرکے تمہارا نمبر نہیں ملا۔ آخری ہندسہ ڈائل کرتے ہی سی ایس ڈی کا بزر بولنے لگتا ہے اور لائن ملنے سے پہلے کٹ جاتی ہے اور اینگیج

Downloaded from https://paksociety.com

ٹون سنائی دینے لگتی ہے۔"

"پھر اب کیسے مل گئی؟" میں نے غصے کی رو میں پوچھا۔

"مجھے معلوم تھا کہ تم فون کے انتظار میں کھول رہے ہوگے۔ مجبور ہو کر میں نے سی ایس ڈی آف کر کے تمہارا نمبر ملایا ہے۔"

میں ایک گہرا سانس لے کر رہ گیا۔ ویرا ضدی اور ہٹ دھرم ضرور تھی مگر وقت اور موقع کی نزاکت کو پوری طرح سمجھتی تھی۔

"تمہارے اس تجربے سے میرا خدشہ درست ثابت ہوا ہے۔" میں نے اس کا تجسس دور کرنے کی نیت سے کہا "سی ایس ڈی ہر طرح فول پروف ہے۔ اسے استعمال کر کے آدمی اپنا نمبر پوری طرح محفوظ رکھ سکتا ہے۔"

"یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، تم کو پہلے سے معلوم تھی۔"

"تم نے ابھی تک موبائل فون باقاعدگی سے استعمال نہیں کیا اس لیے تمہیں یہ باریکی نہیں معلوم ہو سکی۔ سی ایس ڈی آن کر کے کسی سے موبائل فون پر رابطہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس پر فون کرنے والے کا نمبر آجاتا ہے۔ چاہو تو بات کرو ورنہ گھنٹی بجنے دو۔"

"لیکن تمہیں اس تجربے اور تصدیق کی ضرورت کیوں پڑ گئی؟" ویرا کی آواز میں حیرت تھی۔

"مجبوری ہے کیونکہ آئی مین سی ایس ڈی استعمال کر رہا ہے۔" میں نے مایوسی سے جواب دیا۔

ویرا میرے جواب پر شاید چونک پڑی "تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی۔"

"اس نے خود بتایا تھا۔" میں نے دانستہ اختصار سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"خود بتایا تھا!" ویرا کی تحیر زدہ آواز ابھری "کیا وہ کالا دوبارہ تمہاری طرف آیا تھا۔"

"کالا آئی مین کا ہرکارہ ہے۔ وہ خود پردے میں چھپا ہوا ہے۔ اس وقت میرے کان نہ کھاؤ۔ گھر آؤں گا تو سب بتا دوں گا۔" یہ کہہ کر میں نے فون بند کر دیا۔

"میں اتنی دیر سے خاموش تھا مگر تمہارے تماشے دیکھ رہا تھا۔" اول خان نے مسکراتے ہوئے کہا "شاید تم آئی مین کو اپنا موبائل نمبر دینا چاہ رہے تھے۔"

"اب اس کا کوئی فائدہ نہیں، تجربہ ہر کامیابی کی نفی کر رہا ہے۔" مجھے خوشی ہوئی کہ اس نے محض اپنے مشاہدے سے پوری بات سمجھ لی تھی۔

"سی آئی اے اور را والے اس وقت غیر معمولی طور پر خاموش ہیں۔" اول خان نے قدرے خاموشی کے بعد کہا "بھاری جانی اور جسمانی نقصان سے وہ پریشان ہو گئے ہیں۔ ان کے زیر زمین چلے جانے اور آئی مین کے ضرورت سے زیادہ فعال ہونے سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ انہوں نے اس وقت اپنی تمام سرگرمیوں کو پس پشت ڈال کر تمہاری ذات کو اپنا ہدف بنا لیا ہے۔ آئی مین نے یکایک اپنی پوری توجہ تم پر مرکوز کر دی ہے۔"

"یہ ان کی حکمت عملی ہو سکتی ہے۔ ہمارے سارے اہداف بدستور برقرار ہیں۔"

"دشمن میدان چھوڑ کر بھاگ گیا ہو تو تم کسے اپنا ہدف بناؤ گے۔" اس نے پوچھا۔

"یہ نہ سوچو کہ اس وقت ہمارا مقابلہ صرف آئی مین سے ہے۔ راجا پولیس کی کڑی باز پرس سے گزر رہا ہوگا۔ چوپڑا براہِ راست آئی بی والوں کی تحویل میں ہے۔ نوید کراچی آچکا ہے۔ جلال کے آدمی اس کے خلاف بھی کوئی نہ کوئی منصوبہ بنا رہے ہوں گے۔"

"میں اپنی اور تمہاری بات کر رہا تھا۔" اس نے اپنی بات کی وضاحت پیش کی "جو لوگ ہمارے ہاتھوں سے نکل کر پولیس اور آئی کی تحویل میں چلے گئے ان پر قانون لاگو ہوگا۔ اب وہ ہماری دسترس سے باہر ہیں۔"

"ابھی صرف ابتدائی خبریں آئی ہیں۔ ان کے اعترافات بہت سے راز کھول دیں گے۔ یہ بھی نہ بھولو کہ آج کل امریکی سفارت کاروں کی کڑی نگرانی ہو رہی ہے۔ اپنی حفاظت کے لیے انہوں نے امریکی کمانڈوز تعینات کیے ہوئے ہیں۔ ان گورے کمانڈوز کو دہشت گردی سے کون بچائے گا۔"

اول خان ہنس پڑا اور میری بتائی ہوئی صورت احوال سے محفوظ ہوتے ہوئے بولا "جلال نے رات کو ہی بتایا تھا کہ امریکی اس وقت اپنے سایوں تک سے ڈرے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنی مدد کے لیے حکومت پاکستان سے رجوع کیا ہے اور یوں رضاکارانہ طور پر ہماری کڑی نگرانی میں آگئے ہیں۔"

"ہم پولیس، آئی بی اور دوسری سرکاری ایجنسیوں سے الگ نہیں ہیں۔ سب مل جل کر ایک ہی مقصد کے لیے کام کرتے ہیں۔ ہمارا کام دہشت گردی نہیں ہے۔ ہم اس کے انسداد کے لیے کام کرتے ہیں۔ ہمارے دشمن اگر مخبری اور جاسوسی کے کاموں تک محدود رہیں تو شاید کبھی خون ریزی کی نوبت نہ آئے۔ امریکا اور برطانیہ کے جاسوس ایک دوسرے کے لگوں میں پیشہ ورانہ فرائض انجام دیتے ہیں۔ ایک مدت

Downloaded from https://paksociety.com

گزر گئی لیکن ان کے درمیان کوئی تنازع کھڑا ہوا نہ مار دھاڑ کی نوبت آئی۔"

"امریکا اور برطانیہ جو کچھ کرتے ہیں' صرف اپنی سلامتی اور تحفظ کے لیے کرتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے کے ملکوں میں دخل انداز نہیں ہوتے۔ یہاں سارا چکر یہ ہے کہ ہمارے دشمن ہمیں برباد کردینا چاہتے ہیں۔ یہاں سازشیں کررہے ہیں۔ سرکشی اور فتنوں کی پشت پناہی کررہے ہیں' منشیات فروشی کررہے ہیں' غیر قانونی طور پر مہلک ہتھیار لارہے ہیں۔" اول خان نے میری بات آگے بڑھاتے ہوئے کہا "ان کی حرکتوں سے کوئی بے ضمیر پاکستانی ہی چشم پوشی کرسکتا ہے۔"

اپنی بات پوری کرکے اول خان اٹھ کھڑا ہوا۔ "میں کسی پروگرام کے بغیر ادھر آگیا تھا۔ اب چلتا ہوں۔"

"رات کو گھر آؤ گے؟" میں نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"وعدہ نہیں کرتا۔ موقع ملا تو ضرور آؤں گا۔" وہ مجھ سے کیبن ہی سے رخصت ہوگیا۔ اسے چھوڑنے کے لیے میرا باہر تک آنا احتیاط کے منافی تھا۔

اول خان کو روانہ کرنے کے بعد وقت دھیرے دھیرے گزرتا رہا۔ دوپہر کو بھوک محسوس ہوئی تو میں نے منیر سے مشورہ کرکے ایک قریبی ہوٹل سے لذیذ کھانا کھایا اور شکم سیر ہونے کے بعد کیبن ہی میں پڑے ہوئے دیوان پر دراز ہوگیا۔

میری آنکھوں میں دور دور تک نیند کا پتا نہیں تھا۔ ذہن میں خیالات' امیدوں اور وسوسوں کی آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ میں آنکھیں موندے ہوئے تھا کہ کیبن کے دروازے پر ہلکی سی آہٹ سے میری آنکھ کھل گئی۔

میں نے دیکھا کہ مجھے سوتا ہوا سمجھ کر منیر دروازے سے واپس جارہا تھا' میں نے آواز دے کر اسے بلایا۔

وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں اندر آگیا اور جھجکتے ہوئے بولا "صاحب! آپ آرام کریں۔ میں ایسے ہی آگیا تھا۔"

مجھے اندازہ تھا کہ وہ مندے کا وقت تھا۔ دکان داری صبح اور شام کو چلتی تھی جب اسپتال اور مطب آباد ہوتے تھے۔ دوپہر میں بس اِکّا دُکّا گاہک آتے تھے جن کو نمٹانے کے لیے ایک آدمی بھی کافی تھا۔ شاید منیر اسی فرصت سے فائدہ اٹھا کر کچھ باتیں کرنے کے لیے میرے پاس آیا تھا لیکن غلط فہمی کی وجہ سے واپس لوٹ رہا تھا۔

"میں آرام نہیں کررہا۔ لیٹا ہوا کچھ سوچ رہا ہوں۔" میں نے نرم لہجے میں اس کی حوصلہ افزائی کی "کیا تم مجھ سے کچھ کہنا چاہ رہے تھے؟"

"نن ..... نہیں' بس ایسے ہی آگیا تھا۔" اس نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"بیٹھ جاؤ۔" میں نے کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خود بھی اسی طرف کروٹ لے لی۔

وہ اس کے مالک کی کرسی تھی۔ اس کے چہرے پر تذبذب کے آثار نظر آئے لیکن جب اس نے میرے چہرے کی سختی دیکھی تو جھجکتے ہوئے کرسی پر بیٹھ گیا۔

"اب بتاؤ کہ کیا بات ہے۔" میں نے اس کے چہرے کی اُڑی اُڑی رنگت پر غور کرتے ہوئے کہا۔

"صاحب! مجھے کچھ پتا نہیں کہ یہاں کیا ہورہا ہے۔ صاحب نے فون پر اتنا بتایا تھا کہ وہ چند دنوں تک دکان پر نہیں آئیں گے۔ ان کی جگہ آپ بیٹھیں گے۔ ہم کو آپ کے ساتھ پورا تعاون کرنے کا حکم ملا تھا جو ہم کررہے ہیں۔"

اتنا کہہ کر وہ خاموش ہوگیا تو میں نے اسے ٹوکا "تمہیں یہاں کے بارے میں کیا پتا نہیں؟"

اس نے مجھ سے نظریں چراتے ہوئے جواب دینے کے بجائے سوال کیا "صاحب! آپ کو ہم دونوں سے کوئی شکایت تو نہیں ہے نا؟"

"اب تک نہیں تھی لیکن اس وقت تم جیسی الجھی الجھی باتیں کررہے ہو اس کے بعد شکایت ضرور پیدا ہوجائے گی۔" میں نے تادیبی لہجے میں کہا۔

"تھوڑی دیر پہلے میں کھانا کھانے کے لیے باہر گیا تھا تو ایک چمکتی ہوئی گاڑی میں بیٹھی ہوئی عورت نے مجھے بلا کر پوچھ گچھ کی تھی اور یہ روپے دیے تھے!" اس نے اپنی جیب سے ہزار روپے کے دو نوٹ نکال کر کانپتے ہوئے ہاتھوں سے میری طرف بڑھا دیے۔

میں اچھل کر دیوان پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا "وہ عورت تم سے کیا پوچھ رہی تھی۔" میں نے نوٹوں پر دھیان دیے بغیر بے چینی سے پوچھا۔

"میں بے قصور ہوں۔" وہ رو دینے والی آواز میں بولا "اس کے جانے کے بعد مجھے خیال آیا کہ اس نے مجھے رشوت دی تھی۔ وہ پوچھ رہی تھی کہ تمہارے صاحب اپنے گھر کب واپس جاتے ہیں۔"

میرا دورانِ خون یک بہ یک تیز ہوگیا اور دل کی دھڑکنیں اپنی کنپٹیوں میں سنائی دینے لگیں۔ اس کے رک رک کر بولنے سے میں خلجان میں مبتلا ہورہا تھا۔ میں نے دانت پیس کر نیم ہذیانی انداز میں اسے ڈانٹا "تمہاری زبان

Downloaded from https://paksociety.com

کیوں اینٹھ رہی ہے۔ جلدی پوری بات بتاؤ۔"

میں منیر کا مزاج آشنا نہیں تھا۔ اضطرار کے عالم میں' میں نے اسے بری طرح جھاڑ دیا تھا مگر اسی لمحے یہ خوف میری رگوں میں تیر گیا کہ کہیں وہ میری برہمی سے خوف زدہ ہو کر جھوٹ بولنا نہ شروع کردے۔ میں نے کسی توقف کے بغیر' اپنی سخت کلامی کا مداوا کرتے ہوئے' اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا "تم کو بلاوجہ ڈرنے یا جھجکنے کی ضرورت نہیں۔ جو ہونا تھا' وہ ہوگیا۔ اب مجھے ایک سانس میں پوری بات بتا ڈالو۔"

"اس کے سوال پر میں چکرا گیا کہ وہ کس کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔ آپ کے یا جہانگیر صاحب کے بارے میں۔ ب... بات یہ ہے کہ میرے صاحب کے پاس کئی عورتیں آتی رہتی ہیں جن کو کیبن میں بٹھا کر وہ باتیں کرتے ہیں اور انہیں پیسے بھی دیتے ہیں مگر کار والی عورت ان میں سے نہیں تھی۔ میں نے سوچا کہ وہ آپ کی ملنے والی ہوگی۔ میں نے اس سے کہہ دیا کہ صاحب کا اپنی گھر والی سے جھگڑا ہے وہ دیر سے گھر جاتے ہیں۔" نیچی آواز میں وہ روداد سناتے ہوئے اس نے میرے آگے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ دیے اور گھگیاتے ہوئے بولا "صاحب! اس میں میری بدنیتی کا کوئی دخل نہیں تھا۔ بس جو دماغ میں آیا' بول دیا۔ میں اس جھوٹ پر آپ سے معافی چاہتا ہوں۔"

اس کا جواب سن کر میری جان میں جان آئی کہ اس عورت کی چلائی ہوئی گولی میرے کان پر سے نکل گئی تھی۔ منیر پورے پس منظر سے واقف نہیں تھا۔ اگر وہ عورت کو جہانگیر کی دوست سمجھ کر اس سے یہ کہہ دیتا کہ اس کا صاحب ان دنوں گھر پر آرام کر رہا ہے' اس کی جگہ اس کا دوست دکان کی دیکھ بھال کر رہا ہے تو میرے لیے اسی لمحے تباہی کا آغاز ہو سکتا تھا۔ وہ اجنبی عورت یقینی طور پر میرے دشمنوں سے تعلق رکھتی تھی اور میرے بارے میں گہری چھان بین کا ارادہ لے کر آئی تھی۔ اسے اچھی طرح معلوم ہوگا کہ گولڈن فارمیسی میں دو ملازم کام کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک کے نظر آتے ہی اس نے اپنا داؤ چل دیا۔

یہ منیر کی زبردست ہوش مندی تھی کہ اس نے اجنبی عورت کو مجھ سے منسوب کر کے ایک من گھڑت جواب دے دیا اور بات بگڑنے سے بال بال بچ گئی۔ وہ اس عورت کو صحیح جواب دے کر میری دکان میں موجودگی کا راز فاش کر دیتا تو اس کا کوئی قصور نہ ہوتا۔ دونوں ملازمین کو بریفنگ کرتے ہوئے میرے یا جہانگیر کے ذہن میں کسی بعید ترین گوشے میں بھی یہ شبہ موجود نہیں تھا کہ دکان کی حدود سے باہر کوئی اجنبی کسی ملازم سے پوچھ گچھ کر سکتا ہے۔

میں گولڈن فارمیسی میں اپنا کھیل پوری رازداری کے ساتھ چلا رہا تھا۔ ملازمین کو اس بات کی ہوا بھی نہیں لگ سکتی تھی کہ میں وہاں ڈیبنی کے بجائے جہانگیر بنا ہوا تھا۔ وہ مالک کے لیے آنے والی فون کالز مجھے ضرور دے رہے تھے کیونکہ چند روز کے لیے جہانگیر نے مجھے اپنی دکان کا مالک بنایا ہوا تھا۔ اس سے آگے وہ بے خبر تھے۔

میرے ذہن میں اس کار سوار عورت کے بارے میں بیک وقت متعدد سوالات ابھرنے لگے۔

وہ بعد کی باتیں تھیں۔ اس وقت سب سے زیادہ اہمیت منیر کے مکمل انٹرویو کی تھی۔ میں نے اپنی نگاہیں اس کے چہرے پر مرکوز کر کے کہا "تم کس بات سے اس قدر خوف زدہ ہوا اور معافی مانگ رہے ہو؟"

"میں آپ کی گھر والی کو نہیں جانتا مگر میں نے اس کے بارے میں جھوٹ بول دیا۔ میرے دماغ میں یہ بات گھسی ہوئی تھی کہ کسی خطرے یا گڑبڑ کی وجہ سے جہانگیر صاحب نے اپنے گھر بیٹھ کر آپ کو اپنی دکان پر بھیجنا شروع کیا ہے اس لیے مجھے کسی نئے مرد یا عورت کو اصل بات نہیں بتانی چاہیے۔ میرے دل میں خوف تھا کہ آپ میری بات سن کر ناراض ہو جائیں گے اور میں مفت میں نوکری سے نکالا جاؤں گا۔"

"تمہارا جواب بہت موزوں تھا۔" میں نے اس کی پشت پر تھپکی دے کر کہا "کیا اس نے اتنی سی بات پر تمہیں دو ہزار روپے دے دیے؟"

"ہاں صاحب' وہ عجیب پاگل یا مشکوک سی عورت تھی۔ بہت امیر معلوم ہو رہی تھی۔ چیکے سے نوٹ مجھے تھماتے ہوئے اس نے مجھے تاکید کی تھی کہ میں کل دو بجے اسی جگہ اس کا انتظار کروں۔ شاید اس نے سوچا ہوگا کہ میں پیسوں کے لالچ میں کل اس سے ملوں گا مگر میں ایسے پیسوں پر لعنت بھیجتا ہوں۔ میرا اس نوکری میں گزارہ ہو رہا ہے۔" یہ کہہ کر اس نے ہزار روپے کے دو نوٹ میرے آگے ڈال دیے۔

"رکھ لو۔ یہ میری طرف سے تمہارا انعام ہے۔" میں نے نوٹ اٹھا کر اسے لوٹا دیے۔ "تم اس عورت کو دوبارہ دیکھو تو پہچان لو گے؟"

"ہاں۔ وہ بہت بنی سنوری اور خوب صورت عورت تھی۔ اس نے مردوں کی طرح قمیص پتلون پہنی ہوئی تھی۔ چہرے سے بہت چالاک لگ رہی تھی۔" منیر نے کسی مزاحمت

Downloaded from https://paksociety.com

کے بغیر میرے ہاتھ سے دو ہزار روپے لے کر اپنی جیب میں ڈال لیے۔

"اس کی گاڑی کون چلا رہا تھا؟" میں نے اپنی نرم جرح جاری رکھی۔

"وہ خود ہی چلا رہی تھی۔ میرا خیال ہے کہ وہ کوئی خراب عورت ہے جو آپ کے چکر میں ہے۔"

"وہ میرے نہیں، جہانگیر کے چکر میں ہوگی۔ تمہارا صاحب عورتوں کا رسیا ہے۔ میں ان سے دور رہتا ہوں۔"

"جی! ہو سکتا ہے۔" اس نے سر جھکا کر دھیمی آواز میں کہا۔

"تم بتا رہے تھے کہ جہانگیر یہاں بھی عورتوں کو بلاتا رہتا ہے۔" میں نے اس سے پوچھا۔

اس کے چہرے پر خوف کا ایک سایہ آکر گزر گیا اور اس کی پھٹی پھٹی نظریں میری طرف اٹھ گئیں "میں نے جان بوجھ کر آپ سے کوئی شکایت نہیں کی۔ بس یہ بتانے کی کوشش کی تھی کہ کار والی یہاں آنے والیوں میں سے نہیں تھی۔"

"اچھا ہوا کہ تم نے یہ بات بتا دی۔ جہانگیر کی ملنے والیوں میں سے کوئی دکان پر آجائے تو اسے کاؤنٹر سے ہی ٹال دینا۔ میں اس کی کسی دوست سے ملنا پسند نہیں کروں گا۔ ایسی کسی عورت کے ذریعے یہ بات پھیل سکتی ہے کہ جہانگیر کے بجائے اس کا کوئی دوست یا رشتے دار دکان چلا رہا ہے۔"

"اوہ!" وہ ایک گہرا سانس لے کر بولا "تو کیا یہ بات بھی چھپانی ہے کہ آپ کون ہیں؟"

"بالکل۔" میں نے زور دے کر کہا "اپنے ساتھی کو بھی یہ سمجھا دینا۔ کسی کو یہ پتا نہیں چلنا چاہیے کہ جہانگیر دکان سے غائب ہے۔"

"لیکن۔ یعنی آپ جہانگیر صاحب ہیں؟" اس نے حیرت سے منہ پھاڑ کر سوال کیا۔

"ہاں۔ اس وقت یہی صورت ہے۔ بات بگڑی تو میرے ساتھ تمہاری بھی شامت آسکتی ہے۔" میں محسوس کر رہا تھا کہ اس ڈرامے کے بارے میں دونوں ملازمین کو اعتماد میں لینا بہت ضروری ہو گیا تھا۔ بے خبری میں وہ کسی بھی وقت گڑبڑ کر سکتے تھے جسے سنبھالنا دشوار ہو جاتا۔"

"لیکن صاحب، پاس پڑوس کے دکان دار تو جہانگیر صاحب کو پہچانتے ہیں۔"

"اجنبیوں کے لیے میں جہانگیر ہوں۔" میں نے اس کے شانے پر اپنی گرفت مضبوط کرتے ہوئے کہا "پڑوسیوں سے تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ ان میں سے کوئی پوچھے تو کہہ دینا کہ تمہارے مالک نے عارضی منیجر رکھا ہوا ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ دوسروں کی نگاہوں سے دور رہ کر اپنا زیادہ وقت کیبن میں گزاروں۔"

"اب میں ساری بات سمجھ گیا۔ میں قمر کو بھی سمجھا دوں گا کہ وہ کہیں بے وقوفی نہ کرے۔" وہ سر ہلاتے ہوئے بولا۔

اسی دوران میں، میں مسلسل یہ سوچتا رہا کہ اس پراسرار عورت کی شناخت کے بارے میں منیر سے کیا کچھ کریدا جا سکتا تھا۔ اس عورت کے چہرے مہرے اور حلیے کے بارے میں وہ جو کچھ بھی بتاتا، وہ شہر کی ہزاروں عورتوں پر صاد آسکتا تھا۔ لے دے کر صرف گاڑی کا نمبر رہ جاتا تھا جس کے سہارے اس عورت کا کوئی سراغ لگایا جا سکتا تھا مجھے اندیشہ تھا کہ منیر بدحواسی کے عالم میں گاڑی کا نمبر دیکھنا بھول گیا ہوگا۔ اسی خوف کے تحت میں وہ سوال پوچھنے سے گریز کر کے اس عورت کی شناخت کے دوسرے ذرائع کے بارے میں غور کرتا رہا مگر ہر طرف تاریکی ہی تاریکی نظر آرہی تھی۔

"تم نے اس عورت کی کار کا نمبر تو دیکھ لیا ہوگا۔" میں نے ڈرتے ڈرتے وہ سوال پوچھ ہی لیا۔

"میں اپنے ہاتھ میں اچانک دو ہزار کی بھاری رقم دیکھ کر بھونچکا رہ گیا تھا۔" اس نے اپنی تمہید سے میرا آدھا خون خشک کر دیا اور اپنی بات جاری رکھی "اس کی گاڑی آگے بڑھ جانے کے بعد مجھے ہوش آیا اور میں نے بروقت گاڑی کا نمبر دیکھ لیا ورنہ وہ ٹریفک کی بھیڑ میں گم ہو جاتی۔"

خوشی سے میرا دل بلیوں اچھل پڑا۔ میں نے اس کا بتایا ہوا نمبر فوراً پیڈ پر نوٹ کر لیا۔

"تم بہت ذہین اور سمجھ دار آدمی ہو۔" میں نے اس کی جائز تعریف کرنا ضروری سمجھا "تم نے کہیں کوئی غلطی نہیں کی بلکہ اس عورت کی گاڑی کا نمبر نوٹ کر کے ایک کارنامہ انجام دیا ہے۔ یہ دو ہزار روپے صرف تمہارے ہیں۔ یہ واقعہ قمر کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اسے تو میں پہلے ہی بتا چکا ہوں۔" اس نے منہ لٹکا کر کہا "میں آپ کی ناراضی سے ڈرا ہوا تھا۔ دماغ سن ہو کر رہ گیا تھا۔ میں نے اپنی الجھن اسے بتائی تو اسی نے مشورہ دیا کہ میں نے آپ کو اندھیرے میں رکھا تو میں نمک حرامی کروں گا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میں کیا کروں۔ وہ مجھے حوصلہ نہ دیتا تو شاید میں اس وقت بھی آپ کا سامنا کرنے کی ہمت نہ کر پاتا۔ وہ بھروسے کا آدمی ہے۔ کسی کو کچھ نہیں بتائے گا۔"

میں نے اپنی جیب سے پانچ پانچ سو روپے کے دو نوٹ

Downloaded from https://paksociety.com

نکالے اور اس کی طرف بڑھا دیے "یہ اسے دے دینا۔ وہ سمجھے گا کہ یہ دو ہزار میں اس کا حصہ ہے۔"

"نہیں صاحب!" وہ زور سے اپنی گردن ہلا کر بولا "اس کی ضرورت نہیں۔ ہم دونوں کے لیے ہزار ہزار بھی بہت ہیں۔"

وہ قمر کو پہلے ہی اعتماد میں لے چکا تھا تو امکان یہ تھا کہ قمر کے کان کیبن سے لگے ہوئے ہوں گے۔ جہانگیر نے اپنی نجی مصروفیات کو مدِنظر رکھتے ہوئے اس مختصر کیبن کو ہر اعتبار سے محفوظ بنانے کی پوری کوشش کی تھی لیکن شیشے کی پتلی دیواروں کے لیے آوازوں کو مکمل طور پر روکنا ممکن نہیں تھا۔ میں نے تاریک شیشے میں سے دیکھا کہ وہ کاؤنٹر کے آخری سرے کے پیچھے اسٹول پر سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے وہ نوٹ منیر کی جیب میں اڑسے اور اسے واپسی کا حکم دے دیا۔

اس کے اٹھتے ہی میرا ذہن آئی مین کی سیکریٹری کی طرف بھٹک گیا اور میں نے اسی لمحے منیر سے پوچھ لیا "وہ عورت پاکستانی تھی یا غیر ملکی لگ رہی تھی۔"

"اس کا رنگ گورا ضرور تھا مگر وہ پکی پاکستانی تھی۔ غیر ملکی ہوتی تو اس سے میری بات ہی نہیں ہو سکتی تھی۔" اس نے رک کر جواب دیا "میری تعلیم واجبی سی ہے۔ ساری انگریزی دواؤں کے نام پر ختم ہو جاتی ہے۔"

"بہت سے غیر ملکی بھی روانی سے اردو بول لیتے ہیں۔" اسے یہ بات یاد دلاتے ہوئے میرے ذہن میں ویرا کا پرفریب پیکر ابھر آیا۔

"نہیں صاحب' اس کا ناک نقشہ اور بول چال ہماری عورتوں جیسی تھی۔ میں اس بارے میں دھوکا نہیں کھا سکتا۔"

"ٹھیک ہے۔ اب تم جا کر باہر بیٹھو۔" میں نے اسے رخصت کر دیا۔

میں نے شیشے کے عقب سے دیکھا کہ وہ میرے پاس سے سیدھا قمر کے پاس گیا اور سر جوڑ کر اسے کچھ بتانے میں مصروف ہو گیا۔

میرے حساب سے وہ ایک کامیاب دن تھا۔ میری پہلی کوشش میں آئی مین' ماجد یمنی پر بھروسا کرنے پر آمادہ نہیں ہو سکا تھا۔ اس کے بھڑکنے اور تیزی سے ٹھکانے بدلنے کا بنیادی سبب یہ تھا کہ اس وقت رابطہ قائم کرنے میں پہل میری جانب سے ہوئی تھی مگر اس روز آئی مین نے جہانگیر پر ڈورے ڈالنے کے لیے فون کیا تھا جس کے نتیجے میں میرے اور اس کے پرپیچ مذاکرات ہوئے تھے۔ اس گفتگو کے نتیجے میں میری کئی غلط فہمیاں رفع ہو چکی تھیں۔

منیر کے ذریعے سامنے آنے والی پراسرار عورت کے کردار کی دریافت بھی کم اہم نہیں تھی۔ ابتدا میں ہمارے لیے آئی مین صرف ایک نام تھا لیکن رفتہ رفتہ اس کے دو مہرے ہماری نظروں میں آ گئے تھے۔ یہ اور بات تھی کہ نگیرو اور خوب رو عورت کے پتے ٹھکانے کے بارے میں ہمیں کچھ معلوم نہیں تھا۔

منیر کو رخصت کرنے کے بعد میرے دل پر اضطراب طاری ہونے لگا کہ میں جہانگیر کے کیبن کے قفس سے نکل کر اپنے گھر کی آزاد فضا میں پہنچوں اور اپنا کام آگے بڑھانے کی کوششیں شروع کروں مگر آئی مین کی طرف سے کسی فون کال کے انتظار میں میرا دکان میں موجود رہنا ضروری تھا۔

کچھ دیر کے غور و فکر کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ آئی مین کے پیغام کے انتظار میں میرا وہاں رکنا قطعی ضروری نہیں تھا۔ اس نے اپنا فیصلہ سنانے کے لیے چوبیس گھنٹوں کی مدت مقرر کی تھی جس میں آنے والی رات بھی شامل تھی۔ یہ تصور ہی احمقانہ تھا کہ فون کے انتظار میں رات بھر دکان کھلی رکھی جاتی۔ اس نے ایک ذمے داری اپنے سر لی تھی تو یہ اس کا فرض تھا کہ ایسے وقت فون کرے جب میں دکان میں موجود ہوں۔

کسی بھی مضبوط عذر کے ساتھ میں اسی وقت دکان سے رخصت ہو سکتا تھا۔

میں نے اپنا مختصر سا سامان سمیٹا اور باہر آ کر ان دونوں کو بتایا کہ میرے لیے کوئی بھی فون آئے تو یہ کہہ دیا جائے کہ میں دواؤں کی خریداری کے لیے مارکیٹ کی طرف گیا ہوا تھا جہاں سے واپسی میں مجھے تاخیر بھی ہو سکتی تھی۔

دکان کھولنا اور بند کرنا ان دونوں کے معمولات میں شامل تھا اس لیے مجھے چابیوں کی کوئی پروا نہیں تھی۔ انہیں ہدایت دینے کے بعد میں تیزی سے دکان سے باہر نکلا اور فٹ پاتھ پر رواں بھیڑ میں شامل ہو کر اس گلی کی طرف چل دیا جہاں میں نے گاڑی پارک کی ہوئی تھی۔

لی مارکیٹ سے گلشن اقبال تک کا فاصلہ خاصا طویل ہے۔ میں طویل اور بھیڑ بھاڑ والے راستوں سے بچتا ہوا گھر کے قریب پہنچا تو اول خان اور جلال کی گاڑیاں گھر کے سامنے کھڑی دیکھ کر میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔

میرے دل میں پہلا خیال یہ آیا کہ گھر پر کوئی واردات ہو گئی تھی جس کے بعد وہ دونوں وہاں پہنچے تھے۔ یہ ایک غیر

Downloaded from https://paksociety.com

معمولی بات تھی کہ وہ ہمارے گھر پر موجود تھے اور ان میں سے کسی نے مجھ سے فون پر رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

میں گاڑی باہر ہی بند کر کے اترا تو بھاٹک والی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ میں اندر داخل ہوا تو غزالہ انجن کی آواز پہچان کر گھر کا دروازہ کھولے میری منتظر تھی۔ یہ دیکھ کر میری جان میں جان آئی کہ اس کے چہرے پر دور دور تک ملال یا افسردگی کا شائبہ نہیں تھا۔ مجھ سے نگاہیں چار ہوتے ہی اس کے ہونٹوں پر ایک آسودہ مسکراہٹ تیر گئی۔

"خیریت تو ہے۔ یہ دونوں کیسے آئے ہیں؟" میں نے خلوت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کے لبوں کی شیرینی چرا کر سرگوشی میں پوچھا۔

"خود آکر دیکھ لیں۔ وہ آپ کے منتظر ہیں۔" اس نے لجا کر دھیرے سے کہا۔

ڈرائنگ روم سے ان لوگوں کے ہنسنے بولنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ میں راہداری طے کر کے ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تو جلال نے اٹھ کر نہایت تپاک سے میرا خیر مقدم کیا۔ اوّل خان سے میں کچھ دیر پہلے دکان پر مل چکا تھا۔ ویرا منہ پھلائے اپنی جگہ بیٹھی رہی۔

"خیریت تو ہے۔ آج یہ اہم اجتماع سیارگان کیسا ہے؟" میں نے ایک الگ صوفے پر بیٹھتے ہوئے سوال کیا۔

"وہ بھی معلوم ہو جائے گا۔ یہ بتاؤ کہ تمہاری دوائیں کہاں ہیں۔" جلال نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"دوائیں!" میں نے حیرت سے دہرایا "کیسی دوائیں؟"

"سنے میں آیا ہے کہ تم دواؤں کی خریداری کے لیے نکلے ہوئے تھے۔" جلال نے بات جاری رکھی۔

مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ اسے وہ اطلاع فارمیسی سے ملی ہوگی، میں نے پوچھا "تم نے دکان پر فون کیا تھا۔"

"ظاہر ہے۔" ویرا خشک لہجے میں بول پڑی "تمہاری مصروفیات کے بارے میں کسی کو الہام تو نہیں ہو سکتا تھا۔"

"میں الجھن میں پڑ گیا تھا کہ تمہارا انتظار کروں یا واپس لوٹ جاؤں۔ اول خان کے آجانے کے بعد میں نے کچھ دیر تک انتظار کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ فارمیسی کے لیے خریداری کرنے کے لیے گئے ہوگے۔ وہاں سے مجھے غلط اطلاع کیوں دی گئی؟"

"مجبوری تھی۔" میں نے شانے اچکا کر کہا "دکان پر کسی بھی وقت آئی مین کا فون آسکتا ہے۔ ملازمین کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ فون کرنے والے سے جرح کریں یا آئی مین کی آواز پہچان لیں۔ میں خود کہہ کر آیا تھا کہ وہ ہر ایک کو بلا کر کہہ جانے کی یکساں اطلاع دیں۔ تم نے مجھے موبائل پر فون کیوں نہیں کر لیا۔"

"بس باتیں چھڑ گئیں ورنہ جانے سے پہلے موبائل پر بات ضرور کرتا۔" وہ ہنستے ہوئے بولا "یہ کہو کہ آئی مین کا دوسرا فون آنے والا تھا۔"

بے اختیار میری استفسار طلب نگاہیں اول خان کی طرف اٹھ گئیں اور اس نے اعترافی انداز میں اپنا سر ہلاتے ہوئے کہا "اس کے پہلے فون کا واقعہ بہت اہم تھا۔ میں نے ان لوگوں کو پوری تفصیل بتا دی ہے۔"

"میں محسوس کر رہا ہوں کہ تمہارے پھیلائے ہوئے جال اکثر کامیاب رہتے ہیں۔" جلال نے کہا "ایمان داری کی بات یہ ہے کہ جب تم نے فارمیسی پر جہانگیر کی جگہ لینے کا فیصلہ کیا تو مجھے تمہاری کسی کامیابی کی امید نہیں تھی مگر تمہارے دونوں دن بار آور رہے ہیں۔ مجھے یہ سن کر مایوسی ہوئی ہے کہ سلطان شاہ کے ہاتھوں پٹنے والا نیگرو آئی مین نہیں بلکہ اس کا کوئی قریبی کارکن ہے۔"

"مگر سلطان شاہ کہاں ہے؟" اس کا ذکر آتے ہی میں بے ساختہ چونک پڑا۔

"میں نے دھوکے سے اسے خواب آور دوا کھلا کر سلا دیا ہے۔ اس کی گردن میں شدید درد ہو رہا تھا" ویرا نے شرافت سے جواب دے کر مجھے حیران کر دیا۔ "وہ جاگتے رہنے پر مصر تھا۔ میرا خیال تھا کہ اسے آرام کی ضرورت ہے۔ اب وہ اپنے کمرے میں پڑا آرام سے سو رہا ہے۔"

"تم کو دواؤں کی زیادہ شدید نہیں ہے۔ مسکن دوائیں خطرناک ہوتی ہیں۔ تم کو یہ تجربہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

"مجھے معلوم ہے کہ اب تم دوا فروش ہو گئے ہو مگر مجھے سبق پڑھانے کی کوشش مت کرو۔ اتنی فارمیسی میں بھی جانتی ہوں کہ ایمرجنسی میں کسی کو دوا تجویز کر سکوں۔" ویرا نے خوش دلی سے اعتراض کیا "میں سلطان شاہ کی بدخواہ نہیں ہوں۔"

"اول خان نے بتایا ہے کہ اس نے تمہیں دوبارہ شی میں شمولیت کی دعوت دی ہے۔" جلال نے پوچھا۔

"مجھے نہیں، اس نے اپنی دانست میں یہ دعوت جہانگیر کو دی ہے۔" میں نے اس کی تصحیح کی "وہ میرے خون کا پیاسا ہو رہا ہے۔"

"تم نے اپنی اور جہانگیر کی مخاصمت کے بارے میں اسے کوئی گندی کہانی بھی سنائی ہے۔" جلال نے مجھ سے تصدیق چاہی۔

Downloaded from https://paksociety.com

"مجبوری تھی۔ اسے یہ باور کرانا ضروری تھا کہ ظاہری دوستی کے باوجود ہم دونوں کے درمیان خوف ناک رقابت پروان چڑھ رہی ہے۔"

"دراصل ڈینی نے خود اسے راہ دی ہے۔" اول خان نے وضاحت کی "اس نے منافقت سے کام لیتے ہوئے اپنی بنیادی خواہش کو ثانوی درجہ دے دیا ہے اور یوں ظاہر کیا ہے جیسے ڈینی کے خلاف جہانگیر کا ساتھ دے کر وہ اس پر احسان کرے گا۔"

"بہرحال میں تمہاری حاضر دماغی کی داد دینے پر مجبور ہوں۔ جلال نے کہا "تم نے اس کے سامنے ہتھیار ڈالتے ہوئے زبردست وار کیا ہے۔ ایسے موذی شخص سے غیر متوقع طور پر بات کرتے ہوئے یہ سب سوچنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اب وہ تمہیں اپنی سلور آئی دکھانے کے لیے کیا طریقہ اپناتا ہے۔"

"بس دعا کرتے رہو کہ میرا ذہن کام کرتا رہے اور وہ زیر ہو جائے۔ اس وقت مجھ سے اس کی دہری بلکہ تہری امیدیں وابستہ ہیں۔"

"یہ تیسری امید کہاں سے نکل آئی؟ تم نے مجھے صرف دو باتیں بتائی تھیں۔ وہ تمہیں شی کا کارندہ بنالے اور تمہاری مدد سے تمہیں یعنی جہانگیر کی مدد سے ڈینی کو ٹھکانے لگادے۔" اول خان نے پوچھا "تیسری بات کیا ہے۔"

"کسی مرے ہوئے فرضی آئی مین کی سلور آئی جو جہانگیر کے قبضے میں ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہو! یہ اس کے لیے بڑی پرکشش ترغیب ہوگی۔" جلال نے تعریفی لہجے میں کہا "میری معلومات کے مطابق ایک سلور آئی رکھنے والا شی کا آئی مین ہوتا ہے۔ کسی کے پاس دو سلور آئیز ہوں تو وہ سپر آئی مین بن جاتا ہے۔ دوسری سلور آئی مل جانے سے اس کے منصب میں خود بہ خود ترقی ہو جائے گی۔"

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ملاقات ہونے پر تم اپنی سلور آئی دکھا کر اس کی برابری کا دعویٰ کردو۔" اول خان نے ایک انوکھی راہ تجویز کی۔

"بالکل ہو سکتا ہے۔ شی کے میثاق کے تحت وہ میرا احترام کرنے پر مجبور ہوگا۔"

"یہ امریکی پکے بدمعاش ہوتے ہیں۔" ویرا نے میری بات کاٹ کر حقارت سے کہا "اپنے مفاد کی بات ہو تو اعلیٰ ترین اخلاقی اور قانونی اقدار کی تبلیغ کریں گے جہاں ان کا مفاد نہ ہو، یہ ہر قانون اور میثاق کی دھجیاں اڑا دیتے ہیں۔ وہ کسی چیز کا کوئی احترام نہیں کرے گا۔ تم نے ایسی کوئی حماقت کی تو وہ تمہاری گردن کاٹ کر تمہاری سلور آئی چھین لے گا تاکہ اپنے اقتدار کا خواب پورا کر سکے۔"

"میں بھی یہی کہہ رہا تھا۔" میں نے وضاحت کی "شی کا ضابطہ اپنی جگہ پر ہے۔ آئی مین کی نیت کچھ بھی ہو سکتی ہے۔ مجھے یہ خطرہ مول لینے کی ضرورت نہیں۔ میں تو آخر تک اس پر یہی ظاہر کروں گا کہ میں اس سے مرعوب ہو چکا ہوں۔"

"تم بالکل صحیح خطوط پر چل رہے ہو۔ میں تمہاری کامیابی کے لیے دعاگو رہوں گا۔" جلال نے کہا۔

"تم نے اب تک یہ نہیں بتایا کہ ادھر کیسے آئے ہو اور تمہاری طرف کیا خبریں ہیں۔"

"اس وقت مطلع صاف ہے۔ ہر طرف سے اچھی خبریں آرہی ہیں۔ راجا اندر سے ٹوٹ پھوٹ کر رہ گیا ہے اور خود بہ خود سب کچھ اگل چکا ہے۔ اس کی نشان دہی پر پولیس نے شہر کے کئی ٹھکانوں پر ریڈ کر کے ہیروئن کی بھاری مقدار برآمد کی ہے۔ کئی اہم مہروں کے ساتھ چھوٹے موٹے منشیات فروش بھی پکڑے گئے ہیں۔ مارکیٹ میں ہیروئن کا قحط پڑنے کی صورت میں عادی ہیروئنچیوں کی حالت ابتر ہو جائے گی۔ عبدالستار ایدھی سے طے کیا گیا ہے کہ اگلے چند روز میں شہر کے سارے آوارہ ہیروئنچیوں کو ٹرکوں میں بھر کر سپرہائی وے پر اپنا گھر میں پہنچا دیا جائے گا جہاں ماہرین ان کا علاج کریں گے۔"

"یہ آسان کام نہیں ہوگا۔" اول خان نے تشویش سے کہا "اس مہم کی کامیابی کے لیے خطیر فنڈز درکار ہوں گے۔ شہر میں آوارہ ہیروئنچیوں کی تعداد ہزاروں سے بھی متجاوز ہے۔ ان کے کھانے پینے کا بڑا خرچہ ہوگا۔ علاج معالجہ اس کے علاوہ ہے۔"

"حکومت نے فراخ دلی سے فنڈز فراہم کرنے کی پیش کش کی ہے جسے ایدھی نے قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ وہ سب کچھ اپنے ذرائع اور مخیر شہریوں کی مدد سے کریں گے۔" جلال نے بتایا "سمجھ میں نہیں آتا کہ اس شخص کو اس قدر پیسہ کہاں سے مل جاتا ہے۔ حکومت ہر سال ایکسپلیں کرتی ہے۔ قانون کا ڈنڈا چلاتی ہے۔ پھر بھی کسی سال ٹیکسوں کی وصولی کا ہدف پورا نہیں ہوتا۔ ایدھی ایک فرد ہے۔ وہ جس کام کا بیڑا اٹھا لیتا ہے، لوگ اسے پورا کرنے میں اس کی مدد کرتے ہیں۔"

"یہ نیتوں کا فرق ہے۔" ویرا نے کہا "ایدھی پر لوگوں کو [illegible] جو رقوم مخیر مدوں

Downloaded from https://paksociety.com

میں خرچ ہوں گی۔ ٹیکس کے معاملے میں لوگ بھاگتے ہیں۔ ان کو معلوم ہے کہ بیوروکریسی بیشتر رقمیں اللے تللے اڑانے میں صرف کردیتی ہے۔ ان رقوم کو بہت بے رحمی سے لوٹا اور ضائع کیا جاتا ہے۔ کوئی اپنا پیسہ برباد کرنا پسند نہیں کرتا۔ ایدھی کا کوئی حساب کتاب نہیں رہتا مگر اعتبار ہر روز توانا ہورہا ہے اور وہ کامیاب ہے۔"

"پھر تو ایدھی صاحب کو تجرباتی طور پر وزیر خزانہ بنادینا چاہیے۔" اول خان نے ہنس کر کہا۔

"تمہارا نظام کرپٹ ہے۔" ویرا یہ کہہ کر اچانک جلال سے مخاطب ہوگئی "میں تم سے معذرت چاہتے ہوئے کہوں گی کہ ہماری بیوروکریسی چند ہفتوں میں اس مخلص اور سادہ لوح سماجی رہنما کو سربازار رسوا کردے گی۔ اس نظام میں کسی ایمان دار آدمی کے چلنے کی گنجائش نہیں ہے۔"

"ہم اپنے موضوع سے بھٹک گئے۔" میں نے گفتگو میں دخل اندازی کرتے ہوئے کہا "بات جلال کی خبروں کی ہورہی تھی۔"

"راجا کے خلاف سنگین فرد جرم تیار کی جارہی ہے۔" سب کو خاموش پاکر جلال نے اپنی بات شروع کی "ویرا کی یہ بات بالکل غلط ہے کہ ہمارے کرپٹ نظام میں کسی ایمان دار آدمی کی گنجائش نہیں ہے۔ میں مانتا ہوں کہ ہمارا نظام بہت بگڑا ہوا ہے مگر اس میں خوفِ خدا رکھنے والے نیک بندے بھی ہیں جو اس ملک کی بہتری کے لیے شب و روز انتھک محنت کررہے ہیں۔ یہ ان کی کوششوں ہی کا ثمر ہے کہ یہ ملک پیچھے جانے کے بجائے رینگ رینگ کر آگے بڑھ رہا ہے اور کسی بھی وقت ایک ایٹمی طاقت ہونے کا اعزاز حاصل کرسکتا ہے۔"

"مجھے معلوم تھا کہ تم بیوروکریٹ ہو۔ میری بات تمہیں ضرور بری لگے گی۔" ویرا ہنستے ہوئے بولی "میں خلوصِ دل سے اپنے بیان پر معذرت چاہتی ہوں۔ ایمان داری سے کام کرنے والے بے ایمانی کے جہنم میں بھی اپنے گلزار بنالیتے ہیں۔ شاید تمہارا ملک ان کی کوششوں سے ہی زندہ ہے۔"

"شکریہ ویرا۔" جلال نے فراخ دلی سے اس کی معذرت قبول کرلی "تم کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ چوپڑا کو نہایت قلیل مدت میں ہر اس تحفظ سے محروم کردیا گیا ہے جو اسے بھارتیوں سے ہونے والے مذاکرات کے نتیجے میں حاصل ہوا تھا۔ اب وہ اندرونِ سندھ میں عذاب سے گزر رہا ہے۔ اس کے انکشافات ہوش ربا ہیں۔"

"اس کے انکشافات کی روشنی میں ملک دشمنوں کے خلاف کارروائی بھی ہورہی ہوگی!" ویرا نے پوچھا۔

"زبردست کریک ڈاؤن ہورہا ہے مگر اس کی خبریں فی الحال روک لی گئی ہیں تاکہ کوئی افراتفری نہ پھیلے۔" جلال نے کہا "چوپڑا پاکستانی نژاد ہوتے ہوئے بارہ برس سے را والوں کے پے رول پر تھا۔ انہوں نے اسے مستقل طور پر کراچی میں تعینات کیا ہوا تھا۔ اس پوری مدت میں وہ بھارت سے تعینات ہوکر آنے والے کئی افسروں کے ساتھ کام کرچکا تھا۔ اس نے کئی ایسے ہندو اور مسلمان غداروں کے ناموں کا انکشاف کیا ہے کہ ہم چونک پڑے ہیں۔ ان کو ایک ایک کرکے پکڑا جارہا ہے۔"

"ایسے غدار بھارتی ایجنٹوں سے زیادہ سنگین مجرم ہیں جو ظاہری طور پر پاکستان کا دم بھرتے ہیں لیکن اندرون خانہ دشمنوں کے لیے کام کرتے ہیں۔" اول خان نے نفرت بھرے لہجے میں کہا "ان کو چن چن کر مار دینا چاہیے۔"

"تمہارے لیے یہ کہنا آسان ہے مگر ہم ایسا نہیں کرسکتے۔ ان سب کو قانون کے حوالے کردیا جائے گا۔" جلال نے کہا۔

"تم ہمیشہ قانون شکنی سے دامن بچاتے ہو اور ضابطوں وغیرہ کے حوالے دیتے رہتے ہو تو پھر تمہیں بیم گن کی کیا ضرورت ہے۔" ویرا نے اچانک اس سے ایک چبھتا ہوا سوال کرڈالا۔

"یہ یکایک بیم گن کا ذکر کہاں سے نکل آیا؟" میں نے حیرت سے باری باری ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"دراصل اس وقت میں بیم گن لینے کے لیے یہاں آیا تھا۔" جلال نے وضاحت کی "غزالہ کی اجازت سے ویرا نے تمہارا پورا کمرا چھان مارا مگر اس کا کہیں سراغ نہیں مل سکا۔ اس کے لیے میں تمہارا انتظار کررہا تھا۔"

"فارمیسی پر مجھے کسی بھی وقت غیر متوقع خطرات کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہنا پڑتا ہے اس لیے میں بیم گن اپنے ساتھ لے جاتا ہوں۔" میں نے اپنی جیب سے بیم گن نکال کر میز پر رکھ دی اور کہا "تم کو اس کی کیا ضرورت پیش آگئی؟"

"ونود کراچی میں ہے۔" جلال نے گمبھیر سنجیدگی سے جواب دیا "وہ سمجھ رہا ہے کہ یہاں اس کا ریکارڈ بے داغ ہے۔ وہ نیا نیا آیا ہے۔ اس لیے کوئی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوگا۔ وہ پوری بے فکری اور بے خوفی سے کراچی کی تفریح گاہوں میں گھومتا پھر رہا ہے۔"

"اوہ.... تو تم نے اسے ٹھکانے لگانے کا فیصلہ کرلیا ہے۔" میں نے تحیر زدہ سرگوشی میں پوچھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

"عبداللہ کا لہو انتقام کا طلب گار ہے۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ میں وٹو کو زندگی بھر معاف نہیں کروں گا۔" جلال کا لہجہ سرد ہو گیا۔

"تمہارے کڑے اصولوں کے مطابق یہ قانون سے انحراف ہوگا۔ اسے پکڑ کر عدالت کے کٹہرے میں پہنچانے کے بعد تمہارا کام ختم ہو جانا چاہیے۔" ویرا نے کہا۔

میں نے ویرا کو کڑی نظروں سے گھورا۔ میری دانست میں وہ حد سے تجاوز کر رہی تھی۔ مجھ سے نگاہیں چار ہوتے ہی اس نے اپنی توجہ دوسری طرف مبذول کر لی۔

جلال کہہ رہا تھا "میرے اصول اب بھی اپنی جگہ پر ہیں۔ یہ آئی بی کا نہیں' میرا ذاتی فیصلہ ہے۔ میں گوشت پوست کا بنا ہوا ایک عام انسان ہوں جس کے سینے میں دل کے ساتھ گہرے احساسات بھی دھڑکتے ہیں۔ میں عبداللہ کے خون کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ اپنی ذاتی حیثیت میں وٹو سے اس جرم کا بدلہ ضرور لوں گا جس کے خلاف پاکستان کی عدالتوں میں کوئی ثبوت یا گواہی پیش نہیں کی جا سکتی۔"

مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ اس بار ویرا نے جلال کے جواب میں کوئی کڑوی کسیلی بات نہیں کہی تھی۔ اس نے نرمی سے کہا تھا "میں بھی یہی بات کہتی ہوں کہ ہم سب گوشت پوست کے بنے ہوئے انسان ہیں' مشینی روبوٹ نہیں ہیں۔ ہم سب کے اپنے اپنے جذبات اور احساسات ہیں۔ تم کو اپنے جذبات پر بہت زیادہ اختیار حاصل ہے کیونکہ تمہارے ہاتھوں میں تمہاری منصبی ذمے داریوں کی ہتھکڑیاں لگی ہوئی ہیں۔ ہم آزاد اور بے لگام ہیں۔ ہم مشتعل ہوتے ہیں تو جو دل میں آتا ہے' کر گزرتے ہیں۔ تم ہمیشہ خود پر قابو پا کر قانون کا سہارا لیتے ہو لیکن ظلم کی کوئی حد ہوتی ہے۔ تم دیکھ لو کہ عبداللہ کے سفاکانہ قتل نے تمہارے حساب سے وہ حد توڑ دی۔"

"تمہاری ہر بات اپنی جگہ درست ہے۔ میں منافق نہیں ہوں کہ اپنے دل کی بات اپنے خیر خواہوں سے پوشیدہ رکھوں۔ میں نے جو فیصلہ کیا ہے' اس پر عمل ضرور کروں گا۔ اس بارے میں' میں بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔" جلال نے سرد اور سپاٹ لہجے میں کہا۔

"یہ تمہارا ذاتی فیصلہ ہے تو اس پر عمل درآمد کے لیے تم اپنی ایجنسی کے کسی فرد سے مدد نہیں لو گے۔" میں نے پوچھا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تم سب میرے ڈسپلن سے باہر کے ہمدرد ہو' قانون کے بجائے اپنے ضمیر کے فیصلوں پر عمل کرتے ہو' اس لیے میں نے تمہیں اپنے عزائم سے آگاہ کر دیا ہے ورنہ میرے کسی آدمی کو کانوں کان بھی پتا نہیں چلے گا کہ وٹو کے ساتھ کیا ہوا ہے۔"

"یعنی تم عبداللہ کی شہادت کا بدلہ خود لو گے؟" اول خان نے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ارادہ یہی ہے مگر ایسا ہونا ضروری نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ میرے اشارے پر یہ کام کوئی اور کر گزرے۔ اس کا انحصار آخری لمحات پر پیش آنے والے واقعات اور حالات پر ہوگا۔ اس بارے میں' میں پیشگی کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"میں تمہارا مددگار بلکہ دست راست بننے کے لیے تیار ہوں۔" اول خان نے پرخلوص لہجے میں پیش کش کی "میں کوئی سوال کیے بغیر تمہاری ہدایات پر عمل کروں گا اور اس کام کو جرم کے بجائے فرض سمجھ کر انجام دوں گا۔"

"میں تمہاری اس پیش کش کی دل سے قدر کرتا ہوں مگر اسے قبول کرنے سے قاصر ہوں۔ میں کہہ چکا ہوں کہ میں اپنے فیصلے پر کوئی بحث کرنا پسند نہیں کروں گا۔ میرا خیال ہے کہ بات بڑھا کر ہم بحث کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔"

میں نے اول خان کو آنکھ سے اشارہ کیا اور اس نے خاموشی اختیار کر لی۔ میں اندازہ لگا چکا تھا کہ جلال اس وقت ہم لوگوں سے نہایت سرد اور سپاٹ لہجے میں بات کر رہا ہے لیکن عبداللہ کے ظالمانہ قتل اور اس کے متوقع انتقام کا ذکر کرتے ہوئے اس کے سینے میں جذبات کا ایک جوالا مکھی ابل رہا تھا جس پر وہ مشکل سے قابو پائے ہوئے تھا۔ ایسے نازک وقت میں اسے زیادہ چھیڑنا مناسب نہیں تھا۔

"بس' اب اس بارے میں کوئی ایک لفظ بھی نہیں کہے گا۔" میں نے ہاتھ اٹھا کر اسے یقین دلایا۔

"گڈ!" اس نے سر جھکا کر سپاٹ لہجے میں کہا "اب اجازت ہو تو میں تمہاری بیم گن مستعار لے لوں۔"

میں نے جلدی سے میز پر سے گن اٹھا کر اس کی طرف بڑھاتے اور کہا "دعا کرو کہ میں آئی مین کو ٹھکانے لگا کر اس کی بیم گن بھی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔"

"اس نے میرے ہاتھ سے بیم گن لے کر اپنی جیب میں ڈال لی اور کہا "کام ہوتے ہی یہ تمہیں واپس مل جائے گی۔ مجھے معلوم ہے کہ آئی مین سے برابری کے مقابلہ کرنے کے لیے تمہیں کسی بھی وقت اس کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔"

"تم اس کی فکر نہ کرو۔ اس کے ساتھ مکاری کا کھیل چل رہا ہے۔ میرا بیم گن کے بغیر بھی گزارا ہو جائے گا۔"

"آثار بتا رہے ہیں کہ تم اسے جلد ہی زیر کر لو گے۔ مجھے

Downloaded from https://paksociety.com

اڑتی اڑتی سی غیر مصدقہ خبر ملی ہے کہ یہاں امریکی قونصل خانے میں جیک اسمتھ نامی ایک سیاہ فام امریکی کو دیکھا گیا ہے جس کے چہرے پر کئی شدید ضربات کے نشان ہیں۔ وہ آئی مین کا مددگار ہو سکتا ہے۔ میں اس کے بارے میں مزید معلومات جمع کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

"آئی مین شہری کمین گاہ میں رہ رہا ہے۔ اگر اس کا ساتھی قونصل خانے میں دیکھا گیا ہے تو سی آئی اے یا ایف بی آئی کا کوئی افسر ہو سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"جیسے ہی کوئی تازہ خبر ملی، میں تم کو آگاہ کروں گا۔" اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"میں تمہاری طرف سے اچھی خبروں کا منتظر رہوں گا۔" میں نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا اور اسے رخصت کرنے کے لیے نکاس کے راستے کی طرف بڑھ گیا۔

دروازے پر اول خان نے میرے ساتھ مل کر اسے الوداع کہا۔ اس کے چلے جانے کے بعد اول خان نے کہا "آج جلال کے تیور اچھے نہیں تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ معاملہ بالکل تل گیا ہے اور اب وٹود کا وقت پورا ہو چکا ہے۔"

"خون ناحق سر چڑھ کر بولتا ہے۔" میں نے جواب دیا "وٹود کے گمان میں بھی نہیں ہو گا کہ اس کا عبرت ناک انجام اسے دہلی سے اسلام آباد کے راستے کھینچ کر کراچی لایا ہے۔ وہ بے فکری سے یہاں موج اڑا رہا ہے۔ شاید کل اس کی لاش موضوع سخن بنی ہوئی ہو گی۔"

آخری الفاظ میں نے ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے کہے تھے جو ویرا کے کانوں میں پڑ گئے اور وہ اول خان سے پہلے بول پڑی "وہ ہر وقت ہمیں امن اور قانون پروری کے سبق سکھاتا رہتا ہے۔ آج اسے قاتل کرنے کا بہترین موقع تھا جو تم نے ضائع کرا دیا۔"

"اپنے منصب پر رہتے ہوئے اسے وہی کچھ کہنا چاہیے جو وہ کہتا رہتا ہے۔ تم یہ دیکھو کہ اس نے کبھی ہمارا راستہ روکنے کی کوشش نہیں کی۔ میں جب تک فوج میں رہا، سختی سے ڈسپلن کی پابندی کرتا رہا۔ آج میرا فلسفہ بالکل بدلا ہوا ہے۔" اول خان نے اسے سمجھایا۔

"تم ہر بات میں اپنی مثال نہ دیا کرو۔ تم ہمیشہ عملی زندگی سے بہت قریب رہے ہو۔"

"وہ بھی عملی دنیا کا ایک زیرک آدمی ہے۔" اول خان نے کہا "اس وقت اس کا دبا دبا ردِ عمل دیکھ کر مجھے محاذ پر لڑتے ہوئے اپنے وہ جوان یاد آ رہے تھے جو دشمن کی گولا باری سے اپنے ایک ساتھی کی شہادت کے بعد دیوانہ وار جوابی کارروائی پر تل گئے تھے۔ کافی بعد میں ہمیں پتا چلا کہ اس روز کے تصادم میں میری کمپنی نے ایک جوان کے بدلے دشمن کے سات سپاہیوں اور ایک افسر کو جہنم واصل کر دیا تھا۔ آج جلال انتقام کی ایسی ہی آگ میں جھلس رہا تھا۔"

جلال کی موجودگی میں غزالہ اِدھر اُدھر مصروف رہی تھی۔ اس کے چلے جانے کے بعد وہ بھی ہمارے ساتھ آ بیٹھی۔ موقع پا کر اس نے پوچھا "آج آپ پھر جلدی لوٹ آئے۔۔۔"

ویرا نے جھٹ اس کی بات درمیان سے اچک لی اور کہا "ڈینی کو تمہارا چہرہ دیکھتے رہنے کی عادت پڑ گئی ہے۔ دکان پر دل نہیں لگا ہو گا۔"

"یہ بات تو سامنے آ گئی کہ جلال بیم گن لینے کے لیے یہاں آیا تھا لیکن تم کو یہاں دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی ہے۔" میں نے ویرا کے بیہودہ تبصرے کو نظر انداز کر کے اول خان کو بتایا "میں یہ سوچ کر آیا تھا کہ فون کر کے تمہیں گھر بلا لوں گا۔"

"تم نے مجھے بلانے کے بارے میں سوچا اور میں یہاں پہنچ گیا۔ اسے شاید ٹیلی پیتھی کہتے ہیں۔" اول خان نے ہنس کر جواب دیا "میں ایک عجیب خبر لے کر آیا تھا۔"

"مجھے ہر وقت خبروں کا انتظار رہتا ہے۔ تم اب تک خاموش کیوں بیٹھے ہوئے ہو؟"

"جلال کے دماغ پر اپنی دھن سوار تھی۔ میں نے اس کے سامنے زبان کھولنا مناسب نہیں سمجھا۔ تمہیں معلوم ہے کہ آج ایک چالاک اور خوب رو عورت نے تمہاری فارمیسی کے ایک ملازم سے ملاقات کی تھی اور شاید اسے کوئی رقم بھی دی تھی۔"

اول خان کی زبان سے وہ ذکر سن کر میں حیران رہ گیا۔

"تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟"

"میرے دو آدمی وہاں موجود ہیں۔ تمہارے ساتھ انہوں نے دونوں ملازمین پر بھی نظر رکھی ہوئی ہے۔ میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ دکان کے باہر بھی کسی نہ کسی کی موجودگی ضروری ہے۔ تم کو اس ملاقات کے بارے میں کیسے معلوم ہوا۔"

"جہانگیر کے دونوں ملازم وفادار ہیں۔ وہ عورت منیر نامی ملازم سے ملی تھی۔ اس نے واپس آ کر پوری بات بتانے کے ساتھ وہ دو ہزار روپے بھی میرے حوالے کر دیے جو عورت نے اسے دیے تھے۔ اس نے ہوشیاری یہ کی کہ اس کی گاڑی

Downloaded from https://paksociety.com

کا نمبر نوٹ کرلیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ تم اس نمبر کے ذریعے اس پراسرار عورت کا کھوج لگالوگے۔"

"میں نمبر بھی چیک کرالوں گا۔ ایسے چکروں میں گاڑیوں کے نمبر عام طور پر جعلی ثابت ہوتے ہیں یا پھر گاڑی کسی اور کے نام رجسٹرڈ ہوتی ہے۔ درمیان میں کئی ہاتھوں سے گزرنے کے بعد اوپن لیٹر آف اتھارٹی پر آخری خریدار کے استعمال میں ہوتی ہے۔"

"فارمیسی پر روز کچھ نہ کچھ ہورہا ہے۔" غزالہ نے پرتشویش لہجے میں کہا "اس عورت نے رشوت دے کر منیر سے کیا پوچھا تھا۔"

"وہ بہت خطرناک وار تھا۔ منیر سے ذرا بھی چوک ہوجاتی تو وہ عورت یہ معلوم کرنے میں کامیاب ہوجاتی کہ جہانگیر کی جگہ کسی اور نے لی ہوئی ہے۔"

"یہ خطرہ تو اب بھی برقرار ہے۔ ملازموں کو معلوم ہونا چاہیے کہ تم بعض نامعلوم لوگوں کے لیے جہانگیر بنے ہوئے ہو۔" ویرا نے بے ساختہ کہا۔

"میں نے اب انہیں اعتماد میں لے لیا ہے۔" میں نے اسے آگاہ کیا "میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ اس عورت نے کل دو بجے دوبارہ آنے کے لیے کیوں کہا ہے۔ اس نے دو ہزار روپے دے کر شاید یہ فرض کرلیا ہوگا کہ منیر مجھے کچھ نہیں بتائے گا۔ کل وہ پچ کر نہیں جاسکے گا۔ اس پراسرار عورت نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے۔"

"تمہیں اس کی طرف سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں اور نہ اسے پکڑنے کے لیے کل تک انتظار کی ضرورت ہے۔ چاہو تو تھوڑی دیر میں اسے یہاں لایا جاسکتا ہے۔"

میں نے حیرت سے اول خان کی طرف دیکھا اور پوچھا "کیا وہ تمہارے آدمی کو اپنا پتا بتا کر گئی ہے؟"

"دو آدمی مامور کرنے کا یہ فائدہ ہوا کہ ایک اس عورت کے پیچھے نکل گیا۔ وہ کلفٹن کے ساحلی علاقے میں ایک کثیر المنزلہ عمارت کی آٹھویں منزل کے فلیٹ میں رہتی ہے اور میڈم کے نام سے خاصی مشہور بلکہ بدنام ہے۔"

"تمہارے آدمی واقعی بہت فرض شناس ہیں۔" میں نے خوش ہوکر کہا "میڈم کے بارے میں اور کیا معلوم ہوا۔"

"وہ قطعی پراسرار نہیں ہے۔ انتہائی بے ضمیر اور قابلِ نفرت عورت ہے۔" اول خان کے لہجے سے تنفر جھلک رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "کسی زمانے میں وہ خود کال گرل رہی ہوگی۔ عمر ڈھل جانے کے بعد اس نے اپنی زندگی کا ڈھب بدل دیا ہے۔ اس کا فلیٹ ولایتی شراب اور دیسی لڑکیوں کی سپلائی کے اڈے کے طور پر بدنام ہے۔ پڑوسی اس سے عاجز ہیں لیکن مجبور ہیں کیونکہ وہ فلیٹ میں کرائے دار نہیں' اس کی مالکن ہے۔"

غزالہ شرمیلی نہیں تھی لیکن وہ تذکرہ اتنا گھناؤنا تھا کہ وہ ازخود ڈرائنگ روم سے ٹل گئی۔

"وہ ایسا گندا کاروبار کررہی ہے تو اسے کسی نہ کسی بڑے پولیس افسر کی سرپرستی بھی حاصل ہوگی۔" ویرا نے کہا۔

"اس کے بغیر ڈنکے کی چوٹ پر غلط کام نہیں کیے جاسکتے۔" اول خان نے کہا "یہ ابتدائی معلومات ہیں۔ میرا آدمی میڈم کے کوائف جمع کررہا ہے۔"

"اس نے منیر سے جو کچھ پوچھا اس سے ظاہر ہوگیا تھا کہ وہ پست ذہنی سطح کی عورت ہے۔ اس میں ذرا سی بھی ذہانت ہوتی تو وہ منیر سے بہت کچھ اگلوا سکتی تھی۔ وہ آئی مین کے ساتھیوں میں سے نہیں ہوسکتی۔ کسی خاص مقصد کے لیے کرائے پر اس کی خدمات حاصل کی گئی ہوں گی۔"

"کیوں نہ آج شام اس کے اڈے کا چکر لگالیا جائے۔" ویرا نے تجویز پیش کی۔

"یہ ممکن نہیں ہوگا۔" اول خان نے اس کی تجویز سنتے ہی مسترد کردی۔ "پڑوسیوں نے تھانے میں اس کے خلاف کئی درخواستیں دی ہیں لیکن پولیس والوں نے محض اس بنا پر ہربار کوئی کارروائی کرنے سے انکار کردیا ہے کہ وہاں مردوں کی آمدورفت نہ ہونے کے برابر ہے۔"

"پھر اس کا کاروبار کیسے چلتا ہوگا؟" میں نے پوچھا۔

"بدی کے قدیم ترین پیشے پر قانونی پابندیوں نے ہمیشہ نت نئی راہوں کو جنم دیا ہے۔" اول خان نے خفگی سے کہا "وہاں سرشام لڑکیاں جمع ہوتی ہیں اور بن سنور کر اپنی نامعلوم منزلوں پر گاہکوں سے ملاقات کے لیے روانہ ہوجاتی ہیں۔ میڈم کسی مرد کو اپنے فلیٹ میں نہیں آنے دیتی۔"

"اور اس کا مے خانہ کیسے چلتا ہے؟" ویرا نے دلچسپی لیتے ہوئے سوال کیا۔

"اس کے دونوں دھندے فون پر چلتے ہیں۔ اس نے دو جوان لڑکوں کو ملازم رکھا ہوا ہے جو موٹر سائیکلوں پر شراب کی بوتلیں لاد کر خریداروں کے گھر اور دفاتر تک پہنچاتے ہیں۔ یہ اس کے کام کے کھلے راز ہیں جو عمارت کے چوکیدار تک کو معلوم ہیں۔ میرے آدمی کو ان معلومات کے حصول میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔"

"تم نے میرے سر سے بہت بڑا بوجھ اتار دیا" میں نے ایک گہرا سانس لے کر تشکر آمیز لہجے میں کہا "میں یہ سوچ کر

Downloaded from https://paksociety.com

آیا تھا کہ کار کے نمبروں کے ذریعے اس کی موجودہ مالکن تک پہنچنے کے لیے تم کو خاصی تگ ودو کرنی پڑے گی مگر یہاں سب کچھ تیار ہے۔"

"تم لوگوں کا اس کے گھر جانا ممکن نہیں تو اسی کو اٹھوالو" ویرا نے متبادل تجویز پیش کردی "ایسی بے حیا عورتیں کسی بھی زیادتی پر شور نہیں مچاتیں۔ ہر لمحے اور ہر قیمت پر سمجھوتا کرنے کے لیے تیار رہتی ہیں۔ اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر اسے یہاں بھی لایا جاسکتا ہے۔"

"فی الحال اسے چھیڑنا مناسب نہیں ہوگا۔ سب کچھ گڑبڑ ہوسکتا ہے" میں نے کہا۔

"تم اس عورت کو آئی مین سے ملا کر سوچ رہے ہو۔ ضروری نہیں کہ ان دونوں کا آپس میں کوئی تعلق ہو۔ وہ تم کو چوبیس گھنٹے کا وقت دے چکا تھا تو اسے میڈم کو تمہاری طرف بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔ غالب امکان یہ ہے کہ میڈم کو بھیجنے والا کوئی اور رہا ہوگا۔" ویرا میڈم کے خلاف فوری کارروائی پر مصر تھی۔

"اگر بات ڈینی کی ہوتی تو کچھ بھی سوچا جاسکتا تھا" اول خان نے میرا ساتھ دیتے ہوئے ویرا کو سمجھایا "اس کے ہزار دشمن ہیں لیکن گولڈن فارمیسی کے حوالے سے اس وقت ہمارے سامنے صرف ایک حریف ہے۔ اسے نظرانداز کرکے دوسری سمتوں میں دماغ لڑانا حماقت ہے۔"

"تم ایک اہم نکتے کو نظرانداز کررہے ہو" ویرا بحث پر اڑی ہوئی تھی "تم نے بتایا ہے کہ آئی مین نے کوئی فیصلہ کرنے کے لیے چوبیس گھنٹے کا وقت مقرر کیا ہے۔ وہ ڈیڈ لائن دو بجے سے بہت پہلے ختم ہوجائے گی۔ میڈم دو بجے منیر سے ملنے کے لیے آئے گی تو آئی مین کوئی نہ کوئی فیصلہ کرچکا ہوگا پھر اس کے لیے میڈم کی آمد کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے۔"

"چوبیس گھنٹوں میں وہ کوئی فیصلہ کرے گا۔ مجھ سے ملنے کے لیے نہیں پہنچ جائے گا" میں نے غصے سے کہا "ہوسکتا ہے کہ ملاقات کی صورت کی بارے میں میڈم کی کوئی افادیت ہو۔"

"تم اس ناہنجار عورت کو ڈھیل دینا چاہ رہے ہو تو تمہاری مرضی، میں تمہارا وقت بچانا چاہ رہی تھی" ویرا نے معصومیت سے کہا اور چپ سادھ لی۔

غزالہ گھرداری میں وقت برباد کرنے کی قائل نہیں تھی۔ ڈرائنگ روم سے جانے کے بعد اس نے اپنا وقت کچن میں گزارا تھا اور پھر چائے کی میز لگادی تھی۔

ہم چاروں میز کے گرد بیٹھے چائے پی رہے تھے کہ سلطان شاہ بیدار ہوکر اپنے کمرے سے نکل آیا۔ اس کے چہرے کی ضربات حیرت ناک سرعت کے ساتھ معمول پر آرہی تھیں لیکن نیند سے بیداری کے سبب اس کی آنکھیں متورم تھیں۔

اس نے قریب آکر سب کو سلام کیا اور پھر میز سے کچھ دور رک کر دونوں ہاتھ اپنی کمر پر رکھ کر کھڑا ہوگیا۔ اس کی کینہ توز نگاہیں ویرا کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"کیا کوئی برا خواب دیکھ کر آئے ہو جو مجھے یوں گھور رہے ہو" ویرا نے اس کی نگاہوں سے بے چین ہوکر پوچھا۔

"تم نے مجھے کون سی دوا دی تھی؟" سلطان شاہ نے غراتے ہوئے سوال کیا۔

"پہلے بھی دس دفعہ بتادیا تھا کہ وہ درد کی دوا تھی" ویرا نے اس سے جان چھڑانے کے لیے تنک مزاجی کا مظاہرہ ضروری سمجھا۔

"تم جھوٹی ہو، گولیوں کا پیکٹ میرے سرہانے بھول آئی تھیں۔ میں نے ابھی اس کا پرچہ پڑھا ہے۔ وہ نیند کی تیز دوا ہے۔"

"ہوگی" ویرا نے ڈھٹائی اور بے پروائی سے کہا "یہ بتاؤ کہ سونے سے تم کو آرام ملا یا نہیں۔"

"آرام گیا جہنم میں۔۔۔ میں سونا نہیں چاہ رہا تھا اور تم نے مجھے دھوکے سے سلادیا" وہ غصے سے بولا۔

ویرا بے ساختہ ہنس پڑی "یہ بات کسی اور کے سامنے نہ کہہ بیٹھنا۔ وہ ذہنی طور پر تمہیں شیر خوار بچہ سمجھے گا۔"

"یہاں ویرا کے علاوہ ہم لوگ بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ تم اس پر اپنا وقت کیوں برباد کررہے ہو؟" میں نے اسے ٹوکا۔

سلطان شاہ کے چہرے پر پھیلی ہوئی سختی یک لخت کافور ہوگئی اور اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا "خیریت ہے۔ اس وقت تم دونوں یہاں کیسے نظر آرہے ہو؟"

"تھوڑی دیر پہلے تمہاری مدہوشی کافور ہوجاتی تو تمہیں جلال بھی یہاں نظر آتا" ویرا بولنے سے باز نہیں رہ سکی۔

"میں تم سے بات نہیں کررہا۔ تم چپ رہو" سلطان شاہ نے اسے جھڑک دیا۔

"شاید تمہارے دماغ پر ابھی تک یہ خمار سوار ہے کہ کل تم نے آئی مین کی ٹھکائی کی تھی" ویرا نے طنز سے کہا۔ "اپنی یہ خوش فہمی دور کرلو۔ تم نے چیک اسمتھ نامی ایک امریکی کو مارا تھا جو آئی مین کا ایک معمولی غلام ہے۔"

سلطان شاہ کی استفسار طلب نگاہوں سے ساختہ میری

Downloaded from https://paksociety.com

طرف اٹھ گئیں۔

"اگر اس کا نام جیک ہی ہے تب بھی وہ معمولی آدمی نہیں ہے" میں نے اسے تسلی دی "یہ بات طے ہے کہ وہ نیگرو آئی مین نہیں تھا۔"

بیدار ہونے کے بعد وہ شاید منہ ہاتھ دھوکر آیا تھا۔ خاموشی سے ہمارے ساتھ چائے نوشی میں شریک ہوگیا۔

گھر آنے کے بعد مجھے کسی سے کوئی بات دہرانے کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی۔ میرے پہنچنے سے پہلے اول خان نے سب کو ہر بات بتادی تھی۔ ان میں سلطان شاہ شامل نہیں تھا۔ چائے نوشی کے دوران غزالہ نے اسے نئے واقعات سے باخبر کرنا شروع کردیا۔

ویرا نے کئی مرتبہ ان دونوں کی گفتگو میں دخل انداز ہونے کی کوشش کی مگر وہ دونوں اسے مسلسل نظرانداز کرتے رہے۔ یہ بات اول خان بھی جانتا تھا کہ غزالہ کا جھکاؤ ہمیشہ ویرا کے بجائے سلطان شاہ کی طرف ہوتا تھا۔

جلال اپنا کام کرکے واپس جاچکا تھا۔ اول خان نے بھی میڈم کے بارے میں سب کچھ بتاکر اپنے ذہن کا بوجھ ہلکا کرلیا تھا۔ کچھ دیر کی گپ شپ کے بعد وہ بھی گھر سے رخصت ہوگیا۔

اول خان کی روانگی کے بعد ویرا اور سلطان شاہ کے درمیان پائی جانے والی تلخی دھیرے دھیرے دور ہوتی چلی گئی۔ میں نے یہ خاص بات ہمیشہ نوٹ کی تھی کہ ہم چاروں کے درمیان کسی پانچویں فرد کی موجودگی میں سلطان شاہ' ویرا کے تبصروں کے بارے میں زیادہ حساس اور تلخ ہوجاتا تھا۔ آپس کے دوستانہ ماحول میں ویرا کی بڑی بڑی باتیں ہنس کرٹال جاتا تھا۔ یہ اس کے مزاج کا ایک انوکھا اور کسی حد تک ناقابل فہم پہلو تھا۔

ایک چھت کے نیچے رہنے والے خوش مزاجی کے موڈ میں ہوں تو وقت بہت اچھے انداز میں اور تیزی سے گزرتا چلا جاتا ہے۔ ہم چاروں ڈرائنگ روم میں بیٹھے ٹیلی وژن دیکھتے اور واقعات پر تبصرے کرتے رہے۔ کسی کے پاس کہنے کے لیے کوئی نئی بات نہیں تھی۔ بس وقت گزارا جارہا تھا۔ اسی اثنا میں رات کے کھانے کا وقت ہوگیا۔ سلطان شاہ کو قریبی ہوٹل سے گرم گرم روغنی نان لانے کے لیے بھیج دیا گیا۔ غزالہ اپنے بنائے ہوئے کوفتوں کو سنبھالنے کے لیے کچن میں جاگھسی۔ ویرا میرے ساتھ بیٹھی رہ گئی۔

"آؤ! کمرے میں چلتے ہیں" ویرا نے مجھے آنکھ مار کر دھیمی آواز میں دعوت دی۔

"تمہارے یہ لوفرانہ انداز مجھے زہر لگتے ہیں" میں نے تلخی سے کہا "اس وقت تم کلفٹن والی میڈم سے بھی گئی گزری لگ رہی ہو۔"

"میرے یہ انداز ہر ایک کے لیے نہیں ہیں۔ آؤ کرے میں چلتے ہیں۔ جلدی سے دو تین گلاس لے لوں گی تو غزالہ کے بنائے ہوئے کوفتوں کا لطف دوبالا ہوجائے گا۔"

مجھے معلوم تھا کہ میں نے اس کی فرمائش پر عمل نہ کیا تو وہ گلاس اور بوتل لے کر ڈرائنگ روم میں آبیٹھے گی۔ وہاں سے ہماری آوازیں غزالہ کے کانوں میں پڑسکتی تھیں۔ ویرا اپنی رو میں بہہ کر بعض اوقات ایسی ذومعنی باتیں کہہ جاتی تھی جن کا غزالہ کے کانوں میں نہ پڑنا ہی بہتر تھا۔

"آؤ!" میں نے نیم دلی کے ساتھ اپنی جگہ چھوڑ دی۔

"مائی گاڈ!" وہ تحیر زدہ آواز میں تقریباً چیخ پڑی "آج میرے ستارے واقعی یاوری کررہے ہیں۔ تم نے اتنی آسانی سے میری بات مان لی۔"

ویرا کی آواز اتنی بلند تھی کہ غزالہ گھبراکر کچن سے ڈرائنگ روم میں آگئی اور بوکھلائی ہوئی آواز میں بولی "کیا ہوا ہے؟ ویرا کیوں چیخی تھی؟"

"ستارے آسمان پر اپنی گردش میں مصروف رہتے ہیں۔ آدمی ان کے چکر میں زمین پر گھن چکر بنا رہتا ہے۔ ویرا سمجھ رہی ہے کہ سارے ستارے اسی کی خوش نصیبی کے لیے حرکت میں آئے ہوئے ہیں کیونکہ میں نے اس کے کمرے میں جانے پر اپنی رضامندی ظاہر کردی ہے۔"

"آپ اس کے کمرے میں کیوں جارہے ہیں؟" غزالہ نے بظاہر مسکراتے ہوئے سوال کیا تھا مگر اس کے الفاظ میں پنہاں شکوہ مجھ سے پوشیدہ نہ رہ سکا۔

"تمہارے کوفتوں سے انصاف کرنے کے لیے یہ کچھ پینا چاہ رہی ہے۔"

"یہ روز ہی پیتی ہے۔ آپ اسے فیڈر میں ڈال کر چسنی سے تو نہیں پلائیں گے" یہ کہتے ہوئے غزالہ کے نازک لبوں پر ایک بے رحمانہ مسکراہٹ تیر گئی۔

"اچھا آئیڈیا ہے۔ کسی دن یہ ترکیب بھی آزماؤں گی" ویرا جلدی سے بولی۔

غزالہ نے نگاہ بھر کے مجھے دیکھا اور دوبارہ کچن کی طرف چلی گئی۔ ویرا نے میرا ہاتھ تھاما اور اپنے کمرے کی طرف چل دی۔ اسے قطعی اندازہ نہیں ہوسکا تھا کہ غزالہ کو اس وقت میرا فیصلہ پسند نہیں آیا تھا۔ بعض اوقات وہ میرے اور ویرا کے مراسم کے بارے میں بہت زیادہ حساس ہوجاتی تھی۔

Downloaded from https://paksociety.com

ویرا نے اپنے کمرے میں داخل ہو کر تیزی سے دروازہ بند کیا اور اس سے اپنی پشت ٹکا کر مجھے بے خبری میں اپنی طرف کھینچ لیا۔

وہ بلاشبہ بہت پرکشش عورت تھی۔ اس کے وجود کے بھرپور لمس سے میرے بدن میں پھریریاں سی دوڑ گئیں۔ میں نے بوکھلا کر اس سے الگ ہونا چاہا لیکن اس نے کسی بھوکی شیرنی کی طرح مجھے اپنے بازوؤں میں دبوچ لیا۔ یکایک کمرا چٹ چٹ کی دو آوازوں سے گونج اٹھا۔

"الگ ہٹو' یہ کیا وحشیانہ پن کر رہی ہو" میں نے پوری قوت صرف کر کے اس کے بازوؤں کا حصار توڑ دیا۔

اس نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے شوخ نظروں سے میری طرف دیکھا اور کہا "تم مسلمان لوگ اپنے مال میں سے صدقہ خیرات نکالتے ہو۔ اپنی اور غزالہ کی محبت میں سے میرے لیے بھی کچھ صدقہ نکالتے رہا کرو۔ میں اسی میں خوش رہوں گی۔ سچ بتا رہی ہوں کہ اس وقت زبردستی چھینے ہوئے چند لمحے مجھے ہفتوں مزہ دیتے رہیں گے۔"

"تم بے شرم ہو گئی ہو۔ اس وقت تمہارے دماغ پر شیطان سوار ہے' میں تمہارے ساتھ نہیں بیٹھوں گا۔"

اس نے میرا بازو تھام لیا "شیطان تمہارے مردانہ ہونٹوں کی تپش سے جل گیا۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ اب تمہیں نہیں چھیڑوں گی۔"

وہ اپنے بستر پر چلی گئی جہاں پینے کے لوازم ہر وقت اس کے سرہانے موجود رہنے لگے تھے۔ میں بستر سے دور ایک الگ تھلگ کرسی پر بیٹھ گیا۔

اس نے بلیک لیبل کی بوتل سے آتشیں سیال گلاس میں انڈیلنا شروع کیا تو میری نظریں اسی طرف مرکوز تھیں۔ وہ رکے بغیر اسکاچ گلاس میں انڈیلتی رہی۔ مقدار دیکھ کر میرے دماغ میں تشویش سر ابھارنے لگی۔ وہ ایک ہی گلاس میں اپنا کام تمام کرنے پر تلی ہوئی نظر آ رہی تھی۔

وہ گلاس اسکاچ سے آدھا بھر گیا تو میرے صبر کا پیمانہ لب ریز ہو گیا اور میں نے اپنی خاموشی توڑ دی "ویرا! کچھ خدا کا خوف کرو۔ اس تکلف سے تو بہتر تھا کہ تم براہِ راست بوتل ہی اپنے منہ سے لگا لیتیں۔"

ویرا رک گئی۔ اس وقت تک آدھا گلاس بھر چکا تھا۔ اس نے بوتل بند کی۔ آئس پاٹ سے پگھلی ہوئی برف کا ٹھنڈا پانی ملا کر گلاس کو پورا کیا اور بستر پر نیم دراز ہو گئی "میں نے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ تم نہیں ٹوکو گے تو بوتل سے پورا گلاس بھر لوں گی۔"

"اب تم کھانے کے دوران میں ہی بہکنا شروع کر دینا" میں نے جل کر کہا۔

"میں بہکنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ بس' پی کر ذرا کڑوا سچ بولنے لگتی ہوں" اس نے گلاس اپنے منہ سے لگا کر ایک لمبا گھونٹ اپنے معدے میں اتار لیا۔

"یہ ڈی لکس اسکاچ ہے۔ دھیرے دھیرے اثر کرتی ہے۔ ذرا گلاس جلدی ختم کر لو۔ سلطان شاہ گاڑی سے گیا ہے' ذرا سی دیر میں لوٹ آئے گا۔"

"واہ! آج تم اپنے پرانے تجربوں کی باتیں دہرا رہے ہو۔ تم سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ظالم تو نے پی ہی نہیں۔"

وہ مسلسل بولتی رہی۔ میں گفتگو میں اس کا ساتھ دیتا رہا تاکہ گھر کی فضا بدستور خوشگوار رہے۔ بڑی بات یہ تھی کہ اسے اپنے وعدے کا پورا پاس تھا۔ اس نے مجھے ہاتھ لگایا نہ میرے قریب آنے کی کوشش کی۔ ویسے میں اس کے کسی دوسرے ہوش ربا حملے سے اپنا بچاؤ کرنے کے لیے پوری طرح تیار تھا۔

سلطان شاہ کی گاڑی پورچ میں بند ہونے کی آواز آئی تو ویرا کا گلاس ختم ہونے والا تھا۔ اس نے آخری گھونٹ لے کر خالی گلاس سائڈ ٹیبل پر رکھا اور بستر سے اتر آئی۔

میں نے اپنی جگہ چھوڑی اور تیزی سے بڑھ کر دروازہ کھولتے ہوئے باہر نکل گیا۔ اس وقت لیڈیز فرسٹ والے اصول کا لحاظ کرنا میرے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔

غزالہ نے کھانا لگایا تو پورا گھر کوفتوں کی اشتہا انگیز خوشبو سے مہک اٹھا۔

ویرا سرور کے عالم میں تھی۔ اس نے کوفتوں کا پہلا لقمہ لیتے ہی غزالہ کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملانا شروع کر دیے۔

شاید دس بجے کا عمل تھا۔ کھانے کا دور چل رہا تھا کہ پھاٹک کے باہر لگی ہوئی گھنٹی بج اٹھی۔ سلطان شاہ نے گاڑی اندر لا کر پھاٹک بولٹ نہ کیا ہوتا تو شاید اندرونی ڈور بیل ہی بجائی جاتی۔ سلطان شاہ اپنی جگہ چھوڑ کر باہر چلا گیا۔

ہم تینوں کی توجہ کھانے سے زیادہ دروازے کی طرف مبذول ہو گئی۔ نہ جانے اس وقت کون آیا تھا۔

سلطان شاہ کو واپسی میں دیر نہیں لگی۔ اس کے ہاتھ میں ایک تھیلی جھول رہی تھی۔ اسے دیکھتے ہی میں نے بھانپ لیا کہ وہ کوئی ہتھیار لایا تھا۔

وہ تھیلی میز پر رکھ کر دوبارہ اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا "جلال آیا تھا۔ شکریے کے ساتھ بیم گن دے کر چلا گیا۔"

Downloaded from https://paksociety.com

"تم نے اسے اندر نہیں بلایا؟" میں نے ہلکی سی ترشی سے پوچھا۔

"میں نے بہت اصرار کیا مگر وہ نہیں رکا۔ عجلت میں نظر آرہا تھا کیونکہ اس کی گاڑی کا انجن چل رہا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ ونود کا کام ہوگیا" ویرا نے اپنے نرخرے پر انگلی پھیر کر کہا۔

"کام نہ ہوا ہوتا تو وہ ابھی بیم گن نہ لوٹاتا" سلطان شاہ بولا "دیکھتے ہیں کہ صبح کا اخبار کیا خبر لاتا ہے۔"

کھانے کے دوران میں ہی ویرا کی نیلی آنکھوں میں خمار کے گہرے لہریے تیرنے لگے۔ شکم پری کے ساتھ ساتھ الکحل کا اثر بڑھتا جارہا تھا لیکن ویرا بلانوش تھی۔ اس کی آواز میں کوئی لکنت پیدا ہوئی تھی نہ باتوں میں بہکنے کی علامت نمودار ہوئی تھی۔ یہ ضرور ہوا کہ کھانا ختم ہونے کے بعد وہ کرسی چھوڑ کر اٹھنے لگی تو لڑکھڑا گئی۔ اگر سلطان شاہ تیزی سے اسے نہ سنبھال لیتا تو وہ بائیں پہلو کے بل قالین پر ڈھیر ہوجاتی۔

"اسی لیے کہتے ہیں کہ اپنے ظرف سے زیادہ مت پیا کرو" سلطان شاہ برا سا منہ بنا کر بولا "اب سارے گھر میں لڑکھڑاتی اور گرتی پھرو گی۔"

"ان باتوں پر تمہیں بولنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ صرف ڈینی اتھارٹی رکھتا ہے۔ اس سے پوچھ لو کہ میرا ظرف بہت بڑا ہے" وہ اپنی بڑی بڑی آنکھیں گھماتے ہوئے بولی۔

"مجھے کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ جو کچھ ہے، وہ سامنے نظر آرہا ہے" سلطان شاہ نے اس کے شانے جھوڑ دیے۔

ویرا ہم تینوں کو شب بخیر کہہ کر ہموار مگر قدرے مستانہ چال کے ساتھ اپنے کمرے کی طرف چل دی۔

"بے چاری!" غزالہ ترحم آمیز آواز میں بڑبڑائی "پتا نہیں اسے شراب پی کر کیا ملتا ہے؟"

"خود فراموشی!" میں نے ازخود جواب دے ڈالا "اس عالم میں انسان اپنے ہر دکھ سکھ کو بھول کر دنیا کو اس رنگ میں دیکھنے لگتا ہے جس میں وہ اسے پسند کرتا ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کے دکھ آنسوؤں کی لڑیوں کی صورت میں آنکھوں سے بہہ نکلتے ہیں مگر یہ سب خود فریبی ہوتی ہے۔ نشہ اترتا ہے تو اسے اپنے گردوپیش کی دنیا پہلے سے زیادہ سنگین اور بے رونق نظر آنے لگتی ہے۔"

"ایک بات کا اطمینان ہے کہ اب وہ ہماری رات کالی نہیں کرے گی" سلطان شاہ نے تشکر آمیز لہجے میں کہا "بستر پر گر کر گہری نیند سو جائے گی۔"

ہم تینوں ہاتھ دھو کر ڈرائنگ روم میں آگئے۔

"مجھے اب بھی یقین نہیں آرہا کہ جلال نے ونود کو مار دیا ہوگا" کچھ دیر کے بعد غزالہ نے بے یقینی سے کہا۔

"بیم گن کی واپسی تمہارے اس شبے کی تردید کررہی ہے" میں نے جواب دیا۔

"یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ آخری لمحات پر اس نے اپنا ارادہ بدل دیا ہو" سلطان شاہ نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

"اس کا امکان کم ہے۔ اس نے ارادہ بدل دیا ہوتا تو اس وقت اتنی عجلت میں نہ ہوتا۔ کچھ دیر کے لیے ہمارے ساتھ ضرور بیٹھتا۔"

دونوں نے میری اس دلیل کا کوئی جواب نہیں دیا اور اپنی توجہ ٹیلی وژن پر مرکوز کردی۔ ہمیشہ کی طرح اسکرین پر موسیقی کا ایک خشک اور بے روح پروگرام چل رہا تھا۔ ذرا سی دیر میں غزالہ اکتا کر اٹھ گئی۔ سلطان شاہ نے ٹیلی وژن کے ذمے داروں کو برا بھلا کہتے ہوئے ٹی وی بند کردیا۔

محفل برخاست ہوگئی۔ ویرا کے کمرے کی طرف سکوت کا راج تھا۔ سلطان شاہ اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔ میں غزالہ کو لے کر اپنی خواب گاہ میں داخل ہوگیا۔

○☆○

اگلی صبح کے اخبار میں پہلے صفحے پر چار کالمی ذیلی سرخی میں ونود کے عبرت ناک انجام کی خبر موجود تھی۔

وہ شہر کے ایک بڑے ہوٹل کی پارکنگ لاٹ میں اپنی گاڑی کے قریب مردہ حالت میں پایا گیا تھا۔ اس کے سینے پر بائیں جانب ایک آرپار سوراخ تھا جو بری طرح جھلسا ہوا تھا۔ اس کے بدن سے خون کا ایک قطرہ بھی نہیں بہا تھا اور وہ کوئی چیخ مارے بغیر ختم ہوگیا تھا۔ پارکنگ لاٹ کے نگراں اور دو چوکیداروں میں سے کسی نے وہاں کوئی غیر معمولی انسانی آواز یا چیخ نہیں سنی تھی۔

ونود کا قتل کلفٹن کے ویران ساحل پر نادر کے قتل کی طرح لیزر گن کے استعمال کا نتیجہ قرار دیا گیا تھا۔ دونوں وارداتوں میں یکسانیت کی بنا پر یہ بات وثوق سے لکھی گئی تھی کہ ونود نامی بھارتی سفارتی افسر کو اسی بین الاقوامی دہشت گرد نے مارا تھا جو نادر کے ذریعے حاصل کیے ہوئے مکان میں چوری چھپے روپوش ہوا تھا۔ نادر کے قتل کا ایک سبب سامنے تھا کہ اسے قاتل کے بارے میں بہت کچھ معلوم تھا لیکن ونود کے قتل کی وجوہ کا تعین نہیں کیا جاسکا تھا۔

ایک دن کا وقفہ مل جانے پر اخبار والوں نے ایک جامع

Downloaded from https://paksociety.com

کہانی تیار کرلی تھی جس کی بنیاد راجا کے بیان پر رکھی گئی تھی۔

راجا نے پولیس کی تحویل میں یہ اعتراف کرلیا تھا کہ وہ شی کے ایک آئی مین کے لیے کام کررہا تھا جو اسے شہر میں ہیروئن پھیلانے کے لیے ڈالروں کی صورت میں بھاری معاوضہ دے رہا تھا۔ وہ آئی مین وہی تھا جو نادر کی معرفت ویلفیس کے بی باون بنگلے میں چھپا ہوا تھا۔ نادر دو روز پہلے تک بی باون کے نمبر پر فون کرکے آئی مین کو اپنی رپورٹیں دیتا رہا تھا لیکن نامعلوم وجوہ کی بنا پر آئی مین بی باون سے نکل گیا۔

شی کے بارے میں لکھا گیا تھا کہ وہ امریکا کی ایک باقاعدہ این جی او تھی جو وہاں ہیروئن کے انسداد اور اس کے عادیوں کے علاج کا مشن سرانجام دے رہی تھی۔ اس تنظیم کو امریکا میں اس قدر اثر و نفوذ حاصل تھا کہ اس کے سربراہ کو صدر کے سیکریٹ فنڈ سے براہ راست بھاری گرانٹ دی جاتی تھی۔ پاکستان میں شی کا کوئی باضابطہ دفتر یا نمائندہ نہیں تھا مگر اس کے آدمی زیرزمین کارروائیوں کے ذریعے پاکستان میں ہیروئن کی کھپت بڑھانے کی کوششیں کرتے رہے تھے تاکہ پاکستان کے راستے اسمگل ہوکر امریکا جانے والی ہیروئن کی مقدار کم کی جاسکے۔

کچھ عرصہ پہلے شی پاکستان کی سب سے بڑی اور طاقت ور زیرزمین تنظیم رہی تھی لیکن آپس کے جھگڑوں اور چند بڑوں کی بغاوت کے بعد اس کا شیرازہ تیزی سے بکھرتا چلا گیا اور کچھ عرصے کے لیے شی قصۂ پارینہ بن گئی لیکن گزشتہ کچھ دنوں سے اس کی شیرازہ بندی کے لیے دوبارہ زیرزمین سرگرمیاں زور پکڑ گئی تھیں۔ ان سرگرمیوں کا ذمے دار شی کا وہ پراسرار آئی مین تھا جو نادر کے خون سے اپنے ہاتھ رنگ چکا تھا۔ نادر کے بعد اس نے دو سراوارو نو پر کیا تھا۔

امریکا سے باہر شی کے ہر بڑے کا لقب آئی مین تھا۔ اس کی شناخت سلور آئی تھی اور اس کی طاقت لیزر گن تھی۔ اخبار نے اس روز پہلی بار کھل کر وہ سب باتیں لکھ ڈالی تھیں جو اس سے پہلے سینہ بہ سینہ چلتی رہی تھیں لیکن ریکارڈ پر کچھ بھی موجود نہیں تھا۔

اخبار نے آئی مین کی تیسری واردات کا حوالہ بھی دیا تھا جس میں ایک غیر ملکی سیاہ فام شخص نے لی مارکیٹ کے مصروف علاقے میں لیزر گن چلا کر ایک شخص کو ہمیشہ کے لیے اس کے بازو سے محروم کردیا تھا۔

ان تمام نکات کے مطالعے کے بعد ذہن میں یہ تصویر بن رہی تھی کہ لی مارکیٹ کے جھگڑے میں بیم گن استعمال کرنے والا سیاہ فام ہی شی کا آئی مین تھا۔ کہیں بھی اس تاثر کی نفی کرنے کی کوشش نہیں کی گئی تھی کیونکہ اس کے خلاف کوئی مواد دستیاب نہیں تھا۔

اخبار کے پہلے صفحے کے ایک گوشے میں امریکی قونصل خانے کے افسر اطلاعات کا مختصر سا تردیدی بیان موجود تھا۔ اخباری نمائندے نے اپنی اطلاعات کی تصدیق کے لیے اس سے رابطہ کیا تو اس نے اتنا کہا کہ شی صرف امریکا میں' قانون کی حدود میں رہ کر کام کررہی تھی۔ اسے دوسرے ملکوں سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ اگر پاکستان میں کچھ مجرم شی کا نام اور اس کے طریقے استعمال کررہے تھے تو ان کا امریکی این جی او سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

اخباری مواد کا تسلسل بتا رہا تھا کہ وہ فی البدیہہ اطلاعات نہیں تھیں۔ ان کو کڑیوں کی صورت میں یکجا کرنے کے لیے کوئی بہت ذہین شخص کام کررہا تھا۔

ان خبروں نے امریکیوں کو بدترین دفاعی پوزیشن میں دھکیل دیا تھا۔ وہ اتفاقی شہادتوں کو جھٹلا کر آئی مین کی حمایت نہیں کرسکتے تھے۔ ان کے لیے اکلوتی راہ وہی تھی جو ان کے افسر اطلاعات نے اختیار کی تھی کہ آئی مین کی پشت پناہی سے دستبردار ہوکر غیر جانبداری اختیار کرلیں۔

اخبار کا مطالعہ کرتے ہوئے مجھے جیک یاد آیا۔ جلال نے اس کے بارے میں کوئی مصدقہ اطلاع نہیں دی تھی۔ محض ایک شبہے کا اظہار کیا تھا۔ اگر کسی طرح اس شبہے کی تصدیق ہوجاتی تو سرکاری طور پر یہ مطالبہ کیا جاسکتا تھا کہ جیک کو شناخت کے لیے لی مارکیٹ کے اس علاقے میں لایا جائے جہاں لیزر گن سے ایک آدمی کا ہاتھ کاٹنے کا واقعہ پیش آیا تھا۔ اپنی کھلی شناخت اور چہرے کے زخموں کی وجہ سے جیک کے پاس کوئی راہ نہ رہتی۔ اس کے خلاف مقامی طور پر کوئی قانونی کارروائی نہیں کی جاسکتی تھی۔ اسے امریکی خود واپس بلا لیتے یا پھر زیادہ سخت اقدام کے طور پر اسے ناپسندیدہ قرار دے کر پاکستان سے نکال دیا جاتا۔

میں نے اخبار پوری طرح دیکھ کر ایک طرف ڈال دیا۔ ناشتا کرکے میں پہلے ہی روانگی کی تیاری کرچکا تھا۔ ویرا اور سلطان شاہ عام حالات میں دیر تک سونے کے عادی تھے اور گھر پر ہماری مکمل خلوت کا راج تھا۔ میں نے غزالہ کو نرمی سے اپنی بانہوں میں سمیٹ کر الوداعی بوسہ دیا اور گھر سے نکل کھڑا ہوا۔

میں اپنی مخصوص گلی میں گاڑی پارک کرکے دکان پر پہنچا تو دونوں بے چینی سے میرے منتظر تھے۔ اس وقت کاؤنٹر پر کئی گاہک موجود تھے مگر منیران کو قمر پر چھوڑ کر میرے پیچھے

Downloaded from https://paksociety.com

پیچھے کیبن میں آگیا۔ اپنے چہرے سے وہ کچھ گھبرایا ہوا سا لگ رہا تھا۔

"کیا بات ہے؟ تم کچھ پریشان نظر آرہے ہو" میں نے اسے دیکھتے ہی سوال کیا۔

"اس کا دو دفعہ فون آچکا ہے۔ کل آپ کے جانے کے بعد فون آیا تو میں نے کہہ دیا۔ مالک گو مارکیٹ پر چیز۔ شاید وہ میری بات سمجھ گیا اور فون بند کردیا "وہ ایک ہی سانس میں' رکے بغیر بولتا چلا گیا" ابھی تھوڑی دیر پہلے پھر اس کا فون آیا تھا۔ میری زبان سے نو کم سنتے ہی اس کا پارا چڑھ گیا اور اس نے اول فول بکتے ہوئے فون بند کردیا۔"

"تم نے دونوں مرتبہ بالکل صحیح جواب دیے" میں نے تعریفی لہجے میں کہا "پریشان ہونے کی ضرورت نہیں' اس کی غرض ہے تو وہ پھر فون کرے گا۔"

منیر کے چہرے پر رونق اور بحالی کے آثار لوٹ آئے اور وہ مجھے سلام کرکے کیبن سے چلا گیا۔

میں گیارہ بجے دکان پر پہنچا تھا۔ گھڑی کی سوئیاں دھیرے دھیرے اپنا سفر طے کرتی ہوئی بارہ پر پہنچیں تو میں نے پہلی گھنٹی پر ہی فون اٹھالیا۔ میرے ساتھ منیر نے بھی فون اٹھالیا مگر میری ہیلو سنتے ہی اس نے ریسیور رکھ دیا۔

"تم دکان چلا رہے ہو یا نوابی کررہے ہو" میرے کانوں میں آئی مین کی زہریلی آواز آئی "کل جلدی چلے گئے۔ آج پونے گیارہ بجے تک تمہارا پتا نہیں تھا۔"

"دکان کے مسائل کے لیے مجھے باہر بھی جانا پڑتا ہے" میں نے اس کے تحکم آمیز لہجے کو نظرانداز کرتے ہوئے عاجزی سے کہا "اگر تم نے کوئی وقت مقرر کردیا ہوتا تو میں تمہیں موجود ملتا۔"

اس سے بات کرتے میرے ذہن میں بات چبھ رہی تھی کہ وہ سی ایس ڈی استعمال کررہا تھا تو دکان پر دو لائنیں اٹھائے جانے پر رابطہ منقطع کیوں نہیں ہوا۔ کہیں وہ سی ایس ڈی کا بلف تو نہیں کررہا تھا مگر اسی لمحے بات میری سمجھ میں آگئی۔ اے سی ایس ڈی کے بارے میں یہ جھوٹ بولنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ شاید اس نے ڈیوائس آف کرکے نمبر ملایا تھا اور جب مجھ سے گفتگو کا آغاز ہوگیا تو اس نے سی ایس ڈی کو آن کردیا۔

"تمہارے ملازموں میں کوئی اس قابل بھی نہیں ہے کہ صحیح انگریزی میں معقول جواب دے سکے۔"

"مجبوری ہے۔ ہمارے ملک میں تعلیم کی شرح بہت گری ہوئی ہے۔"

"میں نے تمہارے مطالبے پر غور کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ میرے بارے میں تمہیں اپنا اطمینان کرنے کا پورا حق ہے" اس بار آئی مین کا لہجہ نرم تھا۔

"اس فیصلے کے لیے میں تمہارا ممنون ہوں۔ سلور آئی دیکھ لینے کے بعد میں پوری یکسوئی سے تمہاری تابع داری کرتا رہوں گا" میں نے اپنی حقیقی اور دلی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے جواب دیا "اس عزت افزائی کے لیے تم نے کوئی وقت ضرور سوچ لیا ہوگا۔"

"یہ مت بھولو کہ میں تمہارا آئی مین ہوں۔ میں تمہارا نہیں تم میرے پابند ہو۔ آج شام چھ بجے تک تم دکان سے کہیں نہیں جاؤ گے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں بھی یہی جاننا چاہ رہا تھا" میں نے بوکھلانے کی صداکاری کی "تم جب چاہو آسکتے ہو۔"

"تم شی کے پرانے نمک خوار ہو۔ تم کو خیال رکھنا ہوگا کہ میری آمد پر کوئی گڑبڑ نہ ہو۔"

"تم بالکل بے فکر رہو۔ میری دکان میں غریب اور متوسط طبقے کے لوگ آتے ہیں۔ تمہارا دبدبہ دور سے نظر آئے گا۔ میں سلور آئی دھوکے سے بچنے کے لیے دیکھنا چاہتا ہوں ورنہ مجھے معلوم ہے کہ تم آئی مین ہو۔"

"تم اخبار پڑھتے ہو؟" چند ثانیوں کے توقف کے بعد اس نے اچانک ایک غیر متعلق سوال کرڈالا۔

"بس دیکھ لیتا ہوں" میں نے اپنے دل کی بڑھتی ہوئی دھڑکنوں کے ساتھ جواب دیا۔ مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ اپنے بارے میں چھپنے والے تازہ ترین مواد نے اسے پریشان کردیا ہوگا۔ وہ اسی بارے میں کچھ جاننا چاہ رہا تھا۔

"تم نے نودو کے قتل کے بارے میں پڑھا ہے؟" اس کے اگلے سوال نے میرے اندازے کی تائید کردی۔

"پڑھا ہے۔ وہ تمہارا اپنا فیصلہ تھا مگر خبروں میں تمہارا نام نہیں آنا چاہیے تھا۔" میں نے منکسرانہ لہجے میں میٹھی سی چٹکی لی۔

"یہ تم کیا بک رہے ہو۔" وہ مجھ پر برس پڑا "وہ میرا شکار نہیں تھا۔ یہ مجھے پھانسنے کی سازش کی گئی ہے۔"

"میں اس بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ میری ہمت نہیں ہورہی تھی کہ اس بارے میں تم سے کوئی بات کروں۔"

"اس شہر میں دوسری بیم گن ڈینی کے پاس ہے۔ یہ گھٹیا حرکت وہی کرسکتا تھا۔"

"لیکن نودو سے اسے کیا پرخاش تھی۔ اسے مار کر ڈینی کو کیا ملا ہوگا۔"

Downloaded from https://paksociety.com

"وہ خونی درندہ ہے۔ ہر بھارتی کا خون بہا کر اسے کسی قسم کی تسکین ملتی ہے۔ موجودہ حالات کا فائدہ اٹھا کر اس نے وٹو کو مار ڈالا تاکہ اس قتل کو بھی وارداتوں کے تازہ سلسلے کا حصہ سمجھ لیا جائے۔ اس کا منصوبہ کامیاب رہا ہے۔"

"نادر کو بھی اسی نے مارا ہوگا۔" میں نے دانستہ وہ ذکر چھیڑ دیا "وہ نیگرو والا چکر بھی اسی کا چلایا ہوا ہوگا۔"

"ہوائیاں اڑانے کی کوشش مت کرو۔ میں تم سے صرف وٹو کے بارے میں بات کر رہا ہوں۔"

"کیا یہ ممکن نہیں کہ فون پر خطرہ مول لینے کے بجائے ہم ملاقات ہونے پر اس بارے میں بات کرلیں۔"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میرا فون محفوظ ہے۔ میرا اور تمہارا رابطہ صرف فون پر رہے گا۔" اس نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا "میں آج تم سے مذاکرات کرنے نہیں آرہا۔ چند سیکنڈ میں سلور آئی کی ایک جھلک دکھا کر لوٹ جاؤں گا۔"

"میں اپنی پرانی لائن سے بالکل کٹا ہوا ہوں۔ جب تک رابطے بحال نہیں ہوتے' میں شہر میں پیش آنے والے واقعات کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"یہ پتا چلانے کی کوشش کرو کہ ڈینی آج کل کہاں ہے۔" اس نے حکم دیا۔

"میں پوری کوشش کروں گا مگر یہ آسان کام نہیں ہے۔ کچھ دن پہلے ماجد یمنی نامی ایک عرب بھی اسے ڈھونڈتا ہوا مجھ تک پہنچا تھا۔۔۔"

"ماجد یمنی!۔۔۔ وہ بدمعاش تمہارے پاس آیا تھا!" میری بات کاٹ کر اس نے بے ساختہ حیرت سے پوچھا تھا۔

"میرا چلایا ہوا تیر صحیح نشانے پر بیٹھا تھا۔ میں نے سپاٹ آواز میں مایوسی سے کہا "پتا نہیں کیا بات ہے کہ ڈینی کا ہر دشمن مجھے اس کا گہرا دوست سمجھتا ہے اور یہ فرض کرلیتا ہے کہ مجھے اس کے ٹھکانے کا علم ضرور ہوگا۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔ اگر کوئی آدمی اس تک پہنچ سکتا ہے تو وہ تم ہو۔ وہ اس قدر مکار ہے کہ کسی پر بھروسا نہیں کرتا۔"

"اس بارے میں بار بار کی یاددہانی کے بغیر مجھے اپنا فرض یاد ہے۔ اس کا سراغ ملتے ہی میں تم کو اطلاع دوں گا۔"

"میں اب محتاط ہوگیا ہوں۔ ماجد یمنی نے کسی طرح میرا نمبر معلوم کرکے سارا کام بری طرح بگاڑ دیا۔ تم مجھے اطلاع نہیں دے سکو گے۔"

"کل کے اور آج کے اخبارات کے مطالعے سے تمہارا فون نمبر پولیس کے پاس پہنچ چکا ہے۔"

"وہ پرانا نمبر ہے۔ مجھے عجلت میں وہ ٹھکانا چھوڑنا پڑا تھا۔" اس نے جھوٹ بولنے کی کوشش کیے بغیر جواب دیا "اب میں اپنا نمبر کسی کو نہیں دے رہا۔ خود فون کرکے رپورٹ لیتا ہوں۔"

"اور اسی کے ساتھ سی ایس ڈی بھی استعمال کر رہے ہو۔" میں نے خوشامدانہ لہجے میں پوچھا۔

"دودھ کا جلا چھاچھ بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے۔" اس نے مجھے متبادل انگریزی محاورہ سنایا "ماجد نے مجھے ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ وہ پکا بلیک میلر ہے۔ اس کے بارے میں تم کیا جانتے ہو۔"

"وہ کسی طرح ڈھونڈتا ڈھانڈتا ہوا میری دکان پر پہنچا تھا۔ وہ ڈینی کے سراغ کے لیے ایک بڑی رقم کا لالچ دے رہا تھا۔ مجھے اس کے بارے میں کچھ علم نہیں تھا۔ مجھے پتا ہوتا تب بھی میں ماجد کو کچھ نہ بتاتا۔ ڈینی خطرناک آدمی ہے۔ اسے کوئی بھنک مل جاتی تو وہ رقم ملنے سے پہلے میری گردن اتار لیتا۔"

"لیکن ماجد کو کہیں سے مطلوبہ معلومات مل چکی ہیں۔ وہ مجھ سے ان کا سودا کرنا چاہ رہا تھا۔" آئی مین نے بتایا۔

"تمہاری کسی مصلحت نے تمہیں اس سودے سے روک دیا ہوگا۔" میں نے محتاط انداز میں قیاس آرائی کی۔

"اس نے فون نمبر کے ذریعے گھر کا پتا چلانے کا ذکر کرکے مجھے چونکا دیا اور مجھے وہ جگہ چھوڑنی پڑ گئی۔ اب مجھے نہیں معلوم کہ وہ خبیث کہاں ملے گا۔"

"ماجد مل جائے تو تمہارا آدھا کام آسان ہوسکتا ہے۔ ڈینی کو راستے سے ہٹانے کے بعد تم اپنے کام کو آسانی سے آگے بڑھا لوگے۔"

"اب وہ میرا نہیں تمہارا بھی کام ہوگا۔ ہم نئے انداز میں پرانا کام چلائیں گے۔"

"بس آج تمہارے دیدار کے بعد میں تمہارا غلام ہوجاؤں گا۔" میں نے غیر ضروری مسرت کا اظہار ضروری سمجھا۔

"یہ یاد رکھنا کہ مجھے ماجد اور ڈینی' دونوں کی تلاش ہے۔ ان میں سے جو پہلے مل گیا' میں اس پر بھرپور ہاتھ ڈال دوں گا۔"

"تم فکر نہ کرو۔ یہ بات میں سمجھ چکا ہوں۔ تم ماجد کے ذریعے ڈینی کا گریبان پکڑنا چاہتے ہو۔ ڈینی پہلے ہی ہاتھ آجاتا تو تمہارا کام کتنا آسان ہوجاتا۔"

Downloaded from https://paksociety.com

"شاباش!" فون پر اس کی تحسین آمیز آواز ابھری "تم میری توقع سے زیادہ ذہین اور سمجھ دار ہو۔"

"تمہاری ذرہ نوازی ہے' میں کسی قابل ہوتا تو آج یہ چھوٹی سی دکان نہ چلا رہا ہوتا۔"

"ہم کامیاب رہے تو چند ہفتوں میں پرانے دن لوٹ آئیں گے اور تم اپنی دکان کو بھول جاؤ گے۔ تم روزانہ دکان کس وقت بند کرتے ہو؟"

"دکان صبح دس بجے سے رات آٹھ بجے تک کھلی رہتی ہے۔ میں دیر سے آتا ہوں اور جلدی چلا جاتا ہوں۔"

"میں روز شام کو پانچ بجے تم کو فون کروں گا۔ اس وقت تم کو ہر حال میں دکان میں موجود رہنا ہوگا۔" اس نے اپنا حکم سنایا۔

"میں اس ہدایت کی پابندی کروں گا۔" میں نے پورے خلوص سے کہا "تم چاہو تو کسی اتفاقی ضرورت کے لیے میرا موبائل فون نمبر بھی لے سکتے ہو۔"

"نمبر دے دو مگر میں اس پر بات نہیں کروں گا۔" اس کے جواب سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ سی ایس ڈی کے خواص سے پوری طرح باخبر تھا۔

میں نے اسے اپنا موبائل فون نمبر بتانے کے بعد کہا "تم کہہ رہے تھے کہ تمہارا فون محفوظ ترین ہے۔ ابھی میرے ساتھ میرے آدمی نے بھی فون اٹھالیا تھا۔ میری آواز سن کر وہ ریسیور نہ رکھ دیتا تو ہماری پوری گفتگو سن سکتا تھا۔"

"وہ زیادہ دیر تک ریسیور اٹھائے رکھتا تو لائن کٹ جاتی۔ یہ میرے مسائل ہیں۔ تم کو ان پر دماغ سوزی کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ یاد رکھنا کہ میں آج کسی بھی وقت آسکتا ہوں اور کل سے شام کے پانچ بجے تک تم کو دکان میں موجود رہنا ہے۔"

اس نے اپنی ہدایات دہرا کر فون کا سلسلہ منقطع کردیا۔

آئی مین سے گفتگو ہونے سے پہلے میں شدید اعصابی تناؤ میں مبتلا تھا۔ اس سے بات ہونے کے بعد مجھے فکر ہوگئی کہ اس کی آمد کے لیے کیا بندوبست کیا جائے۔ مجھے یقین تھا کہ میری وزنی دلیل کے سامنے مجبور ہو کر وہ ایک بار پھر مجھ سے ملنے کے لیے آرہا تھا۔ دوبارہ اس سے ایسی سنگین بے احتیاطی کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ یہ ضروری ہوگیا تھا کہ اسے دکان میں داخل ہوتے ہی دھرلیا جائے۔ مختصر ترین نوٹس پر ایسی کارروائی کا بندوبست اول خان ہی کرسکتا تھا۔

اپریٹس پر اول خان کے آدمیوں سے رابطہ کیا جاسکتا تھا مگر وہ خود مختار نہیں تھے۔ میں نے براہِ راست اول خان سے موبائل فون پر بات کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

پہلی گھنٹی بجنے پر ہی مجھے اس کی طرف سے جواب مل گیا۔ فون پر گاڑیوں اور انسانوں کی ملی جلی آوازوں کا تیز شور سنائی دے رہا تھا جیسے اول خان کسی مصروف بازار سے گزر رہا ہو۔ اس نے میری آواز پہچان کر کہا کہ وہ خود مجھے فون کرے گا۔ اس کی طرف سے اس مختصر پیغام کے بعد فون بند ہوگیا۔

تھوڑی دیر بعد اپریٹس پر کال سگنل آنے لگا۔ مجھے اندازہ ہوگیا کہ وہ اول خان ہی ہوسکتا تھا۔ وہ اپنے فطری تجسس سے مجبور ہو کر شاید اسی علاقے میں موجود تھا۔

"میں تمہاری دکان سے آگے ہوٹل پر کھڑا ہوا تھا جہاں بہت شور تھا" ٹرانسمیٹر پر رابطہ ہونے کے بعد وہ بتانے لگا "اب میں گاڑی میں ہوں۔ یہاں سے میں بے فکر ہو کر' پورے اطمینان سے بات کرسکتا ہوں۔"

"تمہارے مہمان کا فون آگیا تھا۔ وہ آج کسی بھی وقت آسکتا ہے" میں نے اسے وہ سنسنی خیز خبر سنا ڈالی۔

"اوہ! مجھے توقع نہیں تھی کہ وہ اپنا وعدہ وفا کرے گا۔ آج کی اخباری اطلاعات نے اسے بری طرح پھنسا دیا ہے۔"

"اس نے اخباروں کا خاص طور پر ذکر کیا تھا۔ وہ ونود کے قتل کے بارے میں پریشان ہے اور اس واردات کو میرے سر تھوپ رہا ہے۔"

"تمہارے سر تھوپ رہا ہے؟" اول خان کی تعجب آمیز آواز آئی "اور پھر بھی تم سے ملنے آرہا ہے۔"

"دہرے کردار میں یہی خرابی ہوتی ہے کہ بعض اوقات بات الجھ جاتی ہے" میں نے سنجیدگی سے کہا "یوں سمجھ لو کہ وہ جہانگیر سے ملنے آرہا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ ونود کو ڈینی نے ٹھکانے لگایا ہے کیونکہ شہر میں دوسری بیم گن اسی کے پاس ہے۔"

"تمہارا نام اس کے اعصاب پر سوار ہوگیا ہے۔"

"میں سمجھ رہا تھا کہ وہ قصہ ختم ہوچکا ہے لیکن اسے ماجد کی بھی تلاش ہے۔"

"یہ سب باتیں بعد میں ہوتی رہیں گی۔ پہلے اس کے استقبال کے بارے میں کچھ سوچو" اول خان بولا "کہو تو میں کچھ دیر کے لیے تمہارے پاس آجاؤں۔"

"بھول کر بھی ایسی غلطی نہ کرنا" میں نے جلدی سے کہا "یہی کافی ہے کہ کل تم آگئے تھے۔ وہ عام امریکیوں کی طرح بڑبولا ضرور ہے مگر احمق نہیں ہے۔ مجھے شبہ ہے کہ آج صبح سے اس کے دو چار آدمی ان اطراف میں منڈلا رہے ہوں گے۔"

Downloaded from https://paksociety.com

"ہمیں ابھی تک ایسا کوئی مشتبہ آدمی نظر نہیں آیا" اس نے جواب دیا۔

"وہ کسی سے تحفظ کے بغیر دندناتا ہوا اکیلا آگیا تو میں اسے پاگل تصور کروں گا۔ چیک اور سلطان شاہ کے مقابلے کو وہ کتنا ہی اتفاقی سمجھ لے' نظرانداز نہیں کرسکتا۔ وہ ہر ممکنہ احتیاطی تدبیر اختیار کرے گا۔"

"پھر تم کیا سوچ رہے ہو؟" اول خان نے پوچھا۔

"سوچنے کے لیے ہی تمہیں فون کیا ہے۔ وہ بہت مصروف علاقہ ہے۔ یہاں اس کے آدمیوں سے کوئی کھلا مقابلہ ہوگیا تو متعدد بے گناہ راہ گیر مارے جائیں گے۔ اس کے خلاف تمہیں بہت تیز کمانڈو ایکشن کرنا ہوگا۔"

"میں تم سے متفق ہوں" اول خان کی طرف سے بلا توقف جواب آیا "تم دکان میں میرے کتنے آدمیوں کو چھپا سکتے ہو؟"

"شاید ایک کو بھی نہیں" میں نے اسے ایمان داری سے کورا جواب دے دیا "وہ کوئی معمولی آدمی نہیں' شی کا آئی مین ہے۔ اول تو اس بونگی دکان میں میرے کیبن کے سوا' چھپنے کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ جگہ ہوتی تب بھی میں انکار کردیتا۔ اس کے آدمی اس کی آمد سے پہلے اس بات پر بھی نگاہ رکھیں گے کہ فارمیسی میں داخل ہونے والے اندر ہی غائب نہ ہونے لگیں۔ وہ آنے اور جانے والوں کا پورا حساب رکھیں گے۔"

"بس' میں باہر سے کارروائی کی تیاری کرتا ہوں" آئی مین کے بارے میں اطلاع پاکر اس کے ذہن پر عجلت سوار ہوچکی تھی۔

"یہ خیال رکھنا کہ وہ ذہین ہے تو آنے میں زیادہ دیر نہیں لگائے گا تاکہ اس کے خلاف ہمیں کسی تیاری کا موقع نہ مل سکے۔ اس جیسے لوگ آنکھیں بند کرکے کسی پر اعتماد نہیں کرتے۔"

"تم نے آنے جانے والوں کے حساب کی بات کرکے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ میں شرط لگاسکتا ہوں کہ وہ ٹھیک دو بجے آئے گا۔"

اول خان کے اس حساب پر میرا چونکنا فطری تھا "تم نے یکایک یہ حساب کیسے لگالیا؟"

"تم بھول گئے کہ حرافہ میڈم نے منیر کو ملاقات کے لیے دو بجے کا وقت دیا ہے۔ ابھی تک میڈم کا کردار کہیں فٹ نہیں ہورہا تھا۔ آئی مین نے ملاقات کے وقت کا تعین کل ہی کرلیا تھا اور پھر اپنے کسی گرگے کے ذریعے میڈم کو تمہاری طرف بھیج دیا۔ وہ نہ جانے کتنی دیر سے تمہاری دکان کے کسی ملازم کا انتظار کررہی ہوگی۔ دو بجے کھانے کا وقت ہوتا ہے۔ دھوپ کی وجہ سے بازار کی رونق ماند پڑجاتی ہے۔ منیر میڈم سے مل رہا ہوگا تو دکان میں تمہارے ساتھ صرف ایک آدمی رہ جائے گا۔ آئی مین کی آمد کے لیے وہ وقت موزوں ترین ہوگا۔ وہ آوارہ عورت منیر کو کچھ دیر تک باتوں میں الجھانے کے بعد رخصت ہوجائے گی۔"

"تم کو اس کا بندوبست بھی کرنا ہے" میں نے اسے یاد دلایا۔

"اس کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ اس وقت اسے جہنم میں ڈالو۔ اس پر ہم ہروقت ہاتھ ڈال سکتے ہیں۔ ہمیں اپنی ساری توجہ آئی مین پر مرکوز رکھنی ہے۔ وہ ایک مرتبہ آکر نکل گیا تو دوبارہ ہاتھ نہیں آسکے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ تم اپنا بندوبست کرو۔ ہمیں باتوں میں وقت برباد نہیں کرنا چاہیے۔"

"اوکے اینڈ تھینک یو!" اول خان کی طرف سے سلسلہ موقوف ہوگیا۔

اپریٹس رکھ کر میں خالی الذہنی کے عالم میں اپنی کرسی کی پشت گاہ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اول خان نے اپنی دانست میں میڈم نامی عورت کا ایک عملی کردار دریافت کرلیا تھا مگر پھر بھی بہت سی باتیں میرے لیے ناقابل فہم تھیں۔ وہ سارا منصوبہ میرا بنایا ہوا تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ اس میں منصوبہ بندی کا سرے سے کوئی دخل نہیں تھا۔ آئی مین سے ہونے والی گفتگو میں' میں اسے شبہے کا موقع دیے بغیر بولتا چلا گیا۔ وہ ایک بات کہتا تھا تو میرے پاس اس کا برجستہ جواب موجود ہوتا تھا۔ ٹیلی فون پر دو مرتبہ ہونے والے مذاکرات کے نتیجے میں جو کچھ سامنے آیا تھا' وہ مجھے یکایک کچھ حیرت ناک نظر آنے لگا تھا۔

اگر آئی مین بلاسوچے سمجھے ہمارے بنائے ہوئے چوہے دان کی طرف چلا آرہا تھا تو ذہنی طور پر وہ شخص اس قابل نہیں تھا کہ شی جیسی عالم گیر تنظیم میں کوئی مرکزی ذمے داری ادا کرسکے۔ اس نے ہمارے لیے سب کچھ اس قدر سہل بنادیا تھا کہ مجھے یقین نہیں آرہا تھا۔

وہ شہر کے اس گنجان علاقے میں اپنے ساتھ کتنی بھی نفری لے آتا' اس کے لیے زندہ بچ نکلنا ممکن نہیں تھا۔ یہ اور بات تھی کہ اسے مارگرانے کی کوششوں میں ایس ٹی ایف کو بھی جانی نقصان کا سامنا کرنا پڑتا۔ راہ چلتے جو لوگ زخمی ہوتے یا مارے جاتے' وہ اس مقابلے کو زیادہ خونین بنادیتے۔ میں اپنے دل میں یہ ماننے کے لیے تیار نہیں تھا کہ آئی مین ان خطرات کی طرف سے آنکھیں بند کیے بیٹھا ہوگا۔

Downloaded from https://paksociety.com

وہ دنیا بھر میں خطرات سے دن رات کھیلنے والا ایک مہم جو مجرم تھا۔ میری کامیاب ترین گفتگو اور صداکاری کے باوجود وہ آزمائش کے بغیر مجھ پر سو فیصد اعتبار نہیں کر سکتا تھا۔ اگر اس کے دل میں بے اعتباری کی ذرا سی بھی رمق تھی تو اس کا آخری پیغام بالکل احمقانہ تھا۔

مجھے اندازہ تھا کہ وہ ایک بڑی اور اہم مہم تھی۔ اول خان کو اس کی تیاری کے لیے وقت درکار تھا۔ اسے جلد از جلد مطلوبہ نفری کا بندوبست کرنا تھا۔ میں نے فون یا اپریٹس پر دوبارہ رابطہ کر کے اس کا وقت خراب کرنا مناسب نہ سمجھا۔ آہستہ آہستہ بڑھتے ہوئے اعصابی تناؤ کے ساتھ' کیبن میں بیٹھا سگریٹیں پھونکتا رہا۔

ایک بجے اول خان نے اپریٹس پر رابطہ کر کے بتایا کہ اس نے پہلے سے موجود دو آدمیوں کے علاوہ اسٹیشن فور سے چار کمانڈوز طلب کر لیے تھے تاکہ زیادہ بھیڑ بھاڑ کے بغیر اور کم سے کم جانی نقصان کے ساتھ آئی مین کو زیر کیا جا سکے۔ ان میں سے ایک آدمی میڈم کو سنبھالنے پر مامور کیا گیا تھا۔ بقیہ پانچ افراد کو اول خان کی کمان میں رہ کر فارمیسی میں اپنی تیز ترین کارروائی کرنی تھی۔

اول خان اس وقت بہت زیادہ پرامید اور پرجوش تھا۔ میں نے اس پر اپنے نئے اندیشوں کا اظہار نہیں کیا۔

اس وقت کی اہم ترین صورت حال یہ تھی کہ وہ منظرنامہ میرا پیدا کیا ہوا تھا اور میں جذباتی طور پر اس سے قطعی الگ تھلگ ہو چکا تھا۔ اول خان شروع سے میرے مشیر اور مبصر کے طور پر شریک رہا تھا لیکن وہ جذباتی طور پر ان واقعات میں پوری طرح ملوث ہو چکا تھا۔ اسے وہ تاریک گوشے نظر نہیں آ رہے تھے جو میری نظروں میں آ چکے تھے۔

کسی ہنگامی صورت حال میں باہمی رابطے کے لیے وہ سب اسی ساخت کے ٹرانسمیٹرز سے لیس تھے جو میرے پاس موجود تھا۔ اسے آن رکھ کر میں ان کے درمیان ہونے والی پوری گفتگو سن سکتا تھا لیکن فیصلہ کن لمحات میں یہ خطرہ مول نہیں لیا جا سکتا تھا۔

وقت گزرتا رہا۔ میں نے دو مرتبہ کیبن سے کاؤنٹر پر آ کر باہر کا جائزہ لیا۔ وہاں سب کچھ معمول کے مطابق تھا' کہیں کوئی غیر معمولی بات نظر نہیں آ رہی تھی۔

پونے دو بجے منیر جھجکتا ہوا میرے کیبن میں آ گیا اور نیچی آواز میں بولا "صاحب! میں کھانا کھانے جا رہا ہوں' میرے لیے کیا حکم ہے؟"

"جاؤ مگر جلدی لوٹ آنا۔" میں نے روانی میں کہہ دیا۔

"اس عورت نے مجھ سے دو بجے ملنے کا وعدہ لیا تھا' میں اس سے ملوں یا نہ ملوں؟" اس نے پوچھا۔

آئی مین کی پیدا کی ہوئی الجھنوں میں گھر کر میں نے میڈم کو فراموش کر دیا تھا۔ اس کے یاد دلانے پر میں نے جلدی سے کہا "اس سے ضرور ملو۔ اب تم کو بہت سی باتیں معلوم ہو چکی ہیں۔ تمہاری زبان سے نکلا ہوا کوئی غلط لفظ مجھے یا جہانگیر کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ میں پوری احتیاط کروں گا" اس نے ادب سے کہا۔

میں اسے شیشے میں سے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ باہر کیش اور کاؤنٹر پر قمر تنہا رہ گیا تھا۔ اس وقت دکان گاہکوں سے خالی ہو چکی تھی۔

دو بجنے کے قریب میرا اعصابی تناؤ اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ وقت کے تعین کے بارے میں اول خان کی بات محض اس کے قیاس پر مبنی تھی مگر مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے دو بجے ہی کچھ نہ کچھ ہو کر رہے گا۔

جسم کو موٹا و خوبصورت بنانے کی دوا

فربینا

فربینا جسم کو موٹا اور خوبصورت بنانے کی یونانی دوا ہے جو قدرتی طور پر ایک ماہ کے قلیل عرصہ میں بازو، کمر کولہے، گردن، کندھے اور چہرے کے گالوں پر گوشت میں اضافہ کر کے جسم بھرا بھرا، خوبصورت، موٹا و تندرست بنا دیتی ہے۔ فربینا شروع کرنے سے پہلے اپنا وزن نوٹ کر لیں، اور ایک ماہ بعد اپنا وزن دوبارہ چیک کریں تو آپ کو فرق صاف نظر آ جائیگا۔ مکمل طور پر قدرتی اجزاء سے تیار کردہ قطعی بے ضرر یونانی مرکب، قیمت 385 روپے، وزن 850 گرام، ایک خط لکھ کر بذریعہ V.P منگوائیں۔

حکیم ارشد لیبارٹریز پوسٹ بکس 2608 اسلام آباد

مرکزی ادویات / سپر ہومیو / ہومیو ملک ہومیو / عصمت ہومیو پوتھر بازار راولپنڈی • اللطیف کیمسٹ ہاندنی چوک راولپنڈی • الہدیٰ دواخانہ چونگی نمبر 8 مسلم ٹاؤن راولپنڈی، محمد علی دواخانہ آبپارہ / پوسٹ آفس سٹور کراچی کینٹ اسلام آباد • انصاری دواخانہ / عوامی دواخانہ مین بازار مظفر آباد • پنجاب ہومیو / ہومیو ویلفیئر بازار جہلم • مشاہد ہومیو منگلہ روڈ دینہ • مدینہ میڈیکوز مال روڈ / بلاک نمبر 1 گلبرگ مری • ملت دواخانہ گھنٹہ گھر لیاقت پور • سپر ہومیو بخاری مارکیٹ / محبوب ہومیو چوک پاک گیٹ ملتان • طاہر ہومیو بانو بازار رحیم یار خان • فیصل ہومیو امانہ روڈ احمد پوری گیٹ بہاولپور • ایم حنیف اینڈ سنز پوسٹ بوٹر والا چوک / علی میڈیکل جہان آرکیڈ اچھرہ / بلال ٹریڈرز / تجویری مارکیٹ بیرون لوہاری / کرم ہومیو ریلوے روڈ لاہور • شاہی طبی دواخانہ / ڈینٹیان ہومیو پوائنٹ بازار فیصل آباد • سٹر ھیڑ موتی بازار زکریا آباد • حرمین ہومیو / ہومیو ازہر الازہر • گوجرہ • ڈاکٹر شکور خٹیال • قدیر چنیوٹی دواخانہ کچہری کے ساتھ چلے آؤ"

اول

Downloaded from https://paksociety.com

میری نگاہیں شیشے کے پار دکان کے داخلی دروازے پر جمی ہوئی تھیں۔ اچانک ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ میں نے یہ دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا کہ وہ اپنے لباس اور شکل وصورت سے کوئی معقول مقامی نظر آرہا تھا۔ اس نے اپنی قمیص کے کالر پر سیاہ ٹائی باندھی ہوئی تھی۔ اس نے ایک پرچہ قمر کو تھمایا اور اطمینان سے اپنی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر کھڑا ہوگیا۔

اسی لمحے فون کی گھنٹی کسی آسیبی چیخ کے مانند گونجی۔ قمر نے گاہک کے ساتھ مصروف تھا۔ میں نے ریسیور اٹھالیا۔

"جہانگیر! میں نے اپنا پروگرام بدل دیا ہے" ریسیور پر آئی مین کی شناسا آواز سن کر میں یک لخت سناٹے میں آگیا۔ وہ موبائل فون سے بول رہا تھا کیونکہ اس کی آواز میں گھٹتی بڑھتی ہوئی ریڈیائی گونج شامل تھی۔

"میں انتظار میں تھا کہ آج تم سے میری ملاقات ضرور ہوگی۔"

"ملاقات ضرور ہوگی" اس نے میری بات درمیان سے کاٹ کر کہا "ذرا دیکھو، تمہارے کاؤنٹر پر سیاہ ٹائی میں ملبوس ایک گاہک پہنچا ہوگا۔ وہ میرا بھیجا ہوا آدمی ہے۔ اب میں تمہارے پاس نہیں آرہا، تم کو اس کے ساتھ میرے پاس آنا ہے۔"

میرے وجود میں بے یقینی کی ایک سرد سی لہر سرایت کرگئی۔ آخرکار میرے اندیشے درست ثابت ہوئے تھے۔ آئی مین نے عین وقت پر قلابازی کھالی تھی۔ میں نے کہا "تم اپنے وعدے سے انحراف کررہے ہو۔ تم کو آنا تھا۔ اب مجھے بلا رہے ہو۔ پتا نہیں تم میرے ساتھ کیا سلوک کروگے۔ تمہارا آدمی اس وقت کاؤنٹر پر موجود ہے۔"

"کوئی بدسلوکی نہیں ہوگی۔ تم سلور آئی دیکھ کر لوٹ جانا۔ میرا ابتدائی وعدہ ملاقات کا تھا۔ یہ طے نہیں ہوا تھا کہ ہم میں سے کون کس کے پاس آئے گا۔ تمہاری دکان کے آس پاس کا ماحول میرے لیے مخدوش ہے۔ تم کو میری طرف سے فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

میں نے ابتدائی جھٹکے کے بعد سنبھالا لیا اور جلدی سے کہا "مجھے بدسلوکی کا ڈر نہیں ہے۔ تمہارے غصے کا خوف ہے، شاید تم کو میری یہ بات پسند نہیں آئی کہ میں نے تم سے سلور آئی دکھانے کا مطالبہ کیا ہے۔ تم یقین کرو کہ اس خواہش میں میری کسی بدنیتی کا دخل نہیں ہے۔"

"میں تمہاری محتاط روی سے خوش ہوا ہوں اسی لیے میلوں کی مسافت طے کرکے یہاں آیا ہوں۔ میری گاڑی ایک گلی میں موجود ہے۔ تم چند منٹ میں پیدل چل کر آسکتے ہو۔ میرا آدمی زیادہ دیر تک تمہارا انتظار نہیں کرے گا۔ دوائیں خرید کر پانچ منٹ میں دکان سے نکل جائے گا۔"

میں نے اسی لمحے کاؤنٹر کی طرف دیکھا۔ شاید اس کا نسخہ لمبا تھا۔ قمر کاؤنٹر کے پیچھے بنے ہوئے شیلف سے دوائیں نکال رہا تھا، کالی ٹائی والا پورے اطمینان سے اپنی جگہ پر کھڑا ہوا تھا۔

وہ بہت نازک موڑ تھا۔ میرے لیے یہ بات خوش آئند تھی کہ مجھے آئی مین کے کسی ٹھکانے پر نہیں جانا تھا۔ ہماری ملاقات ایک گلی میں ہونے والی تھی۔ اس تبدیلی نے مجھے اول خان کے انتظام کی طرف سے مضطرب کردیا تھا۔ اس نے فارمیسی پر کارروائی کرنے کی تیاری کی ہوئی تھی۔ میرے پاس اتنی مہلت نہیں تھی کہ اسے بدلی ہوئی صورت حال سے آگاہ کرتا۔ فون پر آئی مین بات کررہا تھا۔ باہر کاؤنٹر پر اس کا مقامی ہرکارہ کھڑا ہوا تھا۔ میں اس کے ساتھ جانے کا فیصلہ کرنے میں تاخیر کرتا تو سیاہ ٹائی والا خاموشی سے لوٹ جاتا اور آئی مین میری طرف سے بدظن ہوجاتا۔

مجھے یہ امید تھی کہ اول خان کے نزدیک دو بجے کا وقت اہم تھا۔ اس وقت دو بجے سے چند منٹ اوپر ہوئے تھے۔ اگر وہ مجھے کالی ٹائی والے کے ساتھ دکان سے باہر نکلتا ہوا دیکھتا تو ضرور چونک پڑتا اور خاموشی سے میرا پیچھا کرنا شروع کردیتا۔ یہ ضروری نہیں تھا کہ اس کی پوری نفری اس کے ساتھ حرکت میں آتی۔ وہ میرے پیچھے پیچھے آئی مین کی گاڑی تک پہنچ کر اصلیت کا ادراک کرتا تو کوئی مضبوط کارروائی کرنے کی پوزیشن میں نہ ہوتا۔ آئی مین پر اوچھا وار کرتا یا پھر ہاتھ ملاتا رہ جاتا۔

"آئی مین نے اپنے پروگرام میں تبدیلی کرکے ہم سب کو ایک کٹھن امتحان میں ڈال دیا تھا۔ اس کے بارے میں ہمارے سارے اندازے دھرے کے دھرے رہ گئے تھے۔

"بس میں آرہا ہوں" میرے پاس اس کے سوا کوئی جواب نہیں تھا۔

میرے پاس بالکل وقت نہیں تھا۔ کالی ٹائی والا اپنی دوائیں خرید چکا تھا۔ میں نے ریسیور کریڈل پر رکھا تو وہ واپسی کے لیے مڑ چکا تھا۔ مجھے اپنی حماقت پر غصہ آیا کہ میں نے چند منٹ کی وہ مہلت آئی مین سے بے نتیجہ بحث میں ضائع کردی۔ میں وہ وقت بچالیتا تو چند لمحوں میں اول خان کو بدترین خطرے کے بارے میں کوئی پیغام دے سکتا تھا۔ میں تیزی سے کیبن سے باہر نکلا اور بھائی صاحب کہہ کر کالی ٹائی والے کو دکان اترنے سے روک دیا۔

وہ سنجیدگی سے مڑگیا۔ میں قمر کو ہکا بکا چھوڑ کر اس کی

Downloaded from https://paksociety.com

طرف ہولیا اور اس کے قریب پہنچ کر رازداری سے پوچھا "تمہیں کتنی دور جانا ہے۔"

"تمہیں فون پر بتادیا گیا ہوگا" اس نے بے پروائی سے کہا اور دکان سے نکل گیا' میں اس کے پیچھے ہولیا۔

دکان کا فرش فٹ پاتھ سے خاصا بلند تھا۔ اس بلندی سے مجھے اول خان یا اس کا کوئی آدمی نظر نہیں آیا۔ وہ سب نہ جانے کہاں چھپے ہوئے تھے۔ دیکھے جانے کی امید میں' میں نے سر کھجانے کے بہانے اپنا ہاتھ سر تک اٹھایا اور پھر ہلا دیا۔ کالی ٹائی والا مجھ سے آگے تھا اس لیے میری اس حرکت سے بے خبر رہا۔

دکان سے چند سو قدم دور نکل آنے کے بعد وہ یکے بعد دیگرے دو گلیوں میں مڑا اور پھر میں نے وہ اکلوتی سیاہ کار دیکھ لی جو اس سنسان گلی کے وسط میں کھڑی ہوئی تھی۔ اس کار کے پچھلے شیشے سے اندازہ ہو رہا تھا کہ کار کے سارے شیشے سیاہ تھے جن میں سے اندر کا جائزہ لینا' ممکن نہیں تھا۔

"کالی کار کے بائیں طرف کی پیچھے والی کھڑکی تمہاری ہے" کالی ٹائی والے نے مجھے بتایا اور اپنی رفتار بڑھادی۔

میری جیب میں صرف بیم گن پڑی ہوئی تھی۔ داہنے ہاتھ کی انگلیوں میں اول خان کی دی ہوئی وہ دو انگوٹھیاں موجود تھیں جن کے کھوکھلے نگینے زہریلے سیال اگلتے تھے۔ مجھے کچھ پتا نہیں تھا کہ میرے پیچھے کون کون آرہا تھا۔ پیچھے مڑ کر دیکھنا ممکن نہیں رہا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ کار والے اپنے عقب نما آئینے میں پوری توجہ سے میرا جائزہ لے رہے ہوں گے۔ اگر میں ان کی نامعلوم نفری کے خلاف اپنے طور پر کوئی قدم اٹھاتا تو اس کا کوئی خوش گوار نتیجہ نکلنے کی امید نہیں تھی۔

کالی ٹائی والا میرے پہنچنے سے پہلے پسنجر سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ کار کا انجن اسٹارٹ تھا۔ دروازہ کھلنے سے ٹھنڈی ہوا کے جھونکے میرے وجود تک آئے تھے۔ گرم موسم میں گاڑی کا ائرکنڈیشنر چلانے کے لیے انجن رواں رکھنا ضروری تھا۔

میں بائیں طرف کی پچھلی کھڑکی کے قریب رکا تو خود بخود شیشہ آہستگی سے قدرے نیچے پھسلا اور میرے کانوں میں کالی مین کی پرسکون آواز آئی "جھک کر اندر جھانک لو۔ سلور گن میری ہتھیلی پر موجود ہے۔ میں نے اپنی طرف سے تمہیں مطمئن کردیا ہے۔"

میں نے بڑھ کر شیشے کی کشادہ جھری میں سے اندر جھانکا۔ اندر خاصا اندھیرا تھا مگر دن کی روشنی کے انعکاس میں کالی مین کی سفید ہتھیلی پر سلور آئی چمکتی ہوئی نظر آرہی تھی۔ اس

دوران میں' میں نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ کار کی عقبی نشست پر آئی مین اکیلا تھا۔ اس تنومند سفید فام کی آنکھوں پر بڑے شیشوں کی سیاہ عینک چڑھی ہوئی تھی۔ سر پر ہیٹ جما ہوا تھا اور چہرہ ایک رنگین رومال میں چھپا ہوا تھا۔ اس نے اپنی شناخت چھپانے کی ہر ممکنہ کوشش کی تھی۔

"تمہاری سلور آئی کہاں ہے؟" میرے جھکتے ہی آئی مین نے سرد آواز میں سوال کیا۔

"پروگرام بدل جانے کی وجہ سے وہ دکان کی تجوری میں رہ گئی" میں نے بوکھلائی ہوئی آواز میں فی البدیہہ جھوٹ بولا حالانکہ وہ میری جیب میں پڑی ہوئی تھی۔

"تم گندے سور ہو" اندر سے اس کی غراتی ہوئی آواز ابھری اور کھڑکی کا شیشہ سرک کر بند ہوگیا۔

میں تیزی سے کار سے دور ہٹ گیا۔ میرے ہٹتے ہی کہیں سے پہلی گولی چلی اور کار کی پچھلی ونڈ شیلڈ پر ٹکرا چٹخ گئی۔ گولی ٹکرانے کی پرشور آواز بتا رہی تھی کہ سیاہ کار کے شیشے بلٹ پروف تھے۔ میں ایک چبوترے کی اوٹ میں زمین پر گر گیا۔

دھماکا ہوتے ہی کار حرکت میں آئی تھی۔ اسی لمحے یکے بعد دیگرے دو مزید فائر ہوئے۔ اس بار کار کا ایک پچھلا ٹائر پھٹ گیا۔ مگر ڈرائیور نے رکنے کا خطرہ مول نہیں لیا۔ اس کی اگلی کھڑکی سے میں نے ایک سیاہ گولا فضا میں اچھلتے دیکھا۔ اس کے زمین پر گرتے ہی کانوں کے پردے پھاڑ دینے والا دھماکا ہوا اور پوری فضا گہرے سیاہ دھوئیں سے بھرتی چلی گئی۔ جو میرے اور کار کے درمیان حائل ہو چکی تھی۔ میں آئی مین کی گاڑی سے قریب ہوتے ہوئے بھی کچھ نہ کرسکا۔

فائرنگ اور دھماکے کے بعد وہ سنسان گلی شور اور چیخوں سے گونج اٹھی۔ لوگ دہشت زدہ ہو کر گھروں اور کارخانوں سے نکل بھاگے تھے۔

میں نے اپنی جگہ چھوڑی تو اول خان کو دیکھا۔ وہ پھیلتے ہوئے دھوئیں سے بچ کر مجھے تلاش کر رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ممنوعہ بور کی رائفل دبی ہوئی تھی۔ اس نے یقینی طور پر مجھے کار سے دور ہٹتے ہوئے دیکھ لینے کے بعد پہلا فائر کیا تھا لیکن شاید فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے جگہ کا تعین نہیں کرسکا تھا۔

ہم دونوں دوڑتے ہوئے' بدحواس لوگوں کے ہجوم سے گزرتے چلے گئے۔ اول خان کی رائفل کی جھلک دیکھ کر بھیڑ کائی کی طرح پھٹ رہی تھی۔

"اب دکان کا رخ نہ کرنا۔ میرے ساتھ چلے آؤ" اول خان نے ہدایت کی۔

Downloaded from https://paksociety.com

فائرنگ اور بم کے دھماکے کی آوازیں دور دور تک سنی گئی تھیں۔ گلیوں سے مین روڈ تک شدید بھگدڑ اور افراتفری کا عالم تھا۔

اول خان مجھے اپنے ساتھ لے کر اپنی گاڑی تک پہنچ گیا۔ اپنی رائفل کی وجہ سے وہ ہر ایک کی نگاہوں میں آچکا تھا۔ بہت سے لوگ حیرت اور خوف کے عالم میں ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔ اس نے انجن اسٹارٹ کر کے فوری طور پر گاڑی آگے بڑھائی اور بائیں ہاتھ سے اپریٹس اٹھا کر اپنے آدمیوں کو ہدایات دینے لگا۔ میں نے اپنی تمام تر وحشت کے باوجود یہ بات خاص طور پر نوٹ کی کہ اس نے عورت کو فوری طور پر اسٹیشن فور پہنچانے کی ہدایت کی تھی۔

"یہ بہت برا ہوا" اپنے کام سے نمٹ کر اول خان نے پرملال آواز میں پہلا تبصرہ کیا۔ "وہ ہماری توقع سے زیادہ چالاک ثابت ہوا۔ اس نے آخری لمحات پر اپنا پروگرام بدل کر ہمیں مات دے دی۔ کیا تم کو اتنا وقت بھی نہیں ملا کہ مجھے ہوشیار کر دیتے؟"

"آئی مین فون پر تھا اور اس کا آدمی کاؤنٹر پر کھڑا ہوا تھا۔ میں چلنے میں ذرا سی تاخیر کرتا تو بات بگڑ جاتی۔"

"مجھے معلوم ہے" وہ سر ہلاتے ہوئے بولا "تم کو ذرا سی بھی مہلت مل جاتی تو اس وقت کا نقشہ مختلف ہوتا۔"

"سب کچھ اس قدر اچانک ہوا کہ مجھے سوچنے سمجھنے یا کچھ کرنے کا موقع نہیں ملا" میں نے متاسفانہ لہجے میں کہا پھر پوچھا "اب ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"میڈم کو پکڑ لیا گیا ہے۔ میرے آدمی اسے اپنے ساتھ اسٹیشن فور لا رہے ہیں گے، ہم بھی ویرا کو لے کر اسی طرف جائیں گے۔"

"یہ بھی مجبوری ہے۔ اس وقت وہ عورت اکلوتی کڑی ہے۔ اس کے سہارے شاید ہم آگے بڑھ سکیں۔ میرا دل کہہ رہا تھا کہ آئی مین نے اپنا جو پروگرام دیا ہے، وہ اس پر عمل نہیں کرے گا۔"

"چوک ہو گئی۔ ہم دوسروں کے دماغ پڑھنے سے قاصر ہیں۔ کہیں نہ کہیں رسک لینا پڑتا ہے۔"

اگر اس گاڑی پر تین فائر نہ کیے گئے ہوتے تو بات نہ بگڑتی۔ وہ مجھے سلور آئی دکھا کر لوٹ جاتا اور میں بعد میں کسی موقع پر اسے دوبارہ گھیر سکتا تھا۔ فائرنگ نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ میں آئی مین کے مخالفوں میں سے تھا اور اسے دانستہ بھانسنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے وہ بات اول خان سے نہیں کہی ورنہ وہ دل گرفتہ ہو جاتا۔ اس نے اضطراری طور پر وہی کچھ کیا جو اسے کرنا چاہیے تھا۔ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو وہ بھی یہی کرتا۔

گنجائش نہیں تھی۔

میں نے راستے سے فارمیسی فون کیا تو وہاں گھنٹیاں بجتی رہیں، کوئی جواب نہیں ملا۔ گھر فون کیا تو پتا چلا کہ اتنی دیر میں جہانگیر کو اس واقعے کی اطلاع مل چکی تھی اور وہ مجھ سے بات کرنے کے لیے سخت بے چین تھا۔ اس کی زبانی دیر معلوم ہوا کہ ایک آدمی مجھے دکان سے اٹھا لے گیا تھا۔ فائرنگ کے بعد وہ علاقہ فائرنگ اور بم کے دھماکے سے گونج اٹھا۔ گھر والے میری خیریت کی طرف سے فکرمند تھے۔ خیریت معلوم ہو جانے کے بعد ویرا واقعات کی تفصیل جاننے پر مصر ہو گئی۔

میں نے اسے تیار رہنے کی ہدایت کی اور سمجھایا کہ اسٹیشن فور کے راستے میں اسے سب کچھ بتا دیا جائے گا۔ دوسری ضروری ہدایت سلطان شاہ کے لیے تھی۔ بھگدڑ میں میری گاڑی لی مارکیٹ میں ہی رہ گئی تھی۔ اس کا وہاں سے ہٹایا جانا ضروری تھا۔

ہم گھر پہنچے تو ویرا تیار تھی۔ میں نے غزالہ کو اختصار سے وہ واقعہ سنایا اور رکے بغیر ویرا کو ساتھ لے کر اول خان کے ہمراہ اسٹیشن فور کی طرف چل دیا۔ ویرا اپنی عادت کے مطابق راستے بھر مجھ سے سوالات اور جرح کرتی پھر اس نے بے دھڑک وہ بات کہہ ڈالی جو میں اپنے دل میں لیے بیٹھا تھا۔ مجھے اول خان کی دلجوئی کا خیال تھا لیکن ویرا نے رواداری کی قائل نہیں تھی۔

"تم نے صحیح نشان دہی کی ہے۔ فائرنگ نہ ہوتی تو معاملات نہ بگڑتے" اول خان نے افسردگی سے اعتراف کیا۔

"مجھے ذرا بھی شبہ ہوتا کہ کار کے شیشے بلٹ پروف ہیں تو گولی نہ چلاتا۔ میں نے پہلا فائر پچھلے شیشے پر کیا تھا۔ وہ پھر جاتا تو کار میں موجود ہر فرد لہولہان ہو جاتا اور وہ فرار کے قابل نہ رہتے۔"

"تم اپنی جگہ درست تھے" میں نے اس کی تائید کی۔ "کوئی قدم اٹھانے کے بعد ہی اس کی خوبیاں اور خامیاں سامنے آتی ہیں۔ اب یہی دیکھ لو کہ جو شخص مجھے دکان سے اٹھا کر کار تک لے گیا، صورت سے شریف اور تعلیم یافتہ نظر آرہا تھا۔ میرا اندازہ تھا کہ وہ کرائے کا آدمی ہو گا مگر وہ اپنی گاڑی کا تیسرا سوار تھا۔ اسی نے اپنی کھڑکی سے دھوئیں کا بم پھینک کر تمہاری راہ مسدود کر دی ورنہ وہ گاڑی دور تک تمہاری رینج میں رہتی۔"

"اس کو میں ہزاروں کی بھیڑ میں بھی پہچان لوں گا" اول خان نے تلخی سے کہا "اگر اچانک دھوئیں کا بادل نہ چھا جاتا تو میں گاڑی پر مزید گولیاں چلا تا۔ پیچھے کا دو سرا ٹائر پھٹ جاتا تو وہ فرار نہیں ہو سکتے تھے۔ سڑک کی رگڑ سے

Downloaded from https://paksociety.com

ٹائروں میں آگ لگ جاتی۔"

"تم کو انہیں تلاش کرنا چاہیے تھا" ویرا نے ایک اور شوشا چھوڑا "تین ٹائروں پر وہ زیادہ دور نہیں نکلے ہوں گے۔ کہیں رک کر انہوں نے ٹائر بدلا ہوگا۔"

"تم گھاس کھا گئی ہو" میں نے چڑ کر کہا "تم نے شاید وہ علاقہ نہیں دیکھا۔ سڑکوں اور گلیوں کی بھول بھلیوں میں ان کو تلاش کرنا آسان نہیں تھا۔"

"آسان نہیں تو ایسا ناممکن بھی نہیں تھا۔ ایک کوشش ضرور کی جاسکتی تھی" اس نے بے پروائی سے کہا۔

"وقت پر صحیح فیصلہ کرنے اور بعد میں کیڑے نکالنے میں بہت فرق ہوتا ہے۔ آئی مین کے پہلے فون کے بعد سب کچھ اتنی تیزی سے ہوا کہ عقل ماؤف ہو کر رہ گئی تھی۔ یہ غنیمت ہے کہ اول خان نے مجھے دیکھ کر میرا پیچھا کرلیا ورنہ مجھے کہیں سے مدد کی امید نہیں تھی" میں نے اسے جواب دیا۔

"میں نے دکان پر مستقل نظر رکھی ہوئی تھی۔ میں چاہتا تو اپنی پوری نفری کو ساتھ لے لیتا مگر میں سمجھ ہی نہیں سکا کہ وہ آدمی تمہیں کہاں لے جارہا ہے۔ یہ عقدہ سیاہ کار دیکھنے کے بعد کھلا۔ اس وقت میں اپنے آدمیوں سے بہت دور آچکا تھا۔"

"مجھے امید ہے کہ اب میڈم کام کی کوئی نہ کوئی بات اگلے گی" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔

"تم دیکھنا کہ میں اس سے کس طرح کھایا پیا تک اگلواتی ہوں۔" ویرا نے فخر سے دعویٰ کیا۔

ہم اسٹیشن فور پہنچے تو اول خان کے ساتھی اس عورت کو ایک کمرے میں بند کرچکے تھے۔ ہم تینوں وقت ضائع کیے بغیر وہیں پہنچ گئے۔

میڈم اس وقت چست جینز اور قمیص میں ملبوس تھی۔ وہ ادھیڑ عمر مگر طرح دار عورت تھی۔ دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھامے، سراسیمگی کے عالم میں فرش پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ہم لوگوں کے قدموں کی آہٹیں سن کر اس نے سر اٹھایا تو اس کی آنکھوں میں سخت ہراس تھا۔

"میں بے قصور ہوں۔" ہمیں دیکھتے ہی وہ رونے لگی "میں ایک آدمی سے پتا پوچھ رہی تھی۔ یہ لوگ مجھے بلاوجہ پکڑ لائے۔"

ویرا اسے گھورتی ہوئی آگے بڑھی اور پھر اس کے بال جکڑ کر اسے فرش سے اٹھا دیا۔ اگلے ہی لمحے ویرا فضا میں اڑتی نظر آئی۔ اس کی داہنی ایڑی پوری قوت سے میڈم کے جبڑے پر پڑی اور وہ ایک کریہہ چیخ کے ساتھ اچھل کر دور جا گری۔ ویرا اپنے قدموں پر واپس آتی ہوئی بولی "یہ کتیا ہمیں گمراہ کرنے کی کوشش کررہی تھی۔ ہمیں ان لپکی اور اس کے سینے پر سوار ہو کر اس کے چہرے پر مکے برسانے شروع کردیے۔ میڈم لڑاکا عورت نہیں تھی۔ وہ رو رو کر اپنا بچاؤ کرتی رہی۔ ویرا اسے ادھیڑتی رہی۔ مقابلہ بالکل یک طرفہ تھا۔

جب ویرا اسے مارتے مارتے تھک گئی تو اس کے سینے سے اتر آئی۔ اس نے اپنی شکار کو ادھ موا کردیا تھا۔

"ہم وقت برباد نہیں کریں گے۔ اگر تم نے زبان نہیں کھولی تو تمہاری زندگی کی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔ تم غداری جیسے سنگین جرم میں ملوث ہوئی ہو۔" اول خان نے قریب ہو کر اسے دھمکایا۔

"میں نے کوئی جرم نہیں کیا۔ مجھے خالد نے مروایا ہے۔" اس نے روتے اور کراہتے ہوئے کہا "اس نے کہا تھا کہ مجھے ایک معمولی اور بے ضرر کام کرنا ہے۔"

"رونا بند کرو اور اپنا نام بتاؤ۔" اول خان نے اسے ڈانٹا۔

"میرا اصل نام فرزانہ ہے مگر اب سب میڈم کہتے ہیں۔" اس نے ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے اول خان کی طرف دیکھتے ہوئے روہانسی آواز میں بتایا۔

"اور یہ خالد کون ہے؟" اس بار میں نے سوال کیا۔

اس نے جو کچھ کیا وہ ہمارے سامنے تھا۔ اس سے بہت زیادہ معلومات حاصل ہونے کی توقع نہیں تھی۔ کلیدی بات یہ تھی کہ اسے کس نے منیر کو الجھانے کے کام پر مامور کیا تھا۔ ہمارا اگلا شکار وہی شخص ہونا تھا۔

"میرا پرانا دوست ہے۔ ناظم آباد میں رہتا ہے۔" اس نے اپنی کلو خلاصی کے لیے ایک قدم آگے تک جواب دے ڈالا۔

"ہمیں اس کا پتا درکار ہے تاکہ اس سے تمہارے بیان کی تصدیق کی جاسکے۔" میں نے سختی سے کہا۔

"میں نے کبھی اس کا گھر نہیں دیکھا۔" فرزانہ سہمی ہوئی آواز میں بولی "اسی نے بتایا تھا کہ وہ ناظم آباد میں رہتا ہے۔ مجھے اس کا فون نمبر یاد ہے۔"

اس نے نمبر بتایا جس کے ابتدائی تین ہندسے ناظم آباد کی نشان دہی کررہے تھے۔

"اب تم دیکھ لو کہ یہ اپنی دوسری سرگرمیوں کے بارے میں کیا بتاتی ہے۔" میں نے ویرا سے کہا اور اول خان کو اشارہ کرکے باہر نکل گیا۔

اول خان بھی میرے پیچھے باہر آگیا "ہمیں فوری طور پر خالد تک پہنچنا چاہیے۔" اس نے میرے ساتھ چلتے ہوئے کہا "وہ کتیا ہمیں گمراہ کرنے کی کوشش کرے۔ ہمیں ان

Downloaded from https://paksociety.com

لوگوں کو سنبھلنے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔"

میں خود اسی فلسفے کا قائل تھا۔ دشمن کو ذرا بھی مہلت دینے کا مطلب اپنی موت کو دعوت دینا ہوتا ہے اور آئی مین ہماری توقع سے کہیں زیادہ چالاک ثابت ہوا تھا۔ اس کے آدمیوں کو پہلی فرصت میں کچلنا تھا تاکہ وہ اپنے ناپاک عزائم کو آگے بڑھانے میں کامیاب نہ ہوسکیں۔

اپنے دفتر میں آکر اول خان نے ٹیلی فون کے محکمے میں اپنے دوست کو فون کرکے فرزانہ کا بتایا ہوا نمبر دے دیا اور اس سے جلد از جلد پتا دینے کا وعدہ لے کر فون بند کردیا۔

میں جہانگیر کو آئی مین کے بارے میں بتا چکا تھا۔ جو رہ گیا تھا وہ اس نے صبح کے اخبارات میں خود پڑھ لیا ہوگا۔ مجھے اندازہ تھا کہ اپنے دونوں ملازمین سے ملنے والی ادھوری معلومات پر وہ کس قدر پریشان ہوگا۔ اسے یہ بتانا بھی ضروری تھا کہ مطلع صاف ہونے تک وہ دکان بند کرا کے اپنے دونوں آدمیوں کو گھر بٹھا دے تاکہ آئی مین کی کسی جوابی کارروائی میں مال کے ساتھ ساتھ جانی نقصان بھی نہ اٹھانا پڑے۔

اول خان کے دفتری فون پر خالد کے پتے کے بارے میں کال آنے والی تھی اس لیے میں نے موبائل فون پر جہانگیر کے گھر کا نمبر ملالیا۔

"خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تمہاری آواز سننے کو ملی۔" میری آواز پہنچانتے ہی اس کی مسرت سے لبریز آواز سنائی دی "منیر اور قمر نے مجھے جو تشویش ناک خبریں سنائی تھیں، ان سے میں پریشان ہوگیا تھا۔ مجھے ڈر تھا کہ کہیں دشمنوں نے تمہیں اغوا نہ کرلیا ہو۔"

"یہ سب تمہارے کرتوتوں کا خمیازہ ہے جو میں بھگت رہا ہوں۔"

"میں نے کون سے کرتوت کیے ہیں جن کا تم طعنہ دے رہے ہو؟" اس کی گھٹی گھٹی آواز آئی۔

"کیا تم دکان پر عورتوں کو بلا کر ان کے ناز و نخرے نہیں اٹھاتے تھے؟"

"یار، خدا کا خوف کرو۔ وہ بے چاری یتیم لڑکیاں اور غریب بیوائیں ہوتی ہیں جو مدد لینے کے لیے میرے پاس آتی ہیں۔"

"بہت شوق ہے۔ تمہیں ایسی عورتوں اور لڑکیوں کی مدد کا۔ کیا لڑکے یتیم اور بے سہارا نہیں ہوتے۔ ایسا کرو کہ اپنی دکان کا نام بدل کر گولڈن فارمیسی اینڈ یتیم خانہ رکھ لو تاکہ شہر کے سارے ضرورت مندوں کو تم تک پہنچنے میں آسانی ہو۔"

"تم بلاوجہ بات کا بتنگڑ بنا رہے ہو۔ یہ کیوں نہیں بتاتے کہ کیا ہوا ہے۔"

"منیر سے پوچھ لو۔ ایک عورت ہماری شامت بن کر وہاں نازل ہوئی اور ہم کو بھاگنا پڑا۔ اب ملوں گا تو تم کو تفصیل بتاؤں گا۔"

"سنا ہے کہ وہاں فائرنگ ہونے کے ساتھ بم بھی چلے ہیں۔"

"یہ پوچھو کہ کیا نہیں ہوا۔ بس زندگی تھی جو بچ گئی۔ اب دکان کو تالا لگا دو۔ میری اگلی ہدایت تک تم یا تمہارے آدمی دکان کا رخ نہیں کریں گے۔ میری اس ہدایت کی خلاف ورزی کی تو ہر نقصان کے تم خود ذمے دار ہوگے۔"

"کیا یہ وہی شی والا چکر چل رہا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"وہی چکر ہے۔ وہ لوگ خوں خوار تیوروں کے ساتھ میدان میں اترے ہیں۔ دیکھو یہ سلسلہ کہاں جاکر ختم ہوتا ہے۔"

"ابھی تو تم کہہ رہے تھے کہ تازہ مصیبت کسی عورت کی وجہ سے نازل ہوئی تھی۔"

"شی کا چکر تھا مگر اس میں عورت کا رول اہم تھا۔" میں نے بلاوجہ اس پر رعب گانٹھا "اسی لیے کہتا ہوں کہ غیر عورتوں سے دور رہا کرو۔"

"میں دور رہوں گا لیکن یہ بتاؤ کہ نیا چکر کب تک ختم ہوگا۔" اس کی آواز پر تشویش تھی۔

"یہ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ آج آئی مین میدان چھوڑ کر بھاگ جائے تو آج ہی یہ قصہ ختم ہوسکتا ہے۔" میں نے کہا۔

اسی وقت اول خان نے انگلی کے اشارے سے مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور میں اس کی بات سمجھ کر سنبھل گیا۔ کچھ عرصے سے سی ایس ڈی کے مسلسل استعمال کے سبب ہماری عادتیں بگڑ گئی تھیں اور ہم فون پر غیر محتاط گفتگو کرنے لگے تھے جو اس وقت کے حالات میں مناسب نہیں تھا۔ میں اس وقت اپنے موبائل پر بات کررہا تھا جو غیر محفوظ تھا۔ اول خان نے اشارہ کرکے مجھے یہی یاد دلایا تھا کہ مجھے براہِ راست شی اور آئی مین وغیرہ کے ذکر سے گریز کرنا چاہیے۔

"تم گھر کا چکر کب لگا رہے ہو؟ مجھے نظر آرہا ہے کہ اب وہ تمہارا فریب سمجھ جائے گا اور براہِ راست مجھ تک پہنچنے کی کوششیں شروع کردے گا۔"

"اس کی تم پروا مت کرو۔ یہ نکتہ میری نگاہ میں ہے۔ تمہاری حفاظت کا بندوبست ہوجائے گا لیکن اب بلا ضرورت گھر سے باہر نہ نکلنا۔ زخمی گیدڑ آدم خور شیر سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔"

اول خان کی ہدایت پر میں نے جہانگیر سے

Downloaded from https://paksociety.com

اپنی گفتگو اسی وقت ختم کردی۔ میں نے اسے اہم ترین ہدایات دے دی تھیں۔ وہ ان پر عمل کرتا تو آنے والے ناخوشگوار خطرات سے بڑی حد تک محفوظ رہ سکتا تھا۔

اول خان اپنے ٹیلی فون والے دوست سے بات کررہا تھا۔ اس نے دوسری طرف سے بتایا ہوا پتا اپنے پیڈ پر نوٹ کرکے وہ پیڈ میری طرف سرکا دیا۔ میں نے اس تحریر پر ایک نظر ڈالی تو فون نمبر کے نیچے لکھا ہوا پتا ہر اعتبار سے مکمل نظر آیا۔ اپنا کام پورا ہوجانے کے بعد اول خان اپنے دوست کی مزاج پرسی کررہا تھا۔ چند بے تکلفانہ فقروں کے تبادلے کے بعد اس نے فون بند کردیا۔

"اب کیا پروگرام ہے؟" اس نے اپنی دونوں کلائیاں میز پر ٹکا کر متجسس لہجے میں پوچھا۔

"خالد کی گردن میں طوق ڈالنا ہے۔ فرزانہ بیکار عورت ہے۔ یہی کافی ہے کہ اس نے خالد کا نام اگل دیا۔ مجھے خدشہ تھا کہ کہیں وہ بھی کسی گمنام فون کال کی کہانی نہ لے بیٹھے۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا "اب ہمیں ہر قدم پھونک پھونک کر اٹھانا ہوگا۔"

"ویرا کو بہت دیر ہوگئی۔" اول خان نے چونک کر کہا "وہ اب تک وہاں کیا کررہی ہے۔"

"آؤ! اسے دیکھتے ہیں۔" میں نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا "ناظم آباد کا رخ کرنے سے پہلے فرزانہ سے ایک اور ملاقات ضروری ہوگئی ہے۔"

"کیا کوئی بات رہ گئی ہے؟" اس نے میز کے پیچھے سے نکلتے ہوئے پوچھا۔

"صرف نام سے بات نہیں بنتی۔ ہم کو خالد کا حلیہ وغیرہ بھی معلوم ہونا چاہیے جو فرزانہ بتا سکتی ہے۔"

"ہاں۔ یہ بات تو درست ہے۔" اس نے اپنے دفتر سے باہر آنے کے بعد پرخیال لہجے میں میری تائید کی "پوچھ گچھ کرنے کے بجائے، خالد کی شناخت کے لیے اسی کو اپنے ساتھ کیوں نہ لے لیا جائے۔"

اول خان سادہ لوح اور دلیر آدمی تھا۔ میرے سامنے پر پیچ باتیں نہیں کرتا تھا۔ جو بات اس کے دماغ میں آتی، اسے من و عن الفاظ کے قالب میں ڈھال دیتا تھا۔ اس وقت بھی اس نے یہی کیا تھا۔ اپنی تجویز کی اونچ نیچ پر غور کیے بغیر بول پڑا تھا۔

"ویرا نے مار مار کر اس کا حلیہ بگاڑ دیا تھا۔" میں نے ناصحانہ لہجے میں کہا "پتا نہیں ہمارے آنے کے بعد اس نے فرزانہ کا کیا حال کیا ہو، اتنی بری حالت میں ہم اسے اپنے ساتھ نہیں لے جاسکتے۔ ہوسکتا ہے کہ اپنے دروازے پر ایک زخمی عورت کی موجودگی کی خبر پاکر وہ گھر سے باہر نکلنے کے بجائے کسی اور راستے سے فرار ہوجائے۔"

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" اس نے جلدی سے کہا "فرزانہ کو گاڑی میں چھوڑ کر ہم اپنی کارروائی کریں گے۔ خالد کو پکڑ لینے کے بعد فرزانہ سے وہیں اس کی شناخت کروائی جاسکتی ہے۔ اس طرح ہم کسی وسوسے کے بغیر وہاں سے کامیاب ہوکر لوٹیں گے۔"

اس طرف میرا دھیان نہیں گیا تھا۔ پوری جزئیات کے ساتھ اول خان کا مشورہ صائب اور قابل عمل تھا۔

"یہ طریقہ زیادہ بہتر رہے گا۔" میں نے اپنے پچھلے تبصرے کا ازالہ کرتے ہوئے کہا "اسے قابو میں رکھنے کے لیے ویرا ہمارے ساتھ رہے گی۔"

"اب مجھے محسوس ہورہا ہے کہ ایس ٹی ایف میں دو چار عورتیں بھی ہونا چاہئیں۔" راستے میں اول خان نے کہا "عورتوں سے نمٹنے کے لیے عورتیں ہی بہتر رہتی ہیں۔ کم از کم میرا کوئی آدمی عورتوں پر بے رحمی سے ہاتھ نہیں اٹھا سکتا۔"

"چاہو تو ویرا کو ان عورتوں کی کمان کی پیشکش کرسکتے ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا "مصروفیت میں اس کا وقت اچھا گزرے گا۔"

ہم فرزانہ والے کمرے میں پہنچے تو ویرا وہیں کرسی ڈالے بیٹھی ہوئی تھی۔ فرزانہ بہت ابتر اور زخمی حالت میں فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر شدید درد اور اذیت کے سائے لہرا رہے تھے اور آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ وہ اس وقت بہت مظلوم نظر آرہی تھی اور قابلِ رحم حالت میں تھی۔

"تمہاری باز پرس ختم ہوگئی ہو تو مجھے چند سوالات پوچھنا ہیں۔" میں نے سرد اور سپاٹ لہجے میں ویرا سے پوچھا۔

"میرا کام ختم ہوچکا ہے۔ یہ اپنے بگڑنے کی کہانی سنا رہی تھی۔" یہ کہتے ہوئے ویرا نے کرسی چھوڑ دی۔

"خالد کا حلیہ کیا ہے۔ اسے کس طرح پہچانا جاسکتا ہے؟" میں نے فرزانہ سے پوچھا۔

فرزانہ نے رک رک کر اور سوچتے ہوئے خالد کے بارے میں بتانا شروع کردیا۔ وہ متوسط قامت کا ایک سبک اندام شخص تھا۔ جو اپنے چہرے سے شریف اور شائستہ نظر آتا تھا۔ وہ تعلیم یافتہ بھی تھا۔ اسے دیکھ کر یہ اندازہ لگانا ممکن نہیں تھا کہ اس کا کسی جرم سے کوئی تعلق ہوگا۔ وہ کم و بیش چالیس سالہ مرد تھا اور کئی برس پہلے فرزانہ سے متعارف ہوا

Downloaded from https://paksociety.com

تھا۔ اس کی شرافت اور دریا دلی کی وجہ سے دونوں کی دوستی گہری ہوتی چلی گئی۔ فرزانہ اپنی عمر کے اس مرحلے میں تھی جہاں رنگین مزاج مرد اسے صرف احترام کی نظروں سے دیکھنا پسند کرتے تھے۔ اس نے خالد کو اپنی ذات کا سہارا بنالیا۔

خالد نے اسے اپنے بارے میں جو کچھ بتایا' اس کے مطابق وہ شادی شدہ اور دو بچوں کا باپ تھا۔ اسے ایکسپورٹ کے کاروبار سے معقول آمدنی تھی لیکن بیوی کی بد مزاجی کی وجہ سے گھریلو سکون نایاب تھا۔ فرزانہ کے لیے وہ شخص خاصی اہمیت رکھتا تھا۔ وہ اس کے بارے میں اور بھی بہت کچھ بتانا چاہ رہی تھی مگر میں نے اسے روک دیا۔ مجھے خالد کی شناخت سے آگے' اس کی نجی اور ازدواجی زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

میں اس کمرے سے نکلا تو اول خان اور ویرا نے بھی میری تقلید کی۔

"تم خالد کو گھیرنے جارہے ہو تو میں بھی ساتھ چلوں گی۔" باہر آتے ہی ویرا نے اپنا مطالبہ پیش کردیا۔

"فرزانہ ہمارے ساتھ جائے گی۔ اس کو تم ہی سنبھال سکتی ہو۔" میری زبان سے وہ الفاظ سن کر ویرا خوش ہوگئی۔

اول خان نے وہیں کھڑے کھڑے اپنے ایک آدمی کے ذریعے ایک ڈبل کیبن پک اپ منگوالی جس کی اگلی دو نشستوں پر بیک وقت پانچ چھ آدمی بیٹھ سکتے تھے۔ پچھلے بند حصے کو کسی قیدی وغیرہ کے لیے استعمال کیا جاسکتا تھا۔

کسی شخص کو اس کے گھر سے اٹھانے کے لیے زیادہ بھیڑ ساتھ لے جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ فرزانہ کو قابو میں رکھنے کے لیے ویرا کافی تھی۔ واپسی پر خالد کو سنبھالنے کے لیے اول خان اپنے ڈرائیور کو استعمال کرسکتا تھا۔ ہم دونوں پک اپ کی پچھلی نشست پر سوار ہوئے۔ باہمی مشورے کے مطابق فرزانہ کو ساتھ لے کر ویرا پک اپ کے عقبی حصے میں چلی گئی اور ہمارا قافلہ تیزی کے ساتھ اسٹیشن فور سے روانہ ہوگیا۔

ہمیں ناظم آباد جانا تھا۔ ڈرائیور نے گاڑی مغربی راستے پر ڈال دی جو ملیر چھاؤنی سے صفورا گوٹھ ہوتا ہوا یونیورسٹی روڈ پر نکلتا تھا۔

"اگر وہ گھر پر موجود نہ ہوا تو کیا ہوگا؟" یونیورسٹی روڈ پر نکل آنے کے بعد اول خان نے سکوت توڑا۔

"رک کر اس کی واپسی کا انتظار کریں گے۔ اس وقت وہ ہمارے لیے بہت اہم ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس کے ذریعے ہم اپنی پیش رفت تیز کرسکیں۔"

اول خان نے خاموشی اختیار کرلی۔ ہم دونوں اپنی اپنی جگہ گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔

حسن اسکوائر سے ڈرائیور نے گاڑی ابن سینا روڈ پر موڑلی۔ غریب آباد اور لیاقت آباد سے ہوتے ہوئے ہم ناظم آباد میں داخل ہوئے تو پل عبور کرنے کے بعد مطلوبہ بلاک ہمارے داہنے ہاتھ پر تھا۔ ڈرائیور نے ایک مقام سے گاڑی اسی طرف موڑلی۔

وہ صاف ستھرا اور معززین کا رہائشی علاقہ تھا۔ ڈرائیور نے ایک جگہ گاڑی روک کر لانڈری سے اپنے مطلوبہ بنگلے کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور گاڑی میں واپس آکر پورے اعتماد سے ایک طرف چل دیا۔ دو موڑ گھومنے کے بعد اس نے ایک جگہ گاڑی روک دی۔

"وہ سامنے والا چوتھا یا پانچواں مکان ہوسکتا ہے۔" اس نے انجن بند کرکے نشان دہی کی۔ وہ ایس ٹی ایف کا تجربے کار آدمی تھا اس لیے اس نے اپنی گاڑی خالد کے دروازے تک لے جانے کی حماقت نہیں کی تھی۔

میری اور اول خان کی نگاہیں چار ہوئیں پھر ہم دونوں اپنی اپنی سمت کے دروازے کھول کر پک اپ سے اتر گئے خالد کے دروازے پر جاکر اسے گھیرنا ہم دونوں کی ذمے داری تھی۔

وہ بڑے پلاٹ تھے اور بیشتر مکانوں پر نام پتے کی تختیاں کندہ یا آویزاں تھیں۔ ان کی مدد سے ہم آسانی کے ساتھ سیاہ پھاٹک والے مکان کے سامنے پہنچ گئے جو خالد کا مسکن تھا۔

اول خان نے ستون میں لگا ہوا بٹن دبا دیا۔ مکان کے کسی اندرونی حصے میں گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی اور ہم کسی کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ اس وقت میں اپنے وجود میں اضطراب کی بے نام سی لہریں دوڑتی ہوئی محسوس کررہا تھا۔

چند منٹ بعد اندر کے پختہ فرش پر کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی اور پھر آہنی پھاٹک کا ذیلی دروازہ کھل گیا۔ آنے والے نے ہمیں اور ہم نے اسے دیکھا اور دیکھتے ہی رہ گئے۔

میرے سامنے وہی شخص کھڑا ہوا تھا جو مجھے گولڈن فارمیسی سے اٹھا کر آئی مین کی گاڑی تک لے گیا تھا۔

انسانیت کے دشمنوں کے خلاف جاری اس جنگ کے باقی واقعات آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں

Downloaded from https://paksociety.com

ساتھ پاکستان پہنچا مگر یہاں اسے کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ وہ اپنے انجام سے خوف زدہ ہو کر واپس امریکا فرار ہوا۔ ہم بھی اس کے تعاقب میں امریکا پہنچے جہاں ہماری کوششوں سے اس کی بربادیوں کا آغاز ہوا اور وہ ڈبوڈ اسٹرانگ اور امریکی حکومت کے مابین ہونے والے خفیہ معاہدے کے افشا ہونے کے باعث امریکیوں کی نظریں متعجب ٹھہرا۔ اپنے مشن کی کامیابی کے بعد ہم پاکستان واپس آ گئے۔ یہاں نئے ہنگامے ہمارے منتظر تھے۔ بھارتیوں کی سرگرمیوں میں بہت تیزی آ گئی تھی۔ ہماری کوششوں کے باعث انہیں ہر محاذ پر منہ کی کھانی پڑی۔ اسی اثنا میں موساد کے ایجنٹ رستم ایرانی کے انجام پر فریڈم انٹرنیشنل کے غیر معمولی دلچسپی لینے پر ہم اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس کا کرتا دھرتا اکرام الٰہی تھا جو خود فریڈم انٹرنیشنل کے دفتر میں متعین بتایا گیا۔ وہ امریکیوں کے مفادات کے لیے کام کر رہا تھا۔ اسے ہم نے ایک امریکی سفارت کار کے ساتھ رنگے ہاتھوں پکڑا اور امریکی سفارت کار بوب رائیل کو بھی اپنے عہدے سے برخاست ہونے کے بعد پاکستان بدر ہونا پڑا۔ اکرام الٰہی کے حوالوں میں سے ایک مراد ظریف بھی اندرون سندھ اپنی این جی او چلا رہا تھا۔ مراد ظریف نے دوران تفتیش انکشاف کیا کہ بھارتی ایجنٹ کرشن کمار بلوچستان کے علاقے میں مسلح تربیتی کیمپ چلا رہا تھا اور اب فرار ہو کر بھارت چلا گیا ہے۔ کرشن کمار والی تیزاور سفاک ایجنٹ تھا۔ وہ اگلے ہی دن ہمارے گھر میں داخل ہو گیا گرفاری بدقسمتی سے ہمیں کوئی نقصان پہنچائے بغیر یہ مشکل وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ اسی اثنا میں ہم کرشن کمار کے ساتھیوں تک پہنچ گئے۔ وہ ان معاملات سے بے خبر تھا مگر اس کا بھائی روی کرشن کمار کے ہاتھوں میں کھیل رہا تھا۔ کرشن کمار دراصل سفارت کاروں کے ہمراہ اپنے بھیانک انجام کو پہنچا۔ اس کے بعد روی نے ہمیں بہری چند تک پہنچوایا۔ وہ ہم سے خوف زدہ ہو کر فرار ہونے کی کوشش میں ٹریفک کے حادثے میں شدید زخمی ہو چکا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کرشن کمار دہلی میں موجود رہا کہ پاکستانی وفد کے سربراہ اور اہم بیوروکریٹ کا اعتماد حاصل کرنا تھا۔ جس کی سرکوبی کے لیے مجھے انڈیا کا سفر کرنا پڑا۔ اس مہم میں جلال کے آدمیوں نے میری بڑی مدد کی۔ دہلی میں ہمارا قیام نہایت سنسنی خیز رہا۔ میں اس بیوا س سے اس کے دفتر میں ملاقات کی۔ تاہم اس کا ساتھ نہ دینے کا فیصلہ کیا۔ اسی اثنا میں ہم نے اپنا قیام ہوٹل تاج محل میں کر لیا۔ میں مسٹر خان کے فرضی نام سے غرالہ کے ساتھ تاج محل میں تھا۔ کسی رشتے کے بغیر غرالہ کے ساتھ مشترکہ کمرے میں رہائش کی بنا پر ہر ایجنسی کی نشاندہی پر وہ اپنا قیام ہم سے الگ کر لیا۔ میں مسٹر خان کے فرضی نام سے غرالہ کے ساتھ تاج محل میں تھا۔ کسی رشتے کے بغیر غرالہ کے ساتھ مشترکہ کمرے میں رہائش کی بنا پر ایجنسیوں

چند گھنٹوں پہلے میرا اور اس کا سامنا ہوا تھا۔ وہ دواؤں کے ایک عام خریدار کے بہروپ میں کالی ٹائی باندھے گولڈن فارمیسی کے کاؤنٹر پر پہنچا تھا اور اسی لمحے مجھے آئی مین کا فون موصول ہوا تھا کہ مجھے فارمیسی میں آئے ہوئے کالی ٹائی والے کے ساتھ فوری طور پر جانا تھا۔

میں نے اسے اور اس نے مجھے بہت قریب سے دیکھا تھا۔ کسی بھی طرح یہ امکان نہیں تھا کہ ہم دونوں ایک دوسرے کو پہچاننے میں کوئی غلطی کرتے۔ میں خالد نامی کسی نامعلوم شخص کی تلاش میں اس دروازے پر پہنچا تھا' وہ گھنٹی بجانے والے سے ملنے کے لیے باہر آیا تھا۔ ہم دونوں کا آمنا سامنا بالکل اچانک اور غیر متوقع طور پر ہوا تھا۔ چند ثانیوں کے لیے ہم دونوں ہی بھونچکا سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہ گئے۔

پھر شاید اس کی کھوپڑی پر جمی ہوئی برف کچھ پگھلی اور وہ دروازہ بند کرنے کی پروا کیے بغیر اچھل کر اندر بھاگ گیا۔

وہ شرفا کی آبادی تھی۔ بظاہر وہ گھر بھی کسی عزت دار اور عیال دار شخص کا ٹھکانا معلوم ہو رہا تھا مگر میرے لیے وہ لمحات بہت اہم اور نازک تھے۔ میں کسی قسم کے تکلف اور لحاظ میں پڑ کر آئی مین کے اس خطرناک ساتھی کو پکڑنے کا موقع ضائع نہیں کر سکتا تھا۔

میڈم فرزانہ نے ویرا کے ہاتھوں خاصی مار کھانے کے بعد خالد کی نشاندہی کی تھی۔ اس کے بیان کے مطابق خالد اس کا کئی سال پرانا آشنا تھا جو اپنے بیوی بچوں کے ساتھ ناظم آباد میں رہائش پذیر تھا۔ میں نے عجلت میں فرزانہ سے یہ نہیں پوچھا تھا کہ خالد نے اسے کس طرح منیر کے پیچھے لگایا تھا۔ میرے لیے یہ جان لینا کافی تھا کہ فرزانہ جیسی آوارہ صفت عورت نے خالد کو اپنے مصائب کا ذمے دار قرار دیا تھا۔

خالد کے گھر کے دروازے پر نمودار ہونے والا شخص آئی مین کا اس قدر قریبی ساتھی تھا کہ وہی مجھے دکان سے بھگا کر آئی مین کی سیاہ بلٹ پروف گاڑی تک لے گیا تھا اور پھر اول خان کی طرف سے پہلا فائر ہوتے ہی' اسی گاڑی میں آئی مین کے ساتھ فرار ہو گیا تھا۔ میں نے اچھی طرح دیکھا تھا کہ آئی مین کی چلتی ہوئی کار کی اسی کھڑکی سے سیاہ دھوئیں کا بم نکالا گیا تھا جس کے ساتھ وہ شخص بیٹھا ہوا تھا۔

خالد کے گھر سے اس خطرناک شخص کے نمودار ہونے کے بعد یہ سمجھنا دشوار نہیں تھا کہ وہ خود ہی خالد تھا اور اسی نے وہ سارا چکر چلایا ہوا تھا۔ فرزانہ نے بالکل درست بتایا تھا کہ متوسط قامت کا وہ سبک اندام شخص اپنے چہرے مہرے اور وضع قطع سے شریف ہی نہیں بلکہ تعلیم یافتہ بھی نظر آتا تھا لیکن اس کے کرتوت ہمارے سامنے تھے۔ آئی مین کے ساتھ قریبی تعاون کر کے وہ اپنے ملک سے غداری جیسے سنگین جرم کا مرتکب ہو رہا تھا۔

وہ سب سوچتے ہوئے بس میں ایک لمحے کے لیے جھجکا مگر اول خان نے ذرا سی بھی تاخیر نہیں کی۔ وہ قطعی واقف نہیں تھا کہ خالد اور کالی ٹائی والے میں کوئی تعلق تھا۔ اس نے تو شاید کالی ٹائی والے کو قریب سے دیکھا بھی نہیں تھا مگر اس کی چھٹی حس بہت تیز تھی۔ وہ خالد کے پیچھے بہت تیزی سے گھر میں گھس گیا۔

"پکڑلو اس کو۔" میں نے دوڑ لگاتے ہوئے اونچی آواز میں کہا "یہی کالی ٹائی والا حرامی ہے۔"

"میں اسے پہچان چکا ہوں۔" اول خان نے مکان میں داخلے کے بند دروازے پر زور آزمائی کرتے ہوئے کہا "میں نے تم سے کہا تھا کہ میں اسے ہزاروں کی بھیڑ میں پہچان سکتا ہوں۔ یہاں تو یہ بالکل اکیلا ہے۔"

اس اثنا میں' میں بھی اول خان کے قریب پہنچ گیا۔ وہ مکان کشادہ ضرور نظر آ رہا تھا مگر بہت وسیع نہیں تھا۔ احاطے کی دیوار اور مکان کے دروازے کے درمیان مشکل سے بارہ یا پندرہ فٹ کا صحن رہا ہوگا پھر اچانک مکان کی سنگین دیواروں نے راہ مسدود کی ہوئی تھی جن میں سے گزرنے کے لیے صرف ایک چوبی دروازہ تھا جو پھاٹک سے ہمیں کھلا ہوا نظر آ رہا تھا۔ خالد مجھے پہچان لینے کے بعد گیٹ سے تو بگٹٹ بھاگا تھا لیکن گھر میں گھستے ہی اس نے بہت تیزی سے دروازہ اندر سے بولٹ کر دیا تھا۔

میں نے اول خان کے قریب پہنچ کر جوش میں دروازے پر زور سے لات ماری۔ دروازہ مضبوط تھا۔ اس کا کچھ بھی نہ بگڑا مگر اس مکان کے اندرونی حصے سے دو خوف زدہ نسوانی چیخیں سنائی دیں۔ میرا تجربہ بتا رہا تھا کہ ان میں سے ایک چیخ کسی پختہ عمر والی عورت کی تھی۔ دوسری آواز کسی نوعمر لڑکی کی تھی۔

فرزانہ نے بتایا تھا کہ خالد شادی شدہ اور دو بچوں کا باپ تھا۔ بچوں کے بارے میں یہ تفصیل معلوم نہیں کی گئی تھی کہ ان کی جنس کیا ہے۔ میرا اندازہ تھا کہ اس کے بچوں میں ایک لڑکی ضرور ہوگی۔ وہ دونوں نسوانی چیخیں خالد کی بیوی اور بیٹی کی ہو سکتی تھیں۔

خالد کی دہشت زدہ انداز میں واپسی' بھاگ دوڑ اور پھر

Downloaded from https://paksociety.com

دروازے پر دھماکے کی آواز نے اس گھر کے مکینوں کو خوف زدہ کردیا تھا۔ کسی بھی شریف گھرانے کے لیے وہ حالات سہا دینے والے تھے۔

میں نے بس ایک لمحے کے لیے سوچا۔ اگر ہم چار دیواری کی حرمت کا پاس کرتے تو خالد کو ہمیشہ کے لیے کھو سکتے تھے۔ وہ خبیث شخص خوب جانتا تھا کہ وہ کیا کررہا تھا۔ اسے ذرا سی بھی مہلت ملتی وہ تو پچھلے راستے سے گھر سے فرار ہوجاتا۔ بیوی بچوں سے اسے کوئی خاص رغبت نہیں تھی۔ اس کا کھلا ثبوت یہ تھا کہ اس نے میڈم کے نام سے معروف ایک فاحشہ کے ساتھ بہت قریبی مراسم استوار کیے ہوئے تھے۔ ایک بار وہ نکل جانے میں کامیاب ہوجاتا تو کراچی میں پھیلے ہوئے' انسانوں کے سمندر میں اس کا کھوج لگانا دشوار ہوجاتا۔

میں تیزی سے چند قدم پیچھے ہٹا۔ اول خان نے میرا ارادہ بھانپ کر خاموشی اور بہت تیزی سے میری تقلید کی۔ کچھ فاصلے پر رک کر ہم دونوں تیزی سے دوڑ پڑے۔ ہمارے شانے پوری قوت کے ساتھ تقریباً ایک ساتھ دروازے سے ٹکرائے۔ قبضوں اور کیلوں نے پُرشور آواز کے ساتھ اپنی جگہیں چھوڑ دیں۔

ہم نے بروقت سنبھالا نہ لے لیا ہوتا تو اپنی جھونک میں دروازے کے ملبے کے ساتھ اندر گر کر زخمی ہوگئے ہوتے۔

گھر میں دہشت زدہ نسوانی چیخیں گونجنے کا سلسلہ جاری تھا۔ میں ٹوٹے ہوئے دروازے کے ملبے پر اول خان سے آگے نکل گیا۔ وہ ڈرائنگ روم تھا اور بالکل خالی پڑا ہوا تھا۔ اس کے پار ایک مختصر سی لابی تھی جس میں کئی دروازے کھلے ہوئے تھے۔

ایک دروازے کے پیچھے ایک عورت اپنی تیرہ چودہ سالہ لڑکی کے ساتھ اچھل اچھل کر خوف و دہشت سے چیخے جارہی تھی۔ ان دونوں کے چہرے خوف سے سفید ہورہے تھے۔ وہ مشینی انداز میں فضا میں دونوں ہاتھ ہلائے جارہی تھیں۔ مجھے اور اول خان کو دیکھ کر ان کی چیخیں مزید بلند ہوگئیں۔

"خاموش!" میں نے مصنوعی غراہٹ کے ساتھ کہا اور وہ دونوں سہم کر ایک دم خاموش ہوگئیں۔

اس وقت اول خان میرے ساتھ نہیں تھا۔ وہ اپنے شکار کی تلاش میں کسی اور سمت میں نکل گیا تھا۔

"خالد کہاں ہے؟" میں نے مختصر ترین توقف کے بعد اس عورت سے پوچھا جو بادی النظر میں اس کی بیوی معلوم ہورہی تھی۔

"وہ.... وہ.... پیچھے گئے ہیں..... بھاگتے ہوئے!" اس نے خوف سے پھنسی پھنسی آواز میں جواب دیا۔

اس وقت تک ان دونوں کی چیخیں اپنا رنگ دکھا چکی تھی۔ مکان کے باہر سے کئی ملی جلی مردانہ آوازیں سنائی دینے لگی تھیں اور کوئی خالد بھائی کہہ کر اندر کے حالات کے بارے میں استفسار کررہا تھا۔ شاید ان لوگوں کے پڑوسی اندر گھسنے سے پہلے یقین کرنا چاہ رہے تھے کہ گھر والوں کی مدد کے لیے ان کی مداخلت ناگزیر ہوچکی تھی۔

میرے لیے وہ آثار اچھے نہیں تھے۔ ہم دونوں عام شہری لباس میں تھے اس لیے کسی کا ہم سے مرعوب ہونے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ براہِ راست آمنا سامنا ہونے پر ان کا کوئی بھی مسلح پڑوسی ہمیں چوریا ڈاکو سمجھ کر گولی مار سکتا تھا۔

میں اندازے کی بنا پر اس سمت میں بڑھ گیا جدھر مکان کا پچھواڑا ہوسکتا تھا۔

"جلدی آؤ۔" اول خان کی پُرجوش آواز نے میری رہنمائی کی "دروازہ کھلا ہوا ہے۔ وہ پیچھے سے باہر بھاگ گیا ہے۔"

میری موجودگی کی دہشت سے چھٹکارا حاصل کرتے ہی دونوں عورتوں نے نہ صرف چلانا شروع کردیا تھا بلکہ اپنے پڑوسیوں کو مدد کے لیے پکارنا بھی شروع کردیا تھا۔ میں ان کی پروا کیے بغیر اول خان کی آواز اور اس کے قدموں کی دھمک کے سہارے پیچھے کے کھلے ہوئے دروازے تک پہنچ گیا۔

میں مکان کی آخری دہلیز پر تھا کہ فضا اچانک ایک ہولناک فائر سے گونج اٹھی۔ اس کے ساتھ کسی بھاری جسم کے زمین پر گرنے کی دھمک سنائی دی۔ لمحہ بھر کے لیے میرا دل دھک سے رہ گیا۔ وہ اول خان کے بڑے بور کے ریوالور کی آواز ہرگز نہیں تھی۔

"وہیں اوٹ میں رہنا۔" کھلی ہوئی عقبی گلی سے آنے والے بدبوں کے جھونکوں میں اول خان کی اضطراری آواز آئی "وہ ایک آڑ میں ہوگیا ہے اور مسلح ہے۔"

میں نے پھرتی سے اپنا ریوالور بھی نکال لیا۔ بہتر یہی ہوتا کہ اس گنجان آباد رہائشی علاقے میں کوئی گولی چلائے بغیر ہمارا کام ہوجاتا لیکن حریف نے فائرنگ کی ابتدا کردی تھی تو پھر دو چار مزید فائر ضروری ہوگئے تھے۔ ان گولیوں سے خالد کا کچھ بگڑتا یا نہ بگڑتا' محلے کے وہ خدائی فوج دار ضرور خوف زدہ ہوجاتے جو عورتوں کی چیخوں پر بے چین ہوکر ان کی مدد کے لیے اپنے گھروں سے نکل آئے تھے اور خالد کے دروازے پر

Downloaded from https://paksociety.com

جمع ہوگئے تھے۔ وہ کسی بھی لمحے مجھ تک پہنچ سکتے تھے۔

وہی واردات شہر کے کسی متمول علاقے میں ہوئی ہوتی تو فلک شگاف چیخوں پر کوئی دو سروں کے معاملات میں اپنی ٹانگ اڑانے کی ضرورت محسوس نہ کرتا مگر بد قسمتی یہ تھی کہ خالد شہر کی ایک متوسط آبادی میں مقیم تھا جہاں پڑوسیوں کے درمیان بڑھتی ہوئی بیگانگی کے باوجود لوگ کسی نہ کسی حد تک اپنی معاشرتی ذمے داریوں کا ادراک رکھتے تھے۔ ان لوگوں کا جذبہ بہت نیک تھا مگر ہماری کارروائی کے مقاصد نیک ترین تھے۔ ہماری کامیابی کے لیے ان لوگوں کا خوف زدہ ہو کر فرار ہو جانا ہی سب سے بہتر تھا۔

میں نے اپنے ریوالور کی نال آسمان کی طرف بلند کی اور کھلے ہوئے دروازے سے باہر دو فائر کردیے۔ اس بار فضا دو بھیانک بارودی نغموں سے گونگنا اٹھی۔ وہ ہوائی فائر تھے۔ میرے سامنے کوئی نہیں تھا' نہ کسی کا نشانہ لیا گیا تھا مگر خالد کے گھر کی خواتین کی مدد کے لیے اندر گھس آنے والوں کی بے ساختہ چیخیں نکل گئیں۔

اسی دوران میں اول خان نے اپنے حریف کے فرار کی راہ مسدود کرنے کے لیے ایک گولی چلادی۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے خالد کے گھر کے اندرونی حصے میں بھگدڑ مچ گئی ہو اور لوگ ایک دوسرے پر گرتے پڑتے واپس بھاگ نکلے ہوں۔

وہ مقابلہ دن دیہاڑے ہو رہا تھا۔ اس کے طول پکڑنے سے ہم سراسر خسارے میں رہتے۔ ویسے بھی میں زیادہ دیر تک خالد کے مکان کی دہلیز کے اندر نہیں رہ سکتا تھا۔ میں نے سینے کے بل فرش پر لیٹ کر کہنیوں کے بل آگے سرکنا شروع کردیا۔

غنیمت یہ تھا کہ رہائشی مکانوں کی وہ عقبی گلی اتنی گندی نہیں تھی جتنی بدبو وہاں پھیلی ہوئی تھی ورنہ میں غلاظت میں لتھڑ کر رہ جاتا۔

اول خان میرے دائیں طرف تھا۔ ہمارا حریف اس سے آگے کہیں چھپا ہوا تھا۔ مجھے پورا یقین تھا کہ جب وہ گھنٹی بجنے کے جواب میں پھاٹک پر ہمارے سامنے آیا تو بالکل غیر مسلح تھا مگر ہر مجرم کی طرح وہ بھی ناگہانی طور پر کسی برے وقت کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہتا تھا۔ اس نے اپنے گھر سے فرار ہوتے ہوئے کہیں سے بھرا ہوا پستول اٹھالیا تھا۔

ہم اس کے پیچھے لگے ہوئے تھے اس لیے شاید اسے اضل راؤنڈز یا میگزین ساتھ لینے کا موقع نہ مل سکا ہو۔ اگر کی طرح اس کی چھ سات گولیاں ضائع کرا دی جاتیں تو پھر اسے بہت آسانی کے ساتھ گھیر کر پکڑا جا سکتا تھا۔

گلی میں نکلتے ہی میں نے سر اٹھا کر اول خان سے آگے کی صورت حال کا جائزہ لینا چاہا تو مجھے ایک دیوار کے پیچھے سے انسانی سر کا کچھ حصہ نمودار ہوتا نظر آیا۔ وہ اسی دیوار کے عقب میں کھڑا ہوا تھا۔ میں نے ہاتھ سیدھا کیا اور بلا جھجک اپنے نشانے پر گولی چلادی۔

ادھر سے ابھرنے والی چیخ نے ذرا سی دیر کے لیے میرا دل خوش کردیا۔ مجھے گمان ہوا تھا کہ میری چلائی ہوئی گولی نے شاید اپنے ہدف کو چاٹ لیا تھا مگر میری وہ خوش فہمی اس لمحے رفع ہوگئی جب دوسری طرف سے ایک جوابی فائر کردیا گیا۔ میری گولی نشانے پر نہیں مگر اس سے بہت قریب ضرور لگی تھی جس کے نتیجے میں خالد کے حلق سے ایک اضطراری چیخ برآمد ہوگئی پھر شاید اس نے اپنی اس غیر ارادی کمزوری پر جھلا کر ایک بے مقصد جوابی فائر جھونک مارا۔

اس کی چلائی ہوئی گولیوں کی گونج سے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ اس کے چیمبر یا میگزین میں کل چھ گولیاں رہی ہوں گی۔ دو وہ ضائع کرچکا تھا۔ وہ ایسی جگہ پھنسا ہوا تھا جہاں سے ہماری زد میں آئے بغیر بھاگنا اس کے لیے ممکن نہیں تھا۔ وہ آڑ لینے کے لیے گولیاں چلاتا تو ذرا سی دیر میں تنہا رہ جاتا۔

دن کے اجالے میں' میں صاف ستھری زمین پر رینگتا ہوا تیزی سے اول خان تک پہنچ گیا۔ یہ اندازہ ہوچکا تھا کہ گولی سے بال بال بچ جانے کے بعد خالد دوبارہ کمین گاہ سے باہر جھانکنے سے کئی بار سوچنے پر مجبور ہوگا۔

"تم نے دو گولیاں کس پر چلائی تھیں؟" میری موجودگی کا احساس ہوتے ہی اول خان نے پوچھا۔

"ہوائی فائر تھے۔ اس کے گھر پر پڑوسی جمع ہونا شروع ہوگئے تھے۔ اب سب اپنے گھروں میں واپس پہنچ چکے ہوں گے۔" میں نے جواب دیا۔

"وہ ہمیں دھوکا دے کر کہیں نکل نہ جائے۔" اول خان پر تشویش آواز میں بڑبڑایا۔

"کہاں نکلے گا؟ آڑ سے نکلتے ہی میری یا تمہاری چلائی ہوئی کسی گولی کا نشانہ بن جائے گا۔"

"دونوں طرف مکانوں کی قطاریں ہیں جن کے دروازے اس طرف بھی کھلتے ہیں۔ اسے کوئی بھی دروازہ کھلا ہوا مل گیا تو وہ اس میں گھس کر دوسری طرف نکل جائے گا۔ اور ہم اس کا انتظار کرتے رہ جائیں گے۔"

وہ نکتہ میں واقعی فراموش کرچکا تھا مگر مجھے امید تھی کہ پہلے فائر کے ساتھ ہی علاقے کے مکینوں نے اپنے بیرونی دروازے مضبوطی سے بند بلکہ مقفل کرلیے ہوں گے۔ ان

Downloaded from https://paksociety.com

میں سے کوئی بھی رضاکارانہ طور پر کسی مسلح آدمی کو راہ دینے کی ہمت نہیں کرسکتا تھا خواہ وہ اس کا شناسا یا پڑوسی ہی کیوں نہ ہو۔ دوسری اہم بات یہ تھی کہ دیوار کی آڑ میں رہتے ہوئے ہمارا حریف زیادہ دور نہیں نکل سکتا تھا۔ بہ مشکل دو تین فٹ کے فاصلے پر دیواروں اور دروازوں کی قطار دوبارہ نظر آرہی تھی۔

اس وقت تک کل چھ فائر ہوئے تھے۔ میں خالد کو پناہ فراہم کرنے والے ابھار پر اگلا فائر کرنے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ فضا اچانک کسی خود کار رائفل کی تڑاتڑ سے لرز اٹھی۔ کسی نامعلوم شخص نے یکایک ہلکا سا برسٹ فائر کیا تھا۔

تیسرے فریق کی شمولیت پر ہم آپس میں کچھ کہنے بھی نہ پائے تھے کہ وہی رائفل دوبارہ گولیاں برسانے لگی۔

اس بار ہمارا شکار اپنے اعصاب پر قابو نہ رکھ سکا۔ اس نے دوڑ لگانے کی کوشش کی مگر میں نے اسی لمحے اس کی متحرک پنڈلیوں کی شست باندھ کر گولی چلادی۔ بھاگتے بھاگتے وہ چیخ کر زمین پر گرا اور دور تک لڑھکتا چلا گیا۔

ہمارے لیے وہ بہترین موقع تھا۔ ہم دونوں نے اپنی جگہیں چھوڑ کر پوری قوت سے دوڑ لگادی۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھل کر دوبارہ اپنے قدموں پر کھڑا ہونے کی کوشش کرتا، ہم اپنے اپنے ریوالور تانے اس کے سر پر سوار ہو چکے تھے۔

میں نے پہلی نظر میں بھانپ لیا تھا کہ اس وقت خالد کے دونوں ہاتھ خالی تھے۔ اس کا پستول یا ریوالور گرتے ہوئے اس کے ہاتھ سے نکل چکا تھا اور گندی گلی کے کسی گوشے میں ناکارہ پڑا ہوا تھا۔

اول خان نے ایک ٹھوکر رسید کی۔ خالد بلبلا کر دہرا ہوگیا۔ اول خان نے اس کا کالر پکڑا اور بے دردی کے ساتھ اسے زمین سے اٹھاتا چلا گیا۔

میری بے خطا گولی نے اس کی داہنی پنڈلی لہولہان کردی تھی لیکن ہڈی شاید سلامت تھی کیونکہ کراہنے اور لڑکھڑانے کے باوجود وہ اپنے قدموں پر کھڑا ہوگیا۔

اچانک فضا رائفل کے تیسرے برسٹ سے گونج اٹھی۔ اس وقت آوازوں کی سمت بدلی ہوئی تھی اور وہ بہت قریب سے آئی تھیں۔ میں نے بوکھلا کر گلی کے سرے کی طرف دیکھا تو وہاں ہماری گاڑی کا ڈرائیور ایک خود کار رائفل اٹھائے کھڑا تھا۔ اس کی رائفل کی دھواں اگلتی ہوئی نال کا رخ اوپر کی طرف تھا۔

"بہادر خان!" اول خان نے اپنی گونجیلی آواز میں اسے پکارا۔

اس کا آدمی اپنی پوری رفتار سے دوڑتا ہوا ہمارے قریب آپہنچا۔

"اسے اپنے کندھے پر لادو اور فوراً گاڑی تک پہنچادو۔" اول خان نے اس کے ہاتھ سے رائفل لیتے ہوئے حکم دیا۔

بہادر خان جسیم اور توانا آدمی تھا۔ اس نے سبک اندام خالد کو بکری کے کسی بچے کی طرح اپنے کندھے پر لاد لیا۔

ہر طرف سناٹا ہو چکا تھا۔ خوف اور ہیبت کی رہی سہی کسر بہادر خان کی رائفل کی فائرنگ نے پوری کردی تھی۔ ہمیں اپنے قرب وجوار میں کسی ذی روح کا سایہ تک نظر نہیں آرہا تھا۔ ہم کسی بھی مداحلت کے بغیر اپنی ڈبل کیبن پک اپ تک پہنچ گئے۔

وہ شخص خلاف توقع ہمارا شناسا نکلا اس لیے فرزانہ سے اس کی شناخت کی کوئی ضرورت نہیں رہی تھی۔ میرے ایما پر اسے پک اپ کے عقبی حصے میں ڈال دیا گیا تھا۔ میرے لاکھ منع کرنے کے باوجود اول خان بھی اسی حصے میں سوار ہوگیا۔ اس کا خیال تھا کہ فرزانہ اور خالد کو ایک ہی وقت میں سنبھالنا ویرا کے لیے دشوار ثابت ہوسکتا تھا۔

وہ بحث کا وقت نہیں تھا۔ اپنے مجرم کو پکڑ لینے کے بعد ہمارا وہاں سے جلد از جلد روانہ ہونا ضروری ہوگیا تھا۔ میں نے اول خان کی ضد کے سامنے ہتھیار ڈال دیے اور خود ڈرائیور کے برابر والی سیٹ پر آبیٹھا۔ انجن اسٹارٹ ہوا اور گاڑی تیزی سے آگے روانہ ہوگئی۔

"تم اچانک رائفل لے کر میدان میں کیوں آگئے؟" گلیوں سے مین روڈ پر نکل آنے کے بعد میں نے پوچھا۔

"صاحب! میں ریٹائرڈ فوجی ہوں۔ جب جنگ کا بگل بجتا ہے تو کوئی خالی نہیں بیٹھتا۔" اس نے منکسرانہ لہجے میں جواب دیا "جب پہلی گولی چلی تو مجھے معلوم ہوگیا کہ تم لوگوں کی دشمن سے لڑائی شروع ہوگئی ہے۔ تمہارے پاس کھلونوں جیسے دو ریوالور میں نے دیکھ لیے تھے۔ بات بڑھ جاتی تو وہ راؤنڈز کم پڑجاتے۔ تمہارے میگزین اور ہتھیاروں کا سارا خزانہ تو پک اپ میں میرے پاس تھا۔ پانچ چھ گولیاں چلنے کے بعد مجھ سے صبر نہ ہوسکا اور میں میدان میں آگیا۔"

"ہوائی فائرنگ کرکے تم کیا مقصد حاصل کرنا چاہ رہے تھے؟" میں نے قدرے حیرت سے پوچھا۔

"تیز فائرنگ مجرم کا دل کمزور کرتی ہے، وہ گھبرا جاتا ہے اور پھر تماشا دیکھنے والے بھی بھاگ جاتے ہیں۔" اس نے معصومیت سے جواب دیا "میں سمجھ گیا کہ تم لوگ اپنے شکار

Downloaded from https://paksociety.com

کے پیچھے گھر کے پیچھے پہنچے ہوئے ہو کیونکہ گھر میں ایک بھی گولی نہیں چلی تھی۔ میں اپنی رائفل سے برسٹ مارتا ہوا اسی طرف چل دیا۔"

وہ سادہ لوح تھا مگر اس کی منطق بہت سیدھی اور سچی تھی۔ کسی چالاک آدمی کے لیے نازک موقع پر ایسا سہل فیصلہ کرنا آسان نہیں تھا۔

اول خان نے واپسی کے بارے میں ڈرائیور کو پہلے ہی بریف کیا ہوا تھا۔ راستے میں مجھے کوئی ہدایت دینے کی ضرورت پیش نہیں آئی اور ہم تھوڑی دیر بعد اسٹیشن فور پہنچ گئے۔ ڈرائیور نے گاڑی اول خان کے دفتر کے سامنے روکی تھی۔

اول خان اور ویرا کو گاڑی کے پیچھے حصے سے اترتا دیکھ کر ایس ٹی ایف کے جوان کچھ حیران نظر آئے پھر ان میں سے کچھ پک اپ میں گھس گئے۔ اول خان نے انہیں ہدایت دی کہ دونوں قیدیوں کو ایک دوسرے سے الگ رکھا جائے اور ہمیں ساتھ لے کر اپنے دفتر کی طرف چل دیا۔

اس کے دفتر میں پہنچتے ہی ویرا نے اپنا ہینڈ بیگ میز پر چھوڑا اور ٹوائلٹ میں جا گھسی۔

"اس وقت تم نے اپنے معمول کے خلاف سستی کا مظاہرہ کیا ہے۔" میں نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے اول خان سے کہا۔

"کیسی سستی؟" اس نے حیرت سے آنکھیں پھیلا کر سوال کیا۔

"خالد خطرناک مجرم ہے۔ میرا خیال تھا کہ ہمیں وقت ضائع کیے بغیر اس پر اپنا کام شروع کر دینا چاہیے۔"

وہ بے اختیار ہنس پڑا "تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میں نے بھی یہی سوچا تھا کہ اسے سنبھلنے کا موقع نہ دیا جائے مگر کہیں کبھی ضروریات آڑے آجاتی ہیں۔"

"ایسی کیا ناگزیر ضرورت پیش آگئی تھی؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"ویرا تمہارے سامنے واش روم میں گئی ہے۔" اس نے مجھے یاد دلایا اور میں اپنا سر جھٹک کر رہ گیا۔

"راستے میں اس نے کچھ نہ کچھ تو اگلا ہوگا۔" چند لمحوں کی خاموشی کے بعد میں نے امید ظاہر کی۔

"اس کی نوبت نہیں آئی۔" وہ بولا "فرزانہ کو اندازہ ہوگیا ہے کہ نادانستہ طور پر وہ کسی لمبے چکر میں پھنس گئی ہے۔ خالد کو اچانک اپنے سامنے دیکھ کر وہ بے قابو ہوگئی تھی۔ سارے راستے وہ دونوں آپس میں لڑتے اور ایک دوسرے کو مارتے اور نوچتے ہوئے آئے ہیں۔ میں بھی خاموشی سے وہ تماشا دیکھتا رہا۔"

"تمہاری خاموشی کا کوئی نہ کوئی سبب ضرور رہا ہوگا۔"

"لڑائی کے دوران میں ان کے بے ساختہ مکالمات میرے لیے اہم تھے۔ میرا اندازہ ہے کہ انہیں اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کا موقع دے کر میں نے اپنا مقصد حاصل کرلیا۔ فرزانہ کی کہانی میں کوئی جھول نہیں ہے۔ وہ خالد پر بری طرح برس رہی تھی۔ اس نے دھوکے سے فرزانہ کو مروایا ہے۔"

"پھر کیوں نہ اسے الگ کر دیا جائے؟" میں نے تجویز پیش کی۔

"یعنی اس کا قصہ تمام کر دیا جائے۔" اول خان نے مجھ سے وضاحت چاہی۔

"میں بے مقصد خون ریزی سے ہمیشہ گریز کرتا ہوں۔ فرزانہ کا نادانستہ جرم اتنا سنگین نہیں ہے کہ اسے کوئی بڑی سزا دی جائے۔ دیکھا جائے تو ہم اسی کی بے وقوفی کی وجہ سے خالد جیسے اہم مہرے پر ہاتھ ڈالنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اس کو رہا کر دینا بہتر رہے گا۔"

اس وقت تک فرزانہ بوکھلائی ہوئی تھی۔ اسے کچھ پتا نہیں تھا کہ وہ کن لوگوں کے ہاتھوں پکڑی گئی تھی اور اصل چکر کیا تھا۔ اگر اس کو خالد کے ساتھ ہونے والی باز پرس میں شریک رکھا جاتا تو بہت سی باتیں اس کے علم میں آسکتی تھیں۔ ایک حل یہ بھی تھا کہ خالد سے پوچھ گچھ میں اسے سامنے نہ لایا جائے لیکن اسے بلاوجہ قید میں رکھ کر پالنا بے سود تھا۔ اس سے کوئی مثبت نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا تھا۔ اول خان مناسب وقت پر اسے رہا کرنے پر رضامند ہوگیا۔

"ایک بات میرے ذہن میں چبھ رہی ہے۔ دو بجے جب تم نے آئی مین کی گاڑی پر رائفل سے گولی چلائی تو کیا اس کی آواز تمہارے کمانڈوز نے نہیں سنی ہوگی۔" فرزانہ کے مستقبل کے بارے میں بات ختم کرنے کے بعد یکایک مجھے خیال آیا۔

"وہ آوازیں دور دور تک سنی گئی تھیں لیکن کسی کی سمجھ میں نہیں آسکا کہ کیا ہوا تھا۔ ان کی ساری توجہ گولڈن فارمیسی پر مرکوز تھی جہاں حالات معمول کے مطابق تھے۔ مجھ سمیت ہر شخص کے دماغ میں یہ بات بیٹھی ہوئی تھی کہ اس وقت جو کچھ ہونا تھا گولڈن فارمیسی پر ہونا تھا۔ یہ اتفاق تھا کہ تمہیں دکان سے نکلتے دیکھ کر میں نے تمہارا پیچھا شروع کر دیا۔ ابتدا میں میرا خیال تھا کہ تم کسی کام سے باہر نکلے ہو۔ یہ بات آخری لمحات پر سمجھ میں آئی کہ آئی مین نے عین وقت پر اپنا

Downloaded from https://paksociety.com

پروگرام بدل دیا تھا۔"

آئی مین نے ہماری ہر منصوبہ بندی کو تقریباً مات دے دی تھی۔ اپنی گاڑی پر فائرنگ ہونے اور ایک ٹائر پھٹنے کے باوجود وہ صحیح سلامت نکل بھاگنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ خالد نے اس کے اصل منصوبے سے ہٹ کر' دکان کے ایک ملازم کو الجھانے کے لیے فرزانہ کو استعمال کرنے کا جو منصوبہ بنایا تھا' وہ ناکام نہ ہوتا تو ہم کسی کی گرد بھی نہیں پاسکتے تھے۔

اسی اثنا میں ویرا تازہ دم ہوکر واش روم سے نکل آئی۔ اس نے اپنے سر کی خفیف سی جنبش کے ساتھ مسکراتے ہوئے سوری کہا پھر بولی "وہ دونوں راستے بھر کتے اور کتیا کی طرح لڑتے رہے۔ اب دیکھو کہ وہ کیا کہانی سناتے ہیں۔"

"فرزانہ کا کردار ختم ہوگیا۔" میں نے اول خان کے دفتر سے نکلتے ہوئے اسے آگاہ کیا "اسے کسی بھی وقت رہا کردیا جائے گا۔ اب ہماری ساری توجہ خالد پر مرکوز رہے گی۔ اس کے ذریعے ہم آئی مین کا کوئی نہ کوئی سراغ نکال لیں گے۔"

"اس عورت کا کردار گھناؤنا بلکہ قابلِ نفرت ہے لیکن میں نہ جانے کیوں اپنے دل میں اس کے لیے ہمدردی کے جذبات محسوس کررہی ہوں۔"

میں نے ویرا کی وہ رائے خاموشی سے سن لی۔ سلطان شاہ وہاں موجود ہوتا تو کوئی تلخ تبصرہ کیے بغیر نہ رہتا۔

ہم تینوں قیدی کے کمرے میں پہنچے تو خالد کمرے کے فرش پر تیم دراز تھا۔ اس کی داہنی پنڈلی کے زخم کی ڈریسنگ کردی گئی تھی۔ چہرے کی خراشوں وغیرہ پر بھی کوئی رنگین دوا لگادی گئی تھی جس کی وجہ سے خالد کا چہرہ ضرورت سے زیادہ بگڑا ہوا اور خوف ناک نظر آرہا تھا۔

اس کمرے میں فرنیچر نام کی کوئی شے نہیں تھی لیکن ہم تینوں کے لیے فوری طور پر کرسیاں فراہم کردی گئیں۔

"تم لوگ کون ہو اور بلاوجہ میرے پیچھے کیوں پڑے ہوئے ہو؟" اس نے ہم تینوں کی معنی خیز خاموشی سے گھبرا کے پوچھا۔

"تم گولڈن فارمیسی سے دوائیں لینے کے بعد بل ادا کیے بغیر لوٹ گئے تھے۔ ہمیں وہ بل وصول کرنا ہے۔" میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"میں وہاں سے کچھ نہیں لایا تھا۔ میں نے دواؤں کی تھیلی کاؤنٹر پر چھوڑ دی تھی۔ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تمہاری آنکھوں سے جھلکتی ہوئی سفاکی سے اندازہ ہورہا ہے کہ تمہارے عزائم کچھ اور ہیں۔ تم مجھے غیر قانونی حراست میں رکھ کر ہراساں کررہے ہو۔"

"فارمیسی کے کاؤنٹر پر تختی لگی ہوئی ہے کہ خریدی ہوئی دوائیں واپس نہیں لی جائیں۔ وہ تھیلی تمہاری تھی۔ اسے چھوڑا تو یہ تمہارا قصور تھا۔ ہم کو اپنے پیسوں سے سروکار تھا لیکن تم ایسے بدنصیب ہو کہ میری صورت دیکھتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے اور پھر ہمارے اوپر گولی بھی چلادی۔" میں نے پرسکون مگر طنزیہ لہجے میں کہا۔

اس کی آنکھوں میں الجھن اور خوف کے سائے لہرانے لگے "دد..... دیکھو' میں ایک شریف اور عیال دار آدمی ہوں۔ میرا کسی چکر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں کالی گاڑی والوں کو نہیں جانتا۔ ان میں سے ایک نے مجھے دو ہزار روپے دے کر فارمیسی پر بھیجا تھا۔ مجھے وہاں سے ایک آدمی کو گاڑی تک لانا تھا۔"

"اور وہ دو ہزار روپے تم پہلے ہی فرزانہ کو دے چکے تھے جو اس نے دکان کے ایک ملازم کے حوالے کردیے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم کسی نفع یا نقصان کی پروا کیے بغیر محض خوف خدا کی وجہ سے مجرموں اور قاتلوں کی مدد کرتے پھرتے ہو۔"

"میں بے قصور ہوں۔" وہ اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر چیخ پڑا "آخر تم سیدھی طرح کیوں نہیں بتاتے کہ تم نے مجھے کیوں پکڑا ہے اور مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"دواؤں کے تین سو اسّی روپے!" میں نے زہریلی مسکراہٹ کے ساتھ کہا "تم اتنی سی رقم بچانے کے لیے اِدھر اُدھر کی ہانک رہے ہو۔"

میرے مبہم اور نرم رویے کے تسلسل پر ویرا کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا اور وہ اچانک بول پڑی "اگر تم نے اسی وقت تین سو اسّی روپے ادا نہ کیے تو میں مار مار کر تمہارا بھرکس نکال دوں گی۔ تم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ہم تم سے کیا چاہتے ہیں۔"

"رقم کا بہانہ مت کرو۔ تم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں اپنے گھر سے بے سروسامانی کے عالم میں بھاگا ہوں۔ میری جیب میں پھوڑی کوڑی بھی نہیں ہے۔ ان حیلوں میں الجھانے کے بجائے مجھ سے اصل معاملے پر بات کرو۔ میں تمہیں یقین دلا رہا ہوں کہ میں کرائے کا آدمی ہوں....."

ویرا نے بجلی کی سی سرعت سے اپنی جگہ چھوڑی اور پھر اس کی ٹانگ چل گئی۔ پسلیوں میں پڑنے والی ٹھوکر پر وہ دہرا ہوکر بلبلانے لگا۔

"اسی طرح' بہت دھیرے دھیرے تمہارے جسم کی ساری ہڈیاں توڑ دی جائیں گی اور تم اس عذاب کے ساتھ

Downloaded from https://paksociety.com

زندہ رہو گے۔" اول خان نے اسے آگاہ کیا۔

"میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ میں بیچ کا آدمی تھا۔ معاوضے پر اس کے لیے کام کر رہا تھا۔ وہ....."

"ہمیں تمہاری اس فضول تقریر سے کوئی دلچسپی نہیں۔ یہ بتاؤ کہ وہ کون ہے اور شہر میں کہاں چھپا ہوا ہے۔" میں نے اس کی بات کاٹ کر سوال کیا۔

"میں یہ سب نہیں جانتا....." اس کے ریکارڈ کی سوئی ایک ہی جگہ پر اٹکی ہوئی تھی۔ میں نے درشتی سے اس کی بات دوبارہ کاٹ دی۔

"تم بیچ کے آدمی ہوتے تو تم سے کام لینے کے بعد وہ تم کو کسی آوارہ کتے کی طرح گولی مارتا اور نکل جاتا۔ وہ تمہیں اپنے ساتھ لے کر گیا تھا۔ میری اور اس کی مختصر گفتگو کے دوران میں تم کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ تم نے ہماری باتیں سنی تھیں۔"

"مجھے معلوم ہے کہ تمہارے درمیان سلور آئی کے بارے میں کچھ بات ہوئی تھی لیکن میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"

میں نے ویرا کو آنکھ سے اشارہ کیا اور وہ خطرناک نیوروں کے ساتھ دوبارہ اس کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ میں اس خبیث کو ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔ ویرا کے ہاتھوں مار کھانے سے اس کی غیرت بھی جاگ اٹھتی تھی۔

ویرا کو اپنی طرف بڑھتا ہوا دیکھ کر وہ تیزی سے اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر وحشت ناچ رہی تھی۔ ویرا اس سے بہ مشکل ایک قدم کے فاصلے پر رہی ہو گی کہ وہ غیر متوقع طور پر وحشیانہ انداز میں اس سے لپٹ گیا۔ ویرا کی پشت میری جانب تھی۔ وہ اپنے بازو خالد کی مضبوط گرفت سے چھڑانے کی سرتوڑ کوشش کر رہی تھی کیونکہ وہ کسی درندے کی طرح اپنا منہ کھول کر ویرا کا دایاں کان چبا لینے کی کوشش کر رہا تھا۔

اپنی کنپٹی اور گردن پر خالد کے دانتوں کے لمس سے ویرا کو اندازہ ہو گیا تھا کہ خالد کیا کرنا چاہ رہا تھا۔ اچانک ویرا نے داہنا گھٹنا تیزی سے فضا میں بلند ہوا اور خالد ایک کریہہ چیخ کر پیچھے الٹ گیا۔ ویرا نے اسے تڑپا دینے والی ضرب لگائی تھی۔

اس بار ویرا نے اپنے سینڈل کے تلے سے خالد کی گردن روندی۔ خالد نے دونوں ہاتھوں سے ویرا کے پیر کو جھٹکا دیا اور اس وار سے بچنے میں کامیاب ہو گیا۔

"تم لوگ درندے ہو۔" وہ دیوار سے ٹک کر اپنا گلا سہلاتے ہوئے کراہا "پولیس والے اپنے قیدیوں کو ایسی بے دردی سے نہیں مارتے۔"

"تم کو کیسے الہام ہوا کہ ہم پولیس والے ہیں۔" میں نے اس کا مضحکہ اڑاتے ہوئے پوچھا۔

"میں بار بار یہی پوچھ رہا ہوں کہ تم لوگ کون ہو....."

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" میں نے ایک مرتبہ پھر اس کی بات کاٹ دی "تمہارے لیے صرف یہ جان لینا کافی ہے کہ تم ہمارے سامنے بے بس ہو اور ہمارے قیدی ہو۔ اگر تم نے شرافت سے زبان نہ کھولی تو ایسی ناقابلِ تصور اذیتوں سے گزرو گے کہ تمہاری زندگی ایک عذاب بن جائے گی۔"

"میں مرنے سے نہیں ڈرتا لیکن بدنامی کی زندگی سے خوف کھاتا ہوں۔ تم لوگ مجھے عدالتوں میں دھکے کھلواؤ گے اور میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گا۔"

"یہ باتیں تو تم کو اس وقت سوچنی چاہیے تھیں جب تم غلط کاموں میں ہاتھ ڈال رہے تھے۔" اول خان نے کہا۔

"یہ مجبوریاں تم نہیں سمجھ سکو گے۔ ایک پڑھے لکھے اور بال بچوں والے آدمی کو اچانک نوکری سے جواب مل جائے اور گھر میں فاقوں کی نوبت آنے لگے تو انسان ہر کام کر گزرنے پر تل جاتا ہے۔ شاید اسے کسی کا خون بہاتے ہوئے بھی شرم نہیں آتی۔ میں نے ایسا کوئی گھناؤنا کام نہیں کیا۔"

وہ عتاب میں آیا ہوا تھا' بری طرح پٹ رہا تھا لیکن اس کا دماغ پوری طرح کام کر رہا تھا۔ مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ بری طرح گھر جانے کے بعد اس نے اپنی مظلومیت کی ایسی تمہید باندھی تھی جو اس کی گلوخلاصی کی راہ بنا سکے۔ میں نے اس کے پھینکے ہوئے جال کو اسی پر ڈالنے کا فیصلہ کر لیا۔

"تم کو ابھی تک یہاں کوئی وردی یا سرکاری نشان نظر نہیں آیا ہو گا۔" میں نے قدرے نرمی اختیار کرتے ہوئے کہا "ہمارے ہاتھوں میں اتنی قوت ہے کہ ہم پولیس اور قانون سے مدد لیے بغیر اپنے دشمنوں سے اپنا حساب بے باق کر سکتے ہیں۔ تم سے ہماری کوئی دشمنی نہیں ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ تم بیچ کے آدمی ہو مگر اہم آدمی ہو اور بہت سی باتیں جانتے ہو۔ میری لڑائی ان لوگوں سے ہے جن کے لیے تم کام کرتے ہو۔ تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہاتھیوں کی لڑائی میں کودنے والے مینڈک بے رحمی سے روندے جاتے ہیں۔ تم اس برے انجام سے بچنا چاہتے ہو تو اب تم کو بدلے ہوئے حالات سے سمجھوتا کر لینا چاہیے۔ تم بساط کے ایک پٹے ہوئے مہرے ہو۔ تمہارے پاس کوئی متبادل راہ نہیں ہے۔ اگر

Downloaded from https://paksociety.com

تمہیں اپنے بیوی بچوں سے ذرا سی بھی ہمدردی ہے تو تم کو ہمارے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔ یہ زندگی اور عافیت کی اکلوتی راہ ہے۔ دوسرا راستہ دردناک موت کی طرف جاتا ہے۔"

"تم میری زبان کھلوانے کے بعد مجھے مار دو گے!" اس نے پرتشویش آواز میں اپنے خدشے کا اظہار کیا۔

"ہم تمہیں مارنا چاہیں تو دنیا کی کوئی طاقت ہمیں نہیں روک سکے گی۔ میں تمہیں لفظوں کا کوئی فریب نہیں دینا چاہتا۔"

"تم نے مجھے چھوڑ دیا تو تمہارے ہاتھوں کی چوٹ کھانے کے بعد وہ مجھے مروا دے گا۔ یہ بات اس سے چھپی نہیں رہ سکے گی کچھ لوگ مجھے گھر سے زبردستی اٹھا لائے تھے۔"

"تم چاہو تو اس کی مکمل سرکوبی تک ہمارے مہمان رہ سکتے ہو۔ شرط یہی ہے کہ شرافت سے سب کچھ اگلتے چلے جاؤ۔"

اس نے فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی آنکھوں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ میری پیش کش پر وہ کسی گہری سوچ میں پڑ گیا تھا۔

"وہ بہت خطرناک آدمی ہے۔ مجھے اس سے خوف آتا ہے۔" چند ثانیوں کی خاموشی کے بعد اس نے اپنی زبان کھولی "تم یہ بتاؤ کہ تمہارا دشمن کون ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تمہارا حریف کوئی اور ہو۔ میں بلاوجہ ہی مارا گیا ہوں۔"

مجھے دل ہی دل میں تسلیم کر لینا پڑا کہ وہ بلا کا مکار تھا۔ اس کے ذہن میں کوئی نئی کہانی سر ابھار رہی تھی۔ میں نے سخت لہجے میں کہا "اب تم اتنا معصوم بننے کی کوشش مت کرو۔ تم کسی اتفاق کے نتیجے میں ہمارے ہاتھ نہیں لگے۔ تم کو باقاعدہ گھیر کر پکڑا گیا ہے۔ سلور آئی کا ذکر بھی تم سے پوشیدہ نہیں ہے۔"

"آئی مین کا بس چلا تو وہ مجھے کچا چبا جائے گا۔" وہ ایک گہرا سانس لے کر بولا۔

"اب تم راہِ راست پر آئے ہو۔" میں نے اس کی زبان سے آئی مین کا نام سن کر کہا "میری اصل لڑائی اسی سے ہے۔"

"وہ بہت تیز و طرار اور چالاک شخص ہے۔" خالد کی آواز خوف سے عاری نہیں تھی۔ "میں تمہیں ہر بات سچ بتاؤں گا لیکن تم اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکو گے۔ اسے جیسے ہی پتا چلے گا کہ میں غائب ہو چکا ہوں، وہ خطرہ سونگھ کر اپنا ٹھکانا بدل لے گا۔"

"اسی لیے کہہ رہا ہوں کہ وقت ضائع نہ کرو۔ آئی مین کا قصہ پاک ہو گیا تو میں تمہیں نوکری دلوا دوں گا۔"

"اب میں حرام کی روزی نہیں کماؤں گا۔" اس نے بے ساختہ دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا "یہ روزی تباہی کے راستے لے جاتی ہے۔ میں حق حلال کی روزی کماؤں گا۔"

اول خان مذہبی رجحانات کا حامل تھا۔ اس نے خالد کے جواب میں دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا "تم محنت کر کے تنخواہ لیتے ہو۔ تمہیں اس سے کیا غرض کہ تمہارا آجر کیا کر رہا ہے۔"

خالد کا جواب عبرتناک تھا۔

اس نے آخری دو نوکریاں ایسے آجروں کے پاس کی تھیں جو معاشرے کے سفید پوش مجرم تھے۔ ایک گارمنٹس اور دوسرا مسالوں کی برآمد کی آڑ میں منشیات کی اسمگلنگ کا دھندا کرتا تھا۔ دونوں جگہ اسے اس کی صلاحیت اور توقع سے کہیں بڑھ کر تنخواہ دی جاتی تھی کیونکہ وہ کھیل کا کلیدی مہرہ ہوا کرتا تھا۔ پہلی مرتبہ آمدنی میں بھرپور اضافہ ہوا تو اسی حساب سے اس کا معیارِ زندگی بلند ہوتا چلا گیا۔ گھر کے اخراجات بے تحاشا بڑھ گئے اور اس نے شراب نوشی بھی شروع کر دی۔

مے نوشی اور ذاتی مصروفیات کی وجہ سے بچوں کی طرف توجہ کم ہوئی تو وہ ڈھیل سے فائدہ اٹھا کر دھیرے دھیرے بگڑنے لگے۔ پھر ایک دن مال پکڑا گیا۔ آجر زیرِ زمین چلا گیا۔ دفاتر کو تالے لگ گئے۔ وہ پکڑ دھکڑ سے بہ مشکل بچ سکا۔ اندھی کمائی نے اس کی آنکھوں پر بھی پردے ڈال دیے تھے۔ سمجھتا تھا کہ زندگی اسی ڈگر پر چلتی رہے گی۔ جو آتا تھا خرچ ہو جاتا تھا۔ جمع پونجی کچھ نہیں تھی۔ نئی ملازمت کے لیے کافی توقعات بہت بڑھی ہوئی تھیں۔ کہیں بات نہ بن سکی۔

گاڑی بکنے کی نوبت آ گئی۔ گھر کا چولہا روشن رکھنے کے لیے اثاثے بیچنے کا تجربہ اس کے لیے بہت اذیت ناک تھا۔ چھ مہینے تک شہر بھر میں جوتیاں چٹخانے کے بعد اسے مسالوں کے کارخانے میں نوکری ملی تو وہاں بھی منشیات کا گندا دھندا چل رہا تھا۔ تنخواہ پرکشش مگر کام گندہ تھا۔ اس نے اپنی مجبوریوں سے سودا کر لیا۔

وہ کاغذ کی ناؤ تھی۔ جب تک تیرتی رہی، تیرتی رہی۔ پھر ایک دن اچانک ڈوب گئی۔ دوسری نوکری ملنے کے بعد تیزی سے پرانا تجربہ بھول گیا تھا اور دوبارہ پرانے ڈھب آ گیا تھا۔ دوسرا جھٹکا لگنے کے بعد اسے ایک سال تک دھکے کھانے پڑے پھر ایک پرانے آرمی کی معرفت چار ماہ پہلے آئی مین سے ملاقات ہوئی۔ وہ امریکی گورا تھا۔ مکمل رازداری

Downloaded from https://paksociety.com

اور وفاداری کے لیے بھاری ماہانہ رقم دینے کے لیے تیار تھا۔

وہ پہلا آجر تھا جس نے منشیات کے بارے میں خالد کے ماضی کے تجربوں میں گہری دلچسپی لی تھی اور وہ اس تجربے کا خریدار بھی تھا۔ یوں خالد اس کا ساتھی بن گیا۔

ماضی کے برعکس' اس بار گاڑی چار ماہ کی قلیل مدت تک چل سکی تھی۔ اسے نظر آرہا تھا کہ وہ دوبارہ بے کاری کی گہری اور بھیانک دلدل میں گرنے والا تھا۔ غنیمت یہ تھا کہ اس بار اس نے آئی مین کی فیاضیوں کے طفیل کچھ پس انداز کرلیا تھا گھر کا کوئی اثاثہ بیچے بغیر کفایت سے بے روزگاری کا طویل عرصہ گزار سکتا تھا۔ اس نے اندھی آمدنی اور بے حساب اخراجات کے فارمولے کے بجائے جائز آمدنی اور محدود اخراجات میں زندگی گزارنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔

"یہ تمہارے ذاتی فیصلے ہیں جو مستحسن ضرور ہیں لیکن ہمارے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔" اس کی پوری کہانی سن لینے کے بعد میں نے بے پروائی سے کہا "اب آئی مین کے بارے میں بولتے چلے جاؤ۔"

"وہ بوٹ بیسن کے علاقے میں ایک ایسے مکان میں رہ رہا ہے جس کی پشت پر کچا برساتی نالہ ہے۔" خالد بتانے لگا "اس سے پہلے وہ ڈیفنس کے علاقے میں بی باون کے نام سے مشہور ایک گھر میں مقیم تھا۔ اس کے وہاں سے منتقل ہونے کی کہانی اخباروں میں آچکی ہے۔"

"تم اس سے ملنے کے لیے بی باون بھی جاتے رہتے تھے؟" میں نے سوال کیا۔

"ایک بار گیا تھا۔ حفاظت کے معاملے میں وہ اپنے سائے سے بھی بدکتا ہے۔ کسی کو غیر ضروری طور پر اپنے قریب نہیں آنے دیتا۔"

"نادر کو کس نے مارا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ کسی کی مجال نہیں کہ اس سے اس کے کاموں کے بارے میں کوئی سوال کرسکے۔ اخباروں میں اس بارے میں اپنا نام دیکھ کر وہ خاموش رہا تھا لیکن آج خود نامی بھارتی ہندو کے قتل میں اپنا نام آنے پر بھڑکا ہوا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نادر کو اسی نے اپنے راستے سے ہٹایا تھا۔"

"اس کے ساتھ اور کون کون رہتا ہے؟" اس بار ویرا نے سوال کیا تھا۔

"وکیلی اس کے ساتھ رہتی ہے۔ ان دونوں کو اپنے کام ودھ کرنے کی عادت ہے۔"

"وکیلی کون ہے؟" اس موضوع کے بارے میں ویرا کا تجسس جاگ اٹھا۔

"اس بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ وہ اس کی بیوی' بیٹی' سیکریٹری' یا صرف گرل فرینڈ بھی ہوسکتی ہے۔ وہ گھر میں رہتی ہے۔ آئی مین باہر نکلتا ہے تو تنہا ہوتا ہے۔ آج کل ہر شخص کو وہ خود فون کرتا ہے۔ جب اسے فون پہ کیے جاتے ہیں تو اس سے پہلے کیلی فون اٹھا کر اپنا اطمینان کرتی تھی کہ فون صحیح آدمی کا ہے۔"

"حیرت ہے کہ ان دونوں کو دیکھ لینے کے باوجود تم ان کے درمیان رشتے کا تعین نہیں کرسکے۔ بیوی اور بیٹی کی عمروں میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔"

"دراصل آئی مین جب بھی میرے سامنے آیا۔ سر سے پیر تک سیاہ لباس میں تھا۔ چہرے پر نقاب ہونے کی وجہ سے کبھی اس کی عمر کا اندازہ نہیں ہوسکا۔"

"میں نے اس کی آواز سنی ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ وہ ادھیڑ عمر ہے۔" میں نے کہا۔

"میرا اندازہ بھی یہی ہے لیکن اندازے غلط ہوسکتے ہیں۔" اس نے مدافعانہ لہجے میں جواب دیا "ویسے امریکی عمر کے چور ہوتے ہیں۔ پاکستانیوں کے مقابلے میں بہت زیادہ صحت مند اور توانا نظر آتے ہیں۔ آواز پر جاؤ تو آئی مین کو کم از کم پچپن سالہ ہونا چاہیے۔"

"ابھی تم نے ایک غلط بیانی کی ہے۔" خیال آنے پر میں نے چونک کر کہا "آج دو بجے آئی مین نقاب میں نہیں تھا۔"

"گاڑی کے شیشے سیاہ تھے پھر بھی اس نے سیاہ لباس پہننے کا خطرہ مول نہیں لیا مگر اس نے اپنا چہرہ اور پورا بدن ڈھکا ہوا تھا۔" خالد نے زور دے کر کہا "اس کے چہرے پر ماسک چڑھا ہوا تھا۔ سر پر ہیٹ تھا اور ہاتھوں پر موٹے دستانے موجود تھے۔"

"اپنی روزی کی کہانی سناتے ہوئے تم نے کہا تھا کہ آئی مین امریکی گورا ہے۔" میرا ذہن اس کے بیان کے تضادات تلاش کرنے میں مصروف تھا۔

"اس وقت بھی وہ سر سے پیر تک سیاہ لباس میں میرے سامنے آیا تھا۔ اس کی بول چال سے معلوم ہورہا تھا کہ وہ امریکی ہے۔ ان لوگوں کی انگریزی ساری دنیا سے الگ اور منفرد ہوتی ہے۔ مجھے تو اس کی آواز پر بھی بھروسا نہیں ہے۔ وہ اتنا محتاط ہے تو ضرور آواز بدل کر بولتا ہوگا۔"

خالد کا آخری فقرہ قابلِ غور تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ میں اسے ادھیڑ عمر تصور کیے بیٹھا تھا۔

"سیاہ گاڑی کون چلا رہا تھا؟" میں اس سے ہر بات بوجھ

Downloaded from https://paksociety.com

لینے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

"وہ میرے لیے نیا آدمی تھا۔ میں نے اسے آج پہلی بار دیکھا ہے۔"

"اس سے پہلے تم نے کسی اور کو بھی دیکھا ہے؟"

"میرے لیے شی آئی مین اور کیلی پر ختم ہے۔ ان دونوں کے سوا میرا کسی تیسرے آدمی سے واسطہ نہیں پڑا یا پھر آج ڈرائیور سامنے آیا تھا۔"

"اس کے ساتھ کوئی نیگرو بھی ہوا کرتا ہے۔" میرے ذہن میں جیک اسمتھ کا نام کلبلا رہا تھا۔

"ہوتا ہے تو اس سے میرا کبھی سامنا نہیں ہوا۔" خالد نے بلا توقف جواب دیا "آئی مین کا کام کرنے کا اپنا طریقہ ہے۔ وہ اپنے آدمیوں کو غیر ضروری طور پر ایک دوسرے کے سامنے نہیں لاتا۔ ہر بات خود طے کرتا ہے۔ اس سے اگلے رابطوں کی ذمے داری اور معاوضوں کی ادائیگی کام کرنے والے کے سر ہوتی ہے۔ اس سے آئی مین کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔"

"میرا خیال تھا کہ تم بہت کچھ جانتے ہوگے مگر تم آئی مین کی ذات کے بارے میں بھی بہت کم جانتے ہو۔" میں نے مایوسی سے کہا۔

"یہ اس کے طریقہ کار کی خوبی یا خامی ہے کہ کوئی بھی شخص سب کچھ نہیں جانتا۔ ہر شخص صرف اپنے کام کے بارے میں جانتا ہے۔"

"شی میں تمہارا کیا کام ہے۔" میں نے اس کی روزمرہ ذمے داریوں کے بارے میں جاننا چاہا۔

"ہیروئن کی مارکیٹ کا سروے۔ مجھے یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ شہر کے مختلف اڈوں کو کون لوگ کتنی مقدار فراہم کر رہے ہیں۔"

"یہ کام اتنا آسان نہیں ہے۔ اس غیر قانونی کام کے اعداد و شمار تمہیں کون دیتا ہوگا۔"

"کوئی نہیں دیتا۔ لوگ یہ باتیں چھپاتے ہیں۔ مجھے اپنے طور پر صحیح ترین اندازے لگانے پڑتے ہیں۔ کئی مرتبہ اس نے درشت انداز میں میرے اعداد و شمار کی تصحیح کی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ وہ صرف تم پر انحصار نہیں کرتا۔ یہی کام دوسرے لوگوں سے بھی لے رہا ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔" اس نے نیم دلی سے جواب دیا "میرے دیے ہوئے اعداد و شمار کی تصحیح سے یہی اندازہ ہوتا ہے۔ میں اپنا بیشتر وقت گھٹیا اور سستے اڈوں پر گزارتا ہوں مگر آج تک میرا کسی ایسے آدمی سے سامنا نہیں ہوا جو میری طرح ہیروئن کی آمد اور ترسیل پر دھیان دے رہا ہو۔ بازار کی خبریں کچھ اور بتاتی ہیں۔"

"میں وہی جاننا چاہ رہا ہوں۔ مجھے تم سے اندر کی معلومات درکار ہیں۔" میں نے زور دے کر کہا۔

"سنا ہے کہ اب کوئی بڑی پارٹی مارکیٹ میں اتری ہوئی ہے جو شی ہی ہو سکتی ہے۔ اس کے آدمی سستا مال دے رہے ہیں۔ سارے ڈیلرز تیزی سے ان کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ اگر خسارے کی یہ رقم شی دے رہی ہے تو یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ غبن نہیں ہو رہا۔ کم و بیش اتنا مال مارکیٹ میں پھینکا جا رہا ہے جس کے لیے آئی مین خسارہ ادا کر رہا ہے۔"

وہی کڑی درست تھی جو خالد نے اپنے براہِ راست تجربات سے جوڑی تھی۔ بے اختیار میرا ذہن راجا کی طرف چلا گیا جس نے خود اعتراف کیا تھا کہ آئی مین اسے بازار میں سستی ہیروئن پھیلانے کے لیے بھاری مالی امداد دے رہا تھا۔ اس امداد کے ساتھ اس کا یہ مبہم ہدف بھی مقرر تھا۔

خالد نے شی کا جو نیا ڈھانچا بتایا تھا اس کے مطابق اس بار ٹیم ورک پر انحصار نہیں کیا جا رہا تھا۔ پچھلے ناکام تجربات کی روشنی میں آئی مین ایک 'شخص' ایک کام کے اصول پر عمل کر رہا تھا۔ راجا کو سستی ہیروئن بیچنے کا کام دیا گیا تھا تو دوسرے اس میں دخل اندازی نہیں کر سکتے تھے۔ راجا کئی دنوں سے پولیس کی تحویل میں تھا تو سستی ہیروئن کی دستیابی کا متاثر ہونا لازمی تھا۔ میں نے خالد سے پوچھا "تمہاری پچھلے دو تین دن کی رپورٹیں کیا ظاہر کر رہی ہیں۔"

خالد نے چونک کر میری طرف دیکھا اور سر جھکا کر بولا "بازار میں بحران ہے۔ سستا مال اچانک ناپید ہو گیا ہے۔ اس بارے میں تمہاری معلومات واقعی قابلِ رشک ہیں۔ مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ آج آئی مین اسی بحران کا کوئی توڑ کرنے کے لیے میدان میں نکلا ہے۔"

اخبارات میں وہ معاملات اتنے اچھالے گئے تھے کہ خالد سے کچھ چھپانا بے سود تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا "پہلے شی کے ایک سوداگر کو پولیس نے پکڑا' اب اس کا سرو پر ہمارے قبضے میں ہے۔ ٹیم ورک کے بغیر ایسے کام دو تک نہیں چل پاتے۔"

"میرے پکڑے جانے کے بعد معاملہ زیادہ گمبھیر ہو گیا ہے۔ کیا شی کے میدان میں اترنے کی وجہ سے تمہارا کاروبار متاثر ہو رہا تھا؟"

"کسی حد تک کہہ سکتے ہو۔" میں نے گول مول جواب

Downloaded from https://paksociety.com

اب دیا۔

"تمہاری اور آئی مین کی پرخاش کی یہی ایک وجہ ہو سکتی ہے۔ اس کے دوسرے دشمن سرکاری اداروں ہیں۔" خالد نتیجے اخذ کرنے میں خاصا تیز تھا۔

"اپنی یہ قیاس آرائیاں اپنی کھوپڑی میں محفوظ رکھو۔" اول خان نے تیزی سے کہا "ہماری نرمی کا یہ مطلب نہیں کہ تم ہماری برابری کرنے کی کوشش کرو۔"

خالد کی فریادی نظریں میری طرف اٹھ گئیں "تم نے کہا تھا کہ ہر بات سچ سچ بتا دینے کے بعد میں تمہارا مہمان بن جاؤں گا۔"

"تم فضا صاف ہونے تک ہماری حفاظت میں رہو گے لیکن اس دوران میں محتاط رہو۔" میں نے اسے آنکھ سے اشارہ کر کے کہا۔

"مجھے اس ننگے فرش سے کب نجات مل سکے گی؟" اس نے مایوسی سے پوچھا "میرے زخموں کی دیکھ بھال بھی ضروری ہے۔"

"فرش پر گدا فراہم کر دیا جائے گا مگر تمہیں یہیں رہنا ہوگا۔ ہمارے پاس اس سے بہتر کمرا نہیں ہے۔" اس بار اول خان نے ہی جواب دیا "گولی تمہاری جلد اور گوشت کو چاٹتی ہوئی گزری ہے۔ تم زخم کی فکر مت کرو۔ یہ دو چار دن میں مندمل ہو جائے گا۔ چہرے کی خراشیں بہت معمولی ہیں۔"

گفتگو ختم کر کے ہم تینوں اس کمرے سے نکل آئے۔ اول خان اپنے آدمیوں کو ہدایات دینے کے لیے رک گیا۔

"مجھے تو یہ سب باتیں بے سروپا معلوم ہو رہی ہیں۔" میرا نے خالد کے کمرے سے کچھ دور نکل آنے کے بعد اپنی بے لاگ رائے کا اظہار کر دیا "یا پھر شی کے نئے آئی مین کا دماغ چل گیا ہے جو وہ ٹیم ورک کے بنیادی اصول سے انحراف کر کے اپنی نئی راہ بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"اس کا دماغ نہیں چلا۔ وہ بہت شاطرانہ انداز میں اپنا کھیل آگے بڑھا رہا ہے۔" میں نے سوچتے ہوئے پر تشویش لہجے میں جواب دیا "اس وقت وہ سرمایہ صرف کر کے اپنی ایک مضبوط ٹیم بنا رہا ہے۔ اس نے کرائے پر حاصل کیے گئے لوگوں کو مصروف رکھنے کے لیے مختلف کاموں میں الجھا رکھا ہے۔ اس طرح وہ محض وقت گزار رہا ہے اور ہیروئن کی تجارت میں بحران پیدا کر رہا ہے۔ اس کا ہر آدمی شی کے نئے اقتدار کے خواب دیکھ رہا ہے لیکن آئی مین کا ہدف کچھ اور ہے۔ اس وقت تک اول خان دوبارہ ہمارے ساتھ شامل ہو چکا تھا۔

"اگر آئی مین نے اس بارے میں تمہیں کچھ بتایا ہے تو اس سے ہمیں بھی آگاہ کر دو۔" ویرا نے جل کر کہا۔

"تم بلاوجہ مرچیں چبا رہی ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا "یہ بات تمہاری سمجھ میں بھی آ جانی چاہیے کہ ان طور طریقوں سے ہیروئن کی مارکیٹ پر قبضہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ قصہ کسی اور مقصد کو چھپانے کے لیے چلایا گیا ہے۔"

"لاکھ ڈالر کا سوال یہ ہے کہ آئی مین کا وہ اصل مقصد کیا ہے۔" اس بار ویرا کا لہجہ استہزائیہ تھا۔

"اپنے ذہنوں پر بوجھ ڈالنا ایک اچھی عادت ہے لیکن میرا خیال ہے کہ اس وقت تم دونوں بلاوجہ یہ مشق کر رہے ہو۔ اس سوال کا جواب ہمیں آئی مین ہی دے سکتا ہے۔"

"کیوں نہ خط لکھ کر اس سے اس سوال کا جواب مانگ لیا جائے۔" ویرا بے ساختہ بولی۔

"خط لکھنے کی ضرورت نہیں۔ خالد اس کے ٹھکانے کی نشان دہی کر چکا ہے۔ ہمیں جلد از جلد ادھر کا رخ کرنا چاہیے۔" اول خان کی سنجیدگی برقرار رہی۔

ویرا کھسیانے انداز میں خاموش رہی۔ میں نے اول خان سے کہا "تمہاری بات درست ہے۔ تم ذرا ایک بار پھر خالد سے مل آؤ۔ اس مکان کا صحیح پتا معلوم کر لو۔ فون نمبر بھی پوچھ لینا۔ دوسری باتوں میں الجھ کر ہم مکان کا صحیح محل وقوع وغیرہ پوچھنا بھول گئے۔ اندھیرا ہوتے ہی ہمیں وہاں دھاوا بول دینا چاہیے تاکہ اسے زیادہ وقت نہ مل سکے۔"

اول خان میری ہر بات پر بہت سنجیدگی سے کان دھرتا تھا۔ میری پوری بات سنتے ہی واپس لوٹ گیا۔

"تمہارا کیا اندازہ ہے۔ آئی مین یہاں کیا کرتا پھر رہا ہے۔" اول خان کے دفتر کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے، ویرا نے کچھ دیر بعد سوال کیا۔

"فی الحال افراتفری پھیلا رہا ہے۔ تم بار بار گھما پھرا کر ایک ہی سوال پوچھ رہی ہو۔"

"میرا خیال ہے کہ اپنے اس سوال کا جواب مجھے معلوم ہے۔ وہ میرے ذہن میں موجود ہے مگر اس وقت سوجھ نہیں رہا۔" وہ الجھن آمیز لہجے میں بولی۔

"کچھ دیر کے لیے خاموش رہ کر اپنا ذہن اسی ایک سوال پر مرکوز کر دو۔ تھوڑی دیر میں عقدہ کھل جائے گا۔" میں نے اسے مخلصانہ مشورہ دیا۔

"اس وقت مجھے شدت سے سلطان شاہ یاد آ رہا

Downloaded from https://paksociety.com

ہے۔۔۔۔"

میں نے درمیان سے اس کی بات اچک لی "یہ خوشی کی بات ہے کہ اس کی طرف سے تمہارے دل میں گنجائش پیدا ہو رہی ہے۔ اسے یہ جان کر بہت خوشی ہوگی۔"

"میری بات کو غلط معنی پہنانے کی کوشش مت کرو۔ دراصل وہ بہت بولتا ہے۔ صحیح اور غلط کی پروا کیے بغیر مسلسل بولتا رہتا ہے۔ اس کے نتیجے میں اس کے مخاطب کا ذہن خود بخود تیزی سے کام کرنے لگتا ہے اور بعض دور کی باتیں آسانی سے سوجھ جاتی ہیں۔"

"پتا نہیں جیک کے مکوں کی ضربات سے اب اس کے جبڑوں کا کیا حال ہے۔" میں نے افسردگی سے کہا۔

"جبڑے رواں ہیں۔ بولنے میں اسے کوئی دقت نہیں ہوگی۔ ہاں شاید مزید مار کھانے کی گنجائش نہ ہو۔" اس نے ہنستے ہوئے بے پروائی سے جواب دیا۔

ہم دونوں اول خان کے دفتر میں جا کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ خود بھی خالد سے پوچھ گچھ کر کے لوٹ آیا۔

"فون نمبر لے کر تم کیا چاہ رہے تھے؟" اول خان نے آئی مین کے نئے فون نمبر والا پرچہ میرے سامنے رکھتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی اس کا کوئی مصرف نہیں ہے۔ وہ جتنی احتیاط سے کام لے رہا ہے اس کے پیش نظر اسے فون پر چھیڑنا مناسب نہیں ہوگا۔ وہ ہوشیار ہو جائے گا۔"

"اگر اسے گھیرنا ہے تو ہمیں ابھی سے تیاری شروع کر دینی چاہیے۔" ویرا نے سگریٹ کا کش لگاتے ہوئے کہا۔

"کتنے آدمی کافی رہیں گے؟" اول خان نے مجھ سے پوچھا۔

اس وقت تک آئی مین کے بارے میں جو معلومات ہمارے سامنے آئی تھیں۔ ان سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اپنے گرد غیر ضروری بھیڑ بھاڑ رکھنے کا عادی نہیں تھا۔ اس کی کمین گاہ پر اس کے سوا صرف کیلی کی موجودگی متوقع تھی۔ مکان کا محل وقوع ایسا تھا کہ صرف دو اطراف سے نگرانی کر کے انہیں گھیرا جا سکتا تھا۔ ان دنوں وہ علاقہ زیادہ آباد نہیں تھا۔ آئی مین کے مکان کے ساتھ ایک مکان بنا ہوا تھا۔ دوسری طرف خالی پلاٹ تھا۔ گھر کے سامنے سڑک اور پیچھے ویران اور خشک برساتی نالہ تھا جس میں جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔

ہم تینوں یکجا تھے اس لیے ہمارا جانا ضروری تھا۔ ویرا کسی صورت میں بھی رکنے پر آمادہ نہ ہوتی۔ اس آپریشن کے لیے کم از کم دو گاڑیوں کا ہونا ضروری تھا۔ طے یہ پایا کہ ہم تینوں کے ساتھ مزید دو افراد کو شامل کر لیا جائے۔ اس طرح ہماری کل نفری پانچ ہو جاتی جو بہت کافی تھی۔

سات بجے روانگی کا پروگرام طے کرنے کے ساتھ یہ فیصلہ بھی کر لیا گیا کہ فرزانہ کو فوری طور پر رہا کر دیا جائے۔ اس کا براہِ راست آئی مین سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ ویرا کے مشورے پر میں نے گھر فون کر کے غزالہ کو بھی تبدیلیوں اور نئے فیصلوں سے آگاہ کر دیا۔

اس کے لیے یہ بات حیران کن ثابت ہوئی تھی کہ فرزانہ کی نشان دہی پر ہم جس شخص تک پہنچے وہی مجھ کو دکان سے آئی مین تک پہنچا چکا تھا۔ اس وقت سلطان شاہ بھی مجھ سے بات کرنے کے لیے مضطرب تھا۔ میں جانتا تھا کہ ایک مرتبہ اس سے گفتگو شروع ہو گئی تو سلسلہ دراز ہوتا چلا جائے گا جبکہ ہمارے پاس زیادہ وقت باقی نہیں رہ گیا تھا۔

مجھے توقع تھی کہ غزالہ مجھے جلال کے بارے میں کوئی اطلاع دے گی مگر وہ کہیں غائب تھا۔ شاید وہ دہلی میں عبداللہ کے خونِ ناحق کا بھرپور انتقام لے کر آرام کر رہا تھا اور دنود کے بارے میں ہم میں سے کسی سے تبادلہ خیال کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

آئی مین اور اس کے کارندوں کے بارے میں دو تازہ ترین تجربات ہمارے سامنے تھے۔ خالد ایک سوکھا سڑا اور بے ضرر سا آدمی نظر آتا تھا لیکن خطرہ اپنے سر پر منڈلاتا دیکھ کر وہ بے خوفی سے ہتھیار اٹھا کر لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ وہ حرکت کرتے ہوئے اس نے یہ بھی نہیں سوچا تھا کہ اس کے ایسے کسی اقدام سے اس کے گھر والوں پر کیا اثرات مرتب ہوں گے۔ دوسری طرف خود آئی مین ہمارے سامنے تھا۔ اس نے خود کوئی حرکت نہیں کی تھی لیکن وہ دھویں کے بموں تک سے لیس ہو کر لی مارکیٹ کے گنجان علاقے میں مجھ سے ملنے کے لیے آیا تھا۔ اس نے بھی خطرہ بھانپتے ہی دھویں کا دستی بم استعمال کر ڈالا تھا اور صاف نکل جانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

وہ تجربات بتا رہے تھے کہ ہمارا حریف ہر قسم کے تباہ کن ہتھیاروں وغیرہ سے لیس تھا۔ وہ لوگ مدافعانہ راہ اختیار کرنے کے بجائے لڑنے مرنے پر تلے ہوئے تھے۔ پوری تیاری کے بغیر ان کا سامنا کرنا خودکشی سے کم نہیں تھا۔

اول خان نے دورانِ گفتگو ہی ان دو آدمیوں کا انتخاب کر لیا تھا۔ جنہیں گاڑیاں لے کر ہمارے ساتھ چلنا تھا۔ اس نے انہیں بلا کر ہتھیاروں کی نوعیت اور تعداد وغیرہ کے

Downloaded from https://paksociety.com

بارے میں ہدایات دے ڈالیں۔ ان کے جاتے ہی اس کا اردلی چائے اور دیگر لوازم کی ٹرے لے لیا۔

ہم تینوں کے لیے وہ دن بہت طویل ہوچکا تھا۔ اس دوران میں کہیں کچھ کھانے پینے کا موقع بھی نہیں مل سکا تھا۔ ذرا سی دیر میں پوری ٹرے صاف ہوگئی۔

چائے کی پیالی خالی کرکے رکھنے کی نوبت بھی نہیں آئی تھی کہ میرے موبائل فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے بٹن دبا کر کال ریسیو کی تو دوسری طرف سے جلال بول رہا تھا۔

"اوہو! تم کہاں ہو۔ کل سے ایسے غائب ہوئے ہو کہ تمہارا کوئی سراغ ہی نہیں مل رہا۔" میں نے اس کی آواز سنتے ہی سوال کیا۔

"تمہیں معلوم ہے کہ میں ایک اہم کام میں مصروف تھا۔" میرے موبائل فون پر سی ایس ڈی کی سہولت نہ ہونے کی وجہ سے اس نے مبہم انداز میں جواب دیا۔

"مجھے خوشی ہوئی کہ تم نے اپنا کام خوش اسلوبی سے مکمل کرلیا۔ دوسرے ذرائع سے اس کی اطلاعات مل چکی ہیں۔"

"یہ باتیں ملاقات ہونے پر ہوں گی۔ ابھی میں نے تمہارے گھر فون کیا تھا تو پتا چلا کہ تم صبح سے غائب ہو۔"

"تم کو معلوم ہے کہ آج کل دکان داری ہو رہی ہے آج کسی سے ملاقات کا وقت بھی طے تھا۔"

"کیا یہ ممکن ہے کہ تم گھر جاکر فون پر مجھ سے رابطہ کرلو۔ اس وقت تم کہاں ہو؟" جلال کی آواز میں عجیب سا اضطراب نمایاں تھا۔

"میں اول کے ساتھ ہوں۔" میں نے غیر روایتی طور پر اول خان کا ادھورا نام لے کر جواب دیا "مجھے اس وقت ایک اہم کام درپیش ہے۔ شاید دس بجے سے پہلے میں فارغ نہ ہوسکوں۔"

"یہ بہت ضروری ہے۔ کیا تم اپنا کام کچھ دیر کے لیے ملتوی نہیں کرسکتے؟"

میں اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ وہ مجھ سے کوئی ضروری بات کرنی چاہ رہا تھا جس کے لیے رازداری ناگزیر تھی۔ موبائل فون پر وہ کھل کر بات نہیں کرسکتا تھا۔ اسے اندازہ رہا ہوگا کہ جب میں اپنے کسی کام کا ذکر کررہا تھا تو وہ بہت ضروری کام بلکہ مشن ہوسکتا تھا۔ میرے کام کی اہمیت اس لیے اور بھی بڑھ جاتی تھی کہ یہ بات جلال کے علم میں تھی کہ اس روز دن کے دو بجے میری اور آئی مین کی ملاقات متوقع تھی۔ یہ امکان منیر سے فرزانہ کی ملاقات کے بعد پیدا ہوا تھا۔ وہ بات اتنی سیدھی نہیں تھی کہ آسانی سے سمجھ میں آجاتی۔ پچھلی شام جلال کے جانے کے بعد اس موضوع پر خاصی دماغ سوزی کے بعد وہ امکان نظر آیا تھا مگر آئی مین سے طے ہونے والی چوبیس گھنٹوں کی مہلت کی بات اس کے علم میں تھی۔

میں الجھن میں پڑگیا۔ وہ کوئی بہت ہی اہم معاملہ تھا ورنہ جلال یوں اصرار نہ کرتا۔

کہتے ہیں کہ آدمی کسی بدترین دباؤ میں آجائے تو اس کے اعصاب اور عضلات سے لے کر اعضا تک اپنی غیر معمولی توانائی اور صلاحیتوں کے ساتھ کام کرنا شروع کردیتے ہیں۔ مجھے خیال آیا کہ وہ مسئلہ اتنا سنگین نہیں تھا۔ ہم ملیر کینٹ کی حدود میں واقع اسٹیشن فور میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارے مابین سارے معاملات طے پاچکے تھے۔ ہم کو دو گاڑیوں میں مختصر سی پانچ نفری فورس کے ساتھ کلفٹن میں بوٹ بیسن کے علاقے میں جانا تھا جہاں آئی مین روپوش تھا۔

راستے میں نیشنل اسٹیڈیم کے پیچھے ہمارا گھر تھا جہاں میرے فون کے ساتھ سی ایس ڈی منسلک تھی۔ اگر میں اسی وقت اپنی گاڑی سے گھر کے لیے روانہ ہوجاتا تو اطمینان سے کھل کر جلال سے بات کرسکتا تھا۔ سات بجے اول خان اسٹیشن فور سے نکل کر راستے سے مجھے اپنے ساتھ لے لیتا۔

آپریشن کو کسی التوا میں ڈالے بغیر جلال سے فون پر گفتگو ہونے کا امکان ذہن میں ابھرتے ہی میں نے گرمجوشی سے کہا "تم سے مذاکرہ زیادہ ضروری ہے۔ تم مجھے اپنا نمبر لکھوا دو۔ میں آدھے گھنٹے میں تم سے رابطہ کرتا ہوں۔"

جلال نے اپنا فون نمبر بتایا اور سلسلہ منقطع کردیا۔ وہ یقینی طور پر کسی بڑی الجھن کا شکار ہوچکا تھا۔

"میں گھر جارہا ہوں۔ جلال سی ایس ڈی کے بغیر ہونے والی گفتگو کو غیر محفوظ تصور کررہا ہے۔" میں نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"تو پھر آئی مین کے خلاف آپریشن کا پروگرام منسوخ کردیا جائے!" اول خان نے حیرت سے پوچھا۔

"وہ پروگرام اپنی جگہ برقرار ہے۔ ابھی ہمارے پاس تقریباً ایک گھنٹا ہے۔ اس سے زیادہ سے زیادہ چند منٹ تک بات ہوگی۔ جب تم مجھے لینے کے لیے آؤ گے، میں فارغ ہوچکا ہوں گا۔ وہ مجھ سے کوئی بہت اہم اور ضروری بات کرنا چاہ رہا ہے۔"

"تم نے مجھے تجسس میں ڈال دیا ہے۔ اس سے ہونے والی گفتگو کا خلاصہ مجھے موبائل پر بتادینا۔" اول خان نے بھی

Downloaded from https://paksociety.com

اپنی کرسی چھوڑ دی۔

"میں وعدہ نہیں کرتا۔ کوشش ضرور کروں گا۔" میں نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"اگر پروگرام کی یہ تبدیلی اتنی آسان ہے تو میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔ میرے مسلط رہنے سے اول خان کے کام میں خلل پڑے گا۔" ویرا نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔

کسی نے ویرا کی رائے کی تردید نہیں کی۔ وہ اسٹیشن فور پر موجود رہتی تو اول خان بھی اس کی میزبانی کے تکلفات میں الجھا رہتا اور شاید تیاری کا کوئی پہلو تشنہ رہ جاتا۔ اول خان نے میری گاڑی تک آکر ہم دونوں کو رخصت کیا۔

اس روز آئی مین سے تصادم کے بعد ایسی افراتفری مچی تھی کہ اول خان مجھے اپنی گاڑی میں بٹھا کر اسٹیشن فور لے آیا تھا۔ گولڈن فارمیسی کی ایک قریبی گلی میں کھڑی ہوئی میری کار ایس ٹی ایف کے ایک ڈرائیور نے کسی وقت وہاں پہنچادی تھی۔

"جلال کیا کہہ رہا تھا؟" اس نیم فوجی کیمپ کی حدود سے باہر نکلنے کے بعد ویرا نے متجسس لہجے میں پوچھا۔

"بہت کچھ کہنا چاہ رہا تھا لیکن سی ایس ڈی کا تحفظ میسر نہ ہونے کی وجہ سے کچھ نہیں کہہ سکا۔" میں نے سرسری لہجے میں جواب دیا۔

"نوید کے بارے میں کیا بات ہوئی؟" اس بار ویرا نے براہِ راست سوال کر ڈالا۔

"ارے بابا، کہہ تو رہا ہوں کہ اس سے کوئی قابلِ ذکر بات نہیں ہو سکی اسی لیے اب میں گھر جا رہا ہوں۔"

"مجھے کچھ گڑبڑ نظر آرہی ہے۔ اس نے جوشِ انتقام میں نوید کو جہنم واصل تو کر دیا لیکن اس کے ستارے گردش میں آگئے ہیں۔"

ویرا کے لیے خاموش بیٹھنا ممکن نہیں تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ جب تک میں جواب دیتا رہوں گا، وہ کچھ نہ کچھ پوچھ کر میرا دماغ چاٹتی رہے گی۔ میں نے مکمل خاموشی اختیار کرلی۔

ہمارا گھر لوٹنے کا پروگرام نہیں تھا۔ میں نے فون پر غزالہ کو اپنی نئی مصروفیت کے بارے میں بھی بتا دیا تھا۔ مجھے گھر میں دیکھ کر وہ خوشی سے کھل اٹھی۔ "معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے سات بجے والا پروگرام منسوخ کر دیا ہے۔"

"ہرگز نہیں۔ سات بجے کے قریب اول خان ہمیں لینے کے لیے آجائے گا۔ وہ پروگرام بدستور اپنی جگہ قائم ہے۔" میں نے زور دے کر کہا "میں اس وقت جلال سے بات کرنے کے لیے آیا ہوں وہ تم سے کیا کہہ رہا تھا؟"

"اس کی آواز بجھی بجھی سی تھی۔ بس آپ کے بارے میں پوچھ کر سلام دعا کے بعد فون بند کر دیا۔"

"اور سلطان شاہ کہاں ہے؟" میں نے اِدھر اُدھر نظریں دوڑاتے ہوئے پوچھا۔

"اپنے کمرے میں پڑا سو رہا ہوگا۔ پتا نہیں ویرا نے اسے کون سی خواب آور دوا دی تھی کہ اسے لینے کے بعد سے سلطان شاہ پر رہ رہ کر نیند کے لمبے دورے پڑ رہے ہیں۔ وہ جب بھی بیدار ہوتا ہے، ویرا کو برا بھلا کہنا شروع کر دیتا ہے۔" غزالہ نے ہنستے ہوئے بتایا۔

"یہ میری دی ہوئی دوا کے اثرات نہیں ہو سکتے۔" ویرا نے وثوق سے کہا "اس کے دماغ میں کوئی اندرونی ضرب آئی ہے۔"

"مجھے ایسی کسی ضرب کا علم نہیں جو آدمی کو کسی ایک فرد سے متنفر کر دے۔" میں نے ویرا کو گھورتے ہوئے کہا "تم سے ایک سنگین حماقت سرزد ہوئی ہے۔ اب اس کا دفاع کر کے مزید حماقت کرنے کی کوشش مت کرو۔"

"اسے اس کے حال پر چھوڑنا مناسب نہیں ہے۔ میں ابھی کمرے میں جا کر اسے جگاتی ہوں۔"

"یہ حرکت تم نہ کرنا۔ وہ تمہاری جان کو آجائے گا۔" میں نے بیزاری سے کہا "اب کچھ دیر کے لیے چین سے بیٹھی رہو تاکہ میں جلال سے یک سوئی سے بات کر سکوں۔"

"اسپیکر فون آن کرلیں۔" خلافِ معمول غزالہ نے نرمی سے فرمائش کی "جلال کی طرف سے میں بھی تجسس میں پڑ گئی ہوں۔"

"شاباش!" ویرا نے اسے اکسایا "اس وقت تم نے میرے دل کی بات کہہ دی ہے۔"

میں نے ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر اسپیکر فون آن کرلیا۔ غزالہ نے بتایا سی ایس ڈی پہلے ہی آن تھی۔

میں نے جلال سے لیا ہوا نمبر ملایا تو دوسری طرف سے اسی نے کال وصول کی اور میری آواز سن کر حیران رہ گیا "ابھی آدھا گھنٹا بھی پورا نہیں ہوا اور تم اپنے گھر آگئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے وہاں سے گھر آنے میں تیز رفتاری کے سارے جوہر دکھا ڈالے۔"

"آج تم نے غیر معمولی انداز میں بات کر کے مجھے بے چین کر دیا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس طرح پر لگاؤں اور اڑ کر گھر پہنچ جاؤں۔" میں نے نرم اور ہموار لہجے میں کہا "سب سے پہلے تو یہ بتاؤ کہ تمہارے ساتھ خیریت تو ہے نا؟"

"میں مکمل خیریت سے ہوں۔ کیا میری آواز یہ بتانے

Downloaded from https://paksociety.com

کے لیے کافی نہیں تھی کہ ادھر خیریت ہے۔" میری تشویش پر وہ ہنس پڑا۔

"ونود کا معاملہ بھی پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔ کم از کم اخباری خبریں یہی بتا رہی ہیں۔"

"اس کا معاملہ میری توقع سے زیادہ آسان ثابت ہوا۔ وہ یوں اطمینان سے مارا گیا جیسے کبھی پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔"

"اخبارات نے اس کے خون کی ذمے داری آئی مین اور اس کی بیم گن پر ڈال دی ہے۔ وہ اس الزام تراشی پر سخت بھنایا ہوا تھا۔"

"اوہ!" یوں محسوس ہوا جیسے وہ اس اطلاع سے محظوظ ہوا ہو۔ اس نے اپنی بات جاری رکھی "معلوم ہوتا ہے کہ آج پھر اس سے تمہاری گفتگو ہوئی ہے۔ آج دوپہر میں اس کی دی ہوئی چوبیس گھنٹے کی مدت بھی پوری ہو رہی تھی۔ تمہاری اس سے ملاقات کا کیا رہا؟"

"آج میرے لیے تاریخی دن ہے۔ اس سے دو مرتبہ فون پر بات ہوئی اور پھر ملاقات بھی ہو گئی۔"

"تو کیا وہ بے خوفی سے گولڈن فارمیسی پہنچ گیا تھا۔" جلال کا وہ سوال بے ساختہ اور تحیر آمیز تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس کی پُرسکون اور نارمل آواز سن کر غزالہ اور ویرا کے چہروں پر چھائی ہوئی تشویش اور مردنی دور ہو چکی تھی۔

"بالکل آخری لمحات پر اس نے اپنا پروگرام بدل دیا تھا۔" یہ کہہ کر میں نے اختصار کے ساتھ اپنی اور اس کی گفتگو سے ملاقات اور پھر تصادم کے واقعات دہرانے شروع کر دیے۔ ان میں سے بعض تفصیلات ویرا کے لیے نئی تھیں جبکہ غزالہ تو سرے سے بے خبر تھی۔

"ڈینی اور دوسری سلور آئی نے اسے دیوانہ کیا ہوا ہے ورنہ مجھے اندیشہ تھا کہ وہ تم سے ملنے کی ہمت نہیں کرے گا۔"

"مگر اس سے ایک ملاقات کے بعد میرا حوصلہ بڑھ چکا ہے۔ میں اس سے اگلی ملاقات کی تیاری کر رہا ہوں۔"

"کہیں سات بجے تم اس کی تلاش میں تو نہیں جا رہے!" وہ میری اطلاع پر چونک پڑا تھا۔

"یہ بعد کا موضوع ہے۔ میں نے تمہیں اصل بات بتا دی ہے۔ یہ بتاؤ کہ تم مجھ سے بات کرنے کے لیے اتنے مضطرب کیوں تھے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میں کیا کروں۔ شکار سامنے ہے مگر میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔"

"ونود کے معاملے میں تم آزاد روی کا مزہ اٹھا چکے ہو دوبارہ حوصلہ کر کے دیکھو۔" میں نے پوری بات جانے بغیر اسے اکسایا۔

"وہ برابر کا مقابلہ تھا۔ میرے سامنے صرف ونود تھا۔ اس بار معاملہ مختلف ہے۔"

"کہیں تم جیک اسمتھ کی بات تو نہیں کر رہے۔" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"کمال ہو گیا۔" اس کی بے ساختہ آواز آئی "بعض اوقات تمہارے درست اندازے مجھے حیران کر دیتے ہیں۔ اس وقت کسی حوالے کے بغیر تمہارا ذہن اس مردود کی طرف کیسے چلا گیا۔"

"اس وقت ہم دونوں کی نگاہوں میں وہی ایک مشتبہ شخص ہے جو امریکی قونصل خانے کی سفارتی پناہ میں چھپا ہوا ہے۔ یہ بات تم ہی نے مجھے بتائی تھی۔"

"وہ سیاہ فام امریکی ہے۔ اگر مقامی لباس پہن لے تو قریب سے دیکھنے پر بھی پڑھا لکھا مکرانی نظر آئے گا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اس کے چہرے پر تازہ زخموں کے نشانات تھے۔ محض اسی ایک نکتے کی وجہ سے میں نے اس پر اپنی غیر معمولی توجہ مرکوز کی ہوئی تھی۔"

"اس کے بارے میں کوئی نئی بات سامنے آئی ہے؟" مس نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"وہ مسلسل امریکی قونصل خانے کی حدود میں چھپا ہوا تھا۔ دن رات وہیں مقیم تھا اور میرے آدمیوں کو اس پر اپنا کام آگے بڑھانے میں دقت ہو رہی تھی۔ آج صبح ایک چارٹرڈ پرواز سے کراچی ائرپورٹ کے پرانے ٹرمینل کے راستے امریکی ڈیلٹا فورس کے چھ کمانڈوز یہاں پہنچے تو میں نے اپنا کام ذرا تیز کر دیا۔ کافی عرق ریزی کے بعد پتا چلا کہ وہ چھ کمانڈوز جیک اسمتھ کی حفاظت کے لیے آئے ہیں۔ ان میں سے دو کمانڈوز آٹھ آٹھ گھنٹے کی تین شفٹوں میں دن رات اس کے ساتھ رہیں گے۔"

"تو کیا اس نے قونصل خانے کی حدود سے باہر نکلنے کا ارادہ کر لیا ہے؟"

"صرف ارادہ ہی نہیں کر لیا' اس وقت وہ باہر نکلا ہوا ہے۔ اس سارے بندوبست سے اندازہ ہو رہا ہے کہ وہ کوئی بڑا کھیل کھیلنے کا ارادہ کیے بیٹھا ہے۔ اس وقت بھی دو دیو زاد کمانڈوز سایوں کی طرح اس کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔"

"یہ بہت اچھے آثار ہیں۔ سمجھ لو کہ یہ کمانڈوز اس کی شامت بن کر نازل ہوئے ہیں۔ وہ ان پر بھروسا کر کے باہر نکلتا رہے گا تو جلد ہی مارا جائے گا۔"

Downloaded from https://paksociety.com

"مشکل ہے۔ میں اس کام میں ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔ تم میری مجبوریوں سے واقف ہو۔"

"تم نے وفود کے بارے میں اپنے اصول توڑ کر مجھے حیران کردیا ہے۔ تم مجھے دوبارہ بھی حیران کرسکتے ہو۔"

"یہ ایک اور تین کا معاملہ ہے۔ تم کو معلوم ہے کہ ڈیلٹا فورس کے ہر رکن پر امریکی ناز کرتے ہیں۔ یہ لوگ صحراؤں، دریاؤں، پہاڑوں اور برف زاروں میں ہر قسم کی جنگی اور چھاپا مار کارروائیوں کے لیے تیار کیے گئے ہیں۔ ہر کمانڈو مارشل آرٹس کا ماہر ہوتا ہے۔ ان کی موجودگی کی وجہ سے اگر ذرا بھی اوچھا پڑ جائے تو الٹی آنتیں گلے پڑ جائیں گی۔ میں یہ خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ میں نے تمہیں اطلاع دے دی ہے۔ اب کچھ کرنا یا نہ کرنا تمہارے اختیار میں ہے۔"

"تم نے بتایا تھا کہ جیک اسمتھ ایک امریکی افسر ہے۔ اس کا تعلق کس ڈسپلن سے ہے۔"

"وہ اپنے اصل نام سے سرکاری پاسپورٹ پر آیا ہے۔ اس نے ائرپورٹ امیگریشن کاؤنٹر پر اپنا فارم جمع کرایا تھا۔ اس کے مطابق وہ فیڈرل بیورو آف انوسٹی گیشن کا ڈپٹی ڈائریکٹر ہے۔ اس سے زیادہ مصدقہ اطلاع اور کوئی نہیں دے سکتی۔"

"میرا یہ شبہ درست نکلا کہ وہ کالا کوئی بڑا امریکی افسر ہے جو آئی مین کی پشت پناہی کررہا ہے۔" میں نے ایک گہرا سانس لے کر کہا۔

"یہ ایک ٹھوس اور افسوس ناک حقیقت ہے جس پر تمہیں مشتعل ہونا تمہارے لیے قابلِ فہم ہونا چاہیے۔"

"مجھے تمہارے جذبات کا پورا پورا احساس ہے۔ اب تمہارے آدمی اس کا پیچھا کررہے ہیں یا تم نے بدل ہو کر اس معاملے سے ہاتھ اٹھالیا ہے؟" میں نے رسمیت سے پوچھا۔

"کسی سنگین معاملے میں خاموش تماشائی بنے رہنا بہت ہی عذاب مسکن کام ہوتا ہے لیکن یہ میری مجبوری ہے۔ میرے آدمی اس وقت بوٹ بیسن کے اس بنگلے کے باہر موجود ہیں جس میں وہ تینوں پانچ بجے سے گھسے ہوئے ہیں۔"

اچانک میری کھوپڑی میں دھماکا سا ہوا۔ وہ مجھے ساری رام کہانی سنائے جارہا تھا۔ کام کی بات دل میں لیے بیٹھا تھا۔ اس نے بے ساختہ ہیجان زدہ لہجے میں پوچھا "بوٹ بیسن کے اس مکان پر فالکن ہاؤس کی تختی تو آویزاں نہیں ہے؟"

"تم اس بارے میں کیا جانو۔ سچ سچ بتاؤ کہ اس عمارت کا نام تمہیں کس نے بتایا؟"

"مائی ڈیئر جلال۔ فالکن ہاؤس اس وقت آئی مین کی کمین گاہ ہے۔ بی باون کے بعد اس نے وہیں پناہ لی اور سات بجے ہم وہیں جارہے ہیں۔"

"اوہ نو..... یہ تو کمال ہوگیا۔" جلال کی آواز سے بے پایاں مسرت کا اظہار ہونے لگا "آج دو بجے وہ بھاگ نکلا تھا پھر تمہیں کیسے پتا چلا کہ وہ فالکن ہاؤس میں مقیم ہے۔"

میں نے فرزانہ اور خالد کے پکڑے جانے کی کہانی چھیڑ دی۔ ہم دونوں کی معلومات یک جا ہونے کے بعد حالات نے اچانک سنسنی خیز موڑ لے لیا تھا اس لیے میں نے ان واقعات کی جزئیات کو دانستہ نظرانداز کردیا۔

"یہ ماننا پڑتا ہے کہ قسمت کی مہربانیوں کے ساتھ تمہاری کوششیں اور دماغ سوزیاں ہر جگہ بار آور ثابت ہوتی ہیں۔ ایک ہی دن میں تم نے قابل رشک کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ میں تمہاری مزید سرخ روئی کے لیے دعاگو ہوں لیکن یہ بات یاد رکھنا کہ اس وقت فالکن ہاؤس میں دو نہیں پانچ افراد ہیں جن میں دو خطرناک جنگ جو ہیں جو کسی بھی مقابلے کا رخ

جسم کو موٹا و خوبصورت بنانے کی دوا

فربینا

فربینا جسم کو موٹا اور خوبصورت بنانے کی یونانی دوا ہے جو قدرتی طور پر ایک ماہ کے قلیل عرصہ میں بازو، کمر، کولہے، گردن، کندھے اور چہرے کے گالوں پر گوشت میں اضافہ کرکے جسم بھرا بھرا، خوبصورت، موٹا و تندرست بنا دیتی ہے۔ فربینا شروع کرنے سے پہلے اپنا وزن نوٹ کرلیں، اور ایک ماہ بعد اپنا وزن دوبارہ چیک کریں تو آپ کو فرق صاف نظر آجائیگا۔ مکمل طور پر قدرتی اجزاء سے تیار کردہ قطعی بے ضرر یونانی مرکب، قیمت 385 روپے، وزن 850 گرام، ایک خط لکھ کر بذریعہ V.P منگوائیں۔

حکیم ارشد لیبارٹریز پوسٹ بکس 2608 اسلام آباد

مرکز اور ویات / سپر ہومیو / نیو ملک ہومیو / عصمت ہومیو بوسٹر بازار راولپنڈی • الاطبعت کمیٹ پاندنی چوک راولپنڈی • الجزہ ادویات چونگی نمبر 8 مسلم ٹاؤن راولپنڈی • محمد علی دواخانہ آبپارہ / ہومیو رسل سٹور کراچی کمپنی اسلام آباد • انصاری دواخانہ / عوامی دواخانہ مین بازار مظفر آباد • پنجاب ہومیو ڈرامہ دین بازار جہلم • شاہد ہومیو منگلہ روڈ دینہ • مدینہ میڈیکیوز مال روڈ ڈھرائی دواخانہ گلشن کلی مری • ملت دواخانہ گھنٹہ گھر پشاور • سپر ہومیو بخاری مارکیٹ / محبوب ہومیو چوک پاک گیٹ ملتان • ملا ہر ہومیو بانو بازار جہلم بارخان منصیل ہر میو اندرون اندرون لوری گیٹ بہاولپور • ایم سفیف اینڈ سنز بوسٹر والا چوک / علی ہیڈ بکل جہان آرکیڈ اپھر / ہلال ٹریڈرز سمجھ مری مارکیٹ ہیرن لوہاری / خرم ہومیو ریلوے روڈ لاہور • شاہی طبی دواخانہ گرڈ نیشن ہومیو پیتوٹ بازار / فیصل آباد • رحمان ہومیو موتی بازار / زرتاج بازار • حرمین ہومیو اردو بازار / گوجرانوالہ • گڈ لک ہومیو ریلوے روڈ سیالکوٹ • ڈاکٹر شکور خانیوال • قدیر حجامت ہومیو ڈیرہ غازیخان • کبیر ہومیو بازار سرگودھا • سلیم ہومیو بازار / حاجی اللہ دتہ روڈ حافظ آباد

Downloaded from https://paksociety.com

بدل دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔"

"بہت اچھا ہوا کہ اس وقت تم سے بات ہوگئی ورنہ ہم بے خبری میں سات بجے وہاں پہنچ جاتے۔ آئی مین اور کیلی کے لیے ہم نے واجبی سی تیاری کی تھی اب ہمیں اپنے پورے پروگرام پر نظرثانی کرنی پڑے گی۔"

"اگر تم آج ہی وہاں جانے کے ارادے پر قائم ہوتو میں اپنے آدمی وہاں سے ہٹالوں۔ ان کے رہنے سے کوئی سنگین پیچیدگی پیدا ہوسکتی ہے۔"

"وہ صرف نگرانی پر مامور ہیں تو تم سات بجے انہیں ہٹالو۔ اگر کسی وجہ سے ہمارا پروگرام ملتوی ہوا تب بھی کچھ نہیں بگڑے گا۔ جیک گمنام آدمی نہیں ہے۔ وہ آئی مین کی طرح روپوشی اختیار نہیں کرے گا۔"

میں سی ایس ڈی کے بغیر کھل کر یہ ساری باتیں نہیں کرسکتا تھا۔ اب میرے ذہن پر کوئی بوجھ نہیں رہا۔ مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ جو گلی میرے لیے بند ثابت ہورہی تھی، تم نے اس میں اپنی راہ بنالی ہے۔ میں اسی فون پر کسی اچھی خبر کا منتظر رہوں گا۔"

"تم فکر نہ کرو۔ میں اشاروں کنایوں میں تمہیں کچھ نہ کچھ ضرور بتادوں گا۔"

"میں نے فون بند کردیا اور اضطراری طور پر اپنی جیب سے پیکٹ نکال کر ایک سگریٹ سلگالی۔

"یہ حیران کن واقعہ رونما ہوا ہے۔ دونوں اپنے اپنے طور پر کام کررہے تھے مگر آخر میں منزل ایک ہی ثابت ہوئی ہے۔" ویرا بولی۔

"جلال میں بڑے سرکاری افسروں والی رعونت نہیں ہے۔ اس کی سب سے اچھی عادت یہ ہے کہ چلتا ہے تو پوری ٹیم کو لے کر چلتا ہے۔" میں نے کہا۔

"اس وقت وہ ذرا بھی کسل مندی سے کام لیتا تو ہم فالکن ہاؤس میں جیک اور اس کے ساتھیوں کی موجودگی سے بے خبر رہتے اور ہمارا مشن ناکام ہوجاتا۔"

میں نے سی ایس ڈی آف کی اور اسپیکر فون آن کرنے کے بجائے ریسیور اٹھاکر اول خان کا موبائل نمبر ڈائل کرنا شروع کردیا۔

اس وقت سات نہیں بجے تھے۔ مجھے امید تھی کہ وہ اسٹیشن فور سے نہیں نکلا ہوگا مگر یہ ضروری نہیں تھا کہ وہ اپنے دفتر میں موجود ہوتا۔ موبائل فون پر اس سے فوری رابطہ ہوگیا۔

اول خان کے لیے وہ خبر سنسنی خیز ضرور تھی مگر تشویش ناک بھی تھی۔ میں نے اختصار سے کام لیتے ہوئے اسے صرف اتنی بات بتائی کہ ہمارا کالا دشمن اپنے دو مسلح محافظوں کے ساتھ ہمارے مطلوبہ مکان میں موجود تھا۔

اس نے مجھ سے فوری طور پر گھر آنے کا وعدہ کرلیا۔ وہ پہلے سے طے کیے ہوئے پروگرام کے مطابق دو آدمیوں اور دو گاڑیوں کے ساتھ آرہا تھا۔ باہمی مشاورت کے بعد حکمت عملی میں کوئی تبدیلی طے پاتی تو وہ ایک فون کرکے اپنے کیمپ سے مزید نفری طلب کرسکتا تھا۔

ہم تینوں کو زیادہ دیر تک اس کی آمد کا انتظار نہیں کرنا پڑا۔ وہ آیا تو اس کے چہرے پر کسی قسم کے جوش و خروش کے بجائے فکر اور پریشانی نے ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔

"ہاں، اب بتاؤ کہ جلال کیا کہہ رہا تھا۔" اس نے آتے ہی مطالبہ کردیا۔

میں نے اسے پوری بات سے آگاہ کردیا۔ اس کا سرد رویہ دیکھ کر مجھے مایوسی ہوئی تھی۔

"جیک جب تک وہاں موجود ہے، ہمیں ادھر کا رخ کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔" میرے خاموش ہونے پر اس نے اپنا فیصلہ صادر کردیا۔

"کیا یہ بات ہمارے حق میں نہیں ہے کہ اس وقت فالکن ہاؤس میں ایک کے بجائے ہمارے دو حریف موجود ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"آئی مین کی بات الگ ہے۔ وہ ایک عام امریکی ہونے کے باوجود ہمارا ملزم بن چکا ہے۔ اس کے خلاف اخباروں میں کافی مواد چھپ چکا ہے۔ اس کے خلاف کارروائی ہوتی ہے تو باہر سے کوئی مداخلت کرے گا نہ اس کے حق میں کوئی آواز بلند ہوگی۔ جیک اور ڈیلٹا فورس والوں کی موجودگی معاملات کو بگاڑ دے گی۔"

"ان تینوں کی موجودگی کی وجہ سے تمہیں کس بگاڑ کا خوف ہے؟" ویرا نے سوال کیا۔

"وہ سرکاری آدمی ہیں۔ اپنی مدد کے لیے پولیس یا ایمرجنسی فون خانے سے فون پر مدد طلب کرسکتے ہیں۔ کوئی بھی آسمان سے انکار نہیں کرے گا۔"

اسی وقت سلطان شاہ آگیا۔ اس کی آنکھیں سرخ اور سوجی ہوئی لگ رہی تھیں۔ موڈ بہت خراب تھا جو ویرا کو دیکھ کر مزید خراب ہوگیا۔ اس نے آتے ہی ویرا کو مخاطب کرکے کہا تھا "تم نے دھوکا دے کر میرے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ دوا کے بداثرات ابھی تک بھگت رہا ہوں۔"

"میں نے تمہارے ساتھ ہمدردی اور بھلائی کی تھی"

Downloaded from https://paksociety.com

ویرا نے خلاف توقع نرمی سے جواب دیا "مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم پڑھ جاؤ گے۔"

"یہ بتاؤ کہ اب تم کیسا محسوس کر رہے ہو۔ چاہو تو کسی ڈاکٹر کو دکھایا جاسکتا ہے۔" میں نے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

"غزالہ بھی ضد کر رہی تھی۔ میں کسی ڈاکٹر کے پاس نہیں جاؤں گا۔ وہ طبیعت کو اور بگاڑ دے گا۔ دوائیں مجھے راس نہیں آتیں۔ ایک دو روز میں میری طبیعت خود ہی سنبھل جائے گی۔ یہ غنیمت ہے کہ ویرا کی مہربانی کے باوجود میں زندہ نظر آرہا ہوں۔"

اس پر قنوطیت طاری تھی۔ اس کی آمد کی وجہ سے ایک اہم موضوع پس پشت چلا گیا تھا۔ میں نے غزالہ کو اشارہ کیا کہ وہ اول خان کی طرف سے مزاج پرسی کے بعد سلطان شاہ کو اپنے ساتھ لے کر دوسرے کمرے کی طرف چلی گئی۔

"وہ سرکاری آدمی ضرور ہیں مگر اپنے پیش رووں کی طرح اس وقت بہت غلط مقام پر آئی مین کے ساتھ موجود ہیں۔ پتا نہیں یہ لوگ ماضی کے تجربات سے سبق لینے کے بجائے خود سری کے مظاہرے پر کیوں تلے رہتے ہیں۔ اس وقت ان کی پوزیشن مخدوش ترین ہے۔ وہ کسی کو اپنی مدد کے لیے بلانے کے بجائے فالکن ہاؤس سے نکل بھاگنے کی کوشش کریں گے اور مارے جائیں گے۔ متبادل راستہ انہیں مزید تباہی کی طرف لے جائے گا۔" میں نے اول خان کی بات کا جواب دیا۔

"میرے ذہن میں ایک اندیشے نے جنم لیا تھا۔ میں نے تمہیں اس سے آگاہ کردیا۔ اب اکثریت جو فیصلہ کرے گی، میں اسے تسلیم کرلوں گا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ میرا جواب تمہارے لیے قابلِ قبول نہیں ہے۔" میں نے پوچھا۔

"تم حالات کو اپنی عینک سے دیکھ رہے ہو۔ ضروری نہیں کہ وہ لوگ بھی ان ہی خطوط پر سوچیں۔ جب موت سر پر منڈلانے لگتی ہے تو انسان اس بلا کو ٹالنے کے لیے ہر جتن کرتا ہے۔ مجھے اس مہم جوئی میں سخت خطرہ نظر آرہا ہے۔"

"ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے بچاؤ کے لیے کمک طلب کرلیں لیکن وہ مختار کل نہیں ہیں۔ ان کے اوپر والے ہر بات سے باخبر ہوں گے۔" ویرا نے ساتھ دیتے ہوئے کہا "ان کو علم ہوگا کہ جیک کس سے ملنے کے لیے بوٹ بیسن گیا ہے۔ وہ کھل کر اس گندے کھیل میں ملوث نہیں ہوں گے۔"

"مجھے اس آپریشن میں کوئی خطرہ نظر نہیں آرہا۔" میں نے نرمی سے کہا "زیادہ سے زیادہ ہم یہ احتیاط کرسکتے ہیں کہ

ہوس

جج :۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم نے ایسی حماقت کیوں کی؟ تم اچھے عہدے پر فائز تھے، گھر میں خوش حالی تھی۔ تمہارا مستقبل مزید روشن تھا۔ اس کے باوجود تم نے کمپنی میں غبن کیوں کیا؟

ملزم :۔ بس جناب! کیا عرض کروں.... انسان کے پاس جتنا ہوتا ہے اس سے زیادہ کی ہوس رہتی ہے۔

جج :۔ ٹھیک ہے.... میں تمہیں دس سال قید کی سزا دے رہا ہوں۔ زیادہ کی ہوس ہو تو بتا دینا۔"

انہیں للکار کر مقابلے کو طول دینے کی کوشش نہ کریں۔ ان پر اچانک وار کریں اور ان کو دبوچ لیں۔"

اول خان کی آنکھوں میں اطمینان کی ایک لہر سی دوڑتی ہوئی نظر آئی۔ شاید میری آخری تجویز میں اسے کوئی تسلی بخش نکتہ نظر آگیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔" وہ بولا "ہماری تیاری بہت کافی ہے۔ نفری میں کچھ اضافہ کرنا ہوگا۔"

آپس میں اتفاق رائے ہونے کے بعد ہم نے اس مشن کے لیے نئے سرے سے افرادی ضروریات کا جائزہ لینا شروع کردیا۔

○☆○

بوٹ بیسن کا علاقہ دن کے اجالے میں قدرے اجڑا اجڑا اور بے رونق سا نظر آتا ہے لیکن اندھیرا گہرا ہونے کے ساتھ ساتھ وہاں روشنیوں اور تفریح کے متلاشیوں کا ایک سیلاب آجاتا ہے جو کھانے پینے کی مختلف اشیا کی دکانوں کے گرد رات گئے تک رواں رہتا ہے۔

ہمارا کارواں چوراہے کے ایک کونے پر دور تک پھیلے ہوئے فوڈ سینٹرز کے سامنے سے گزرا تو وہاں زندگی اپنے شباب پر آئی ہوئی تھی اور فضا دور دور تک پکتے، بھنتے اور تلتے ہوئے کھانوں کی اشتہا انگیز خوشبوں سے رچی ہوئی تھی۔

سڑک کے بائیں کنارے پر موڑ آتے ہی یہ رونق یکایک ختم ہوگئی اور اس علاقے کی مخصوص رہائشی ویرانی کا راج شروع ہوگیا جسے وہاں رہنے والے اپنی اصطلاح میں سکون کا

Downloaded from https://paksociety.com

نام دیتے تھے۔

وہ علاقہ میرے لیے نیا نہیں تھا۔ اپنے نئے پروگرام کے تحت ہم ٹھیک نو بجے فالکن ہاؤس کے نواح میں پہنچ چکے تھے۔ آج کل کے مقابلے میں اس زمانے میں وہ علاقہ پوری طرح آباد نہیں ہوا تھا۔ بہت سے پلاٹ خالی پڑے ہوئے تھے۔ کہیں کہیں تعمیراتی سامان بکھرا ہوا تھا۔ خاص طور پر فالکن ہاؤس والے حصے میں خاصے کم مکانات بنے ہوئے تھے۔ ان میں سے بھی کچھ غیر آباد تھے اور تاریکی یا ناکافی روشنی میں ڈوبے ہوئے تھے۔

گاڑیاں فالکن ہاؤس سے دور' ایک تاریک اور خالی پلاٹ پر روک کر انجن بند کیے گئے تو فضا میں شیریں سرائیکی نغمے کی دھیمی سی ریڈیائی گونج سنائی دی۔ وہ زیادہ دور کی آواز نہیں تھی۔ شاید کسی زیر تعمیر مکان میں رہنے والے مزدور دن بھر کی تکان دور کرنے کے لیے ریڈیو پر اپنے پسندیدہ گلوکاروں کے نغمے سن رہے تھے۔ وہ بارسوخ امرا اور شرفا کا رہائشی علاقہ تھا اس لیے اس بستی میں عارضی پڑاؤ ڈالنے والے مزدور ڈرے سہمے رہتے تھے۔ تاریک اور خوش گوار فضا میں تیرتی ہوئی مدھر آواز انہوں نے دھیمی رکھی تھی تاکہ وہ علاقے کے مستقل مکینوں کی سماعت پر گراں نہ گزرے پھر بھی مجھے وہ نغمہ اپنے میٹھے بولوں کے ساتھ صاف سنائی دے رہا تھا۔

ایک طرف زندگی کی وہ بے فکری اور بے ثباتی تھی جہاں مزدور دنیا و مافیہا کی ہر فکر سے بے پروا ہو کر' پرائی چھت کے نیچے نان شبینہ سے سیر ہو کر آرام کر رہے تھے اور دوسری طرف فالکن ہاؤس کا غلیظ ماحول تھا جہاں بگڑے ہوئے ذہنوں والے فرعون صفت بدمعاش سر جوڑ کر انسانوں کو بگاڑنے اور تباہ کرنے کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔ شی اور اس کے پشت پناہوں کے رویوں سے ایسا ظاہر ہوتا تھا جیسے ان میں سے ہر ایک کو اپنے نہ مرنے کا پورا یقین ہو۔ وہ سب کچھ مسخر کر کے اپنے اقتدار و اختیار کا سکہ چلانے کے آرزومند تھے اور ہم اللہ کے بے لوث شیروں کی ایک مختصر سی ٹکڑی کے ساتھ ان کے ارادوں کو ملیا میٹ کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔

اس تاریک اور سنسان پلاٹ پر اترنے کے بعد اول خان کو کسی کو کوئی ہدایت دینے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ پہلے سے دیے ہوئے نمبروں کی ترتیب کے مطابق اس کے آدمی ایک ایک کر کے وہاں سے فالکن ہاؤس کی طرف بڑھتے رہے۔ ان میں سے ہر ایک پوری طرح مسلح تھا۔ ان کے شانوں پر چھوٹی مگر طاقت ور خود کار رائفلیں جھول رہی تھیں۔ پشت پر چھوٹے اور وزنی تھیلے لدے ہوئے تھے جن میں فاضل میگزین سے دستی بموں تک' ضرورت کا ہر ہلکا اور تباہ کن ہتھیار موجود تھا۔

فالکن ہاؤس کے ایک طرف مکان بنا ہوا تھا جو دور ہی سے آباد نظر آرہا تھا۔ اسپیشل ٹاسک فورس والوں کو مکمل خاموشی اور رازداری کے ساتھ اس عمارت کو بقیہ تینوں سمتوں سے اپنے حصار میں لینا تھا تاکہ وہاں سے کوئی بچ کر فرار نہ ہو سکے۔

آخری آدمی کے روانہ ہو جانے کے بعد اس پلاٹ کی تاریکی میں ہم چار افراد کھڑے رہ گئے۔ میں' ویرا اور اول خان کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ کارواں کی ان تینوں گاڑیوں کی دیکھ بھال کی ذمے داری پر مامور سنتری یا سپاہی ہم سے دور مودب کھڑا ہوا تھا۔

"میں پھر کہہ رہا ہوں کہ تم دونوں ایک مرتبہ پھر سوچ لو۔ تم بہت بڑا خطرہ مول لینے جا رہے ہو۔" میدان صاف ہو جانے کے بعد اول خان نے دبی دبی سرگوشیانہ آواز میں کہا "میں برے وقت سے ڈرتا ہوں۔ اندر صرف دشمن کا راج ہے۔ باہر میرے مسلح آدمی تیار ہو رہے ہیں۔ تم دونوں ان کے درمیان گھر جاؤ گے۔ براہِ راست اور بھاری تصادم کی نوبت آئی تو تم اپنوں کی گولیوں کا نشانہ بن سکتے ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ اس خطرے کو کیسے ٹالا جا سکے گا۔"

"میں بھی تمہیں بتا رہا ہوں کہ آج کی رات بہت اہم ہے۔" میں نے بھی نیچے لہجے میں کہا "آئی مین اور جیک کو یہاں سے ہر قیمت پر زندہ یا مردہ پکڑنا ہے۔ ہماری وجہ سے تم کسی مرحلے پر نہیں ہچکچاؤ گے۔ ہو سکتا ہے کہ باہر سے کسی کی مداخلت کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ وہ لمحہ آجائے تو پھر جھجکنے کی ضرورت نہیں۔"

"زندگی بار بار نہیں ملتی۔" اندھیرے میں ویرا کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ تیرتی نظر آئی "اس کا بہترین مصرف یہی ہے کہ اسے کسی بڑے اور نیک مقصد کے لیے داؤ پر لگا دیا جائے۔ وقت نہیں آیا تو توپ کے گولے بھی کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ موت آنی ہے تو بستر پر لیٹے لیٹے بھی آجاتی ہے۔"

"تم دونوں ہم خیال اور ہم زبان ہو جاتے ہو تو تمہیں سمجھانا مشکل ہو جاتا ہے۔" اول خان اپنی مسلسل ناکامی پر زچ آکر بولا "موت کے برحق ہونے کے بارے میں میرا عقیدہ تم دونوں سے زیادہ مضبوط ہے مگر ریل کی پٹڑی پر لیٹ کر

Downloaded from https://paksociety.com

یہ توقع رکھنا کہ قریب آنے پر وہ تمہیں کاٹنے اور روندنے کے بجائے فضا میں اڑتی ہوئی گزر جائے گی' نری حماقت ہے۔"

"بقیہ باتیں اس مہم سے نمٹنے کے بعد ہوں گی۔" میں نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا "اب ہمیں چل دینا چاہیے۔"

اول خان نے بے اختیار مجھے اپنے سینے سے لگا کر بھینچ لیا "اس جذباتی معانقے کے بعد اس نے پورے تپاک سے ویرا سے ہاتھ ملایا اور ہم دونوں وہاں سے چل دیئے۔ اول خان کو ہمارے چلے جانے کے بعد اپنی جگہ سنبھالنی تھی۔

"تم نے کبھی غالب کو پڑھا ہے؟" میں نے خاموشی سے کچھ دور نکلنے کے بعد ویرا سے پوچھا۔

"پڑھا نہیں لیکن نام سنا ہے۔ وہ تمہاری اردو کا کوئی بڑا شاعر تھا۔" ویرا نے اپنی روایتی بے نیازی سے جواب دیا "اس وقت وہ کیوں یاد آگیا۔"

"اس نے کہا ہے' بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالب' تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں۔"

ویرا ہنس پڑی۔ تاروں کی چھاؤں میں پھیلے ہوئے سناٹے میں مجھے اس کی وہ ہنسی بہت سادہ اور معصومانہ محسوس ہوئی "ہم نے فقیروں کا روپ دھارا ہوا ہے تو تمہیں غالب کی شاعری یاد آرہی ہے۔ اس وقت تم یوں لنگڑا رہے ہو جیسے تمہارا یہ عیب پیدا کنی ہے۔"

"تم نے بھی بہترین سوانگ رچایا ہے۔ بس اپنی اجلی رنگت سے مار کھا رہی ہو ورنہ بیکل فقیرنی لگ رہی ہو۔"

ہمارے پیچھے ایک تیز رفتار کار اپنے ہیڈ لیمپس کی تیز روشنی بکھیرتی ہوئی نمودار ہوئی اور زن سے ہمارے قریب سے گزر گئی۔

"کسی اور دروازے پر سوال کرنے کا ارادہ ہے یا سیدھے وہیں چلو گے؟" ویرا نے پوچھا۔

"بس چلتی رہو۔ یہاں کے رہنے والے اپنے مکانوں میں اس طرح محصور ہیں کہ انہیں باہر کی کچھ خبر نہیں ہوتی۔ دوسروں کے آرام میں خلل انداز ہونے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے ذرا سی دیر میں فالکن ہاؤس کے بند چوبی پھاٹک تک پہنچ گئے جہاں ایک ستون میں اندر سے رابطہ کرنے کے لیے انٹر کام لگا ہوا تھا۔ فقیروں کے روپ میں انٹر کام استعمال کرنا ناموزوں تھا۔ میں نے بڑھ کر چوبی دروازے پر لگا ہوا بیرونی کنڈا بجا دیا۔

سناٹے میں وہ آواز پر شور ثابت ہوئی۔ اندر سے کسی مقامی نے فوراً ہی "کون ہے؟" کا نعرہ لگایا تھا۔ ہمارے لیے یہ انکشاف تھا کہ فالکن ہاؤس میں پانچ غیر ملکیوں کے علاوہ ایک چوکیدار بھی موجود تھا۔ خالد نے بازپرس کے دوران میں اس کا کوئی ذکر نہیں کیا تھا۔

"اللہ کے نام پر دو روٹی بابا!" میرے کہنی مارنے پر ویرا نے اپنی سریلی آواز میں ہانک لگائی۔

"بھاگ جاؤ۔ یہاں کچھ نہیں ہے۔" اندر سے وہی آواز آئی۔

"دو وقت کے بھوکے ہیں کچھ دے دو بابا۔ اللہ بھلا کرے گا۔ ویرا نے کنڈا کھڑکا کر التجا کی۔

اندر سے کسی کے بڑبڑانے اور پھر پختہ فرش پر چلنے کی آواز آئی۔ شاید اس نے سمجھ لیا تھا کہ بھکارن ڈھیٹ تھی۔ آسانی سے پیچھا چھوڑنے والوں میں نہیں تھی۔

چوبی پھاٹک کی ذیلی کھڑکی کھلی اور اس کے پیچھے ایک ذہین اور نوجوان شخص قمیص شلوار میں ملبوس کھڑا نظر آیا۔ اس نے ویرا کو وحشت ناک نظروں سے گھورتے ہوئے کہا "کیا ایک دفعہ کی بات سمجھ میں نہیں آتی جو کنڈا بجائے جا رہی ہو۔"

میں نے کسی چندھیائے ہوئے آدمی کی طرح اپنی آنکھیں نیم وا کی ہوئی تھیں۔ میں نے دروازے نما کھڑکی سے پورچ میں کھڑی ہوئی دونوں گاڑیاں دیکھ لی تھیں جن میں سیاہ بلٹ پروف کار دوپہر میں آئی مین کے استعمال میں تھی۔ اس کے پیچھے کھڑی ہوئی لینڈ کروزر میں شاید جیک وہاں پہنچا تھا۔

"دے دے۔ اللہ تیرے دل کی مراد پوری کرے گا۔ تجھے چاند سی لڑکی ملے گی۔" ویرا نے بے تکلفی سے نوجوان چوکیدار کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا "دوسرے ہاتھ سے اس نے اپنی بغل میں کھجانا شروع کر دیا تھا۔ چوکیدار نے ویرا کا ہاتھ اپنے کندھے سے ہٹانے کی کوشش نہیں کی۔ وہ ویرا کے دعوت آمیز انداز سے کچھ مسحور سا ہو گیا تھا۔

میرے لیے وہ قیامت کے لمحات تھے۔ ہمارے اگلے کھیل کا سارا دارومدار ہماری کامیابی یا ناکامی پر تھا۔ ہمیں بھیک کے بہانے وہاں ٹکنے یا اندر پہنچنے کا موقع مل جاتا تو ہم تیزی سے اپنا کام آگے بڑھا سکتے تھے۔ وہاں پیر جمانے میں ناکامی ہوتی تو ہم فالکن ہاؤس کے مکینوں کو کوستے ہوئے آگے بڑھ کر اول خان سے جا ملتے اور پھر متبادل منصوبے پر عمل درآمد کا آغاز ہو جاتا۔

"باہر کون ہے؟" روشن پورچ سے امریکی لب و لہجے میں

Downloaded from https://paksociety.com

کسی نے انگریزی میں سوال کیا اور میرا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔ وہ امریکی ڈیلٹا فورس کا کوئی کمانڈو تھا جو جیک کی حفاظت کے لیے فالکن ہاؤس کے اگلے حصے کی نگرانی کررہا تھا۔

مجھے معلوم تھا کہ ویرا کا جو ہاتھ نوجوان چوکیدار کے کندھے پر رکھا ہوا تھا۔ اس کی ایک انگلی میں زہریلے نگینے والی انگوٹھی اپنی صحیح ترین پوزیشن پر تھی۔ میرے ذرا سے اشارے پر وہ اپنے ہاتھ کا دباؤ بڑھا کر اس نوجوان کو موت کے گھاٹ اتار سکتی تھی مگر ہمارا ہدف وہ چوکیدار نہیں تھا۔ جب تک ہمیں یہ یقین نہ ہوجاتا کہ اسے ٹھکانے لگانے کے بعد ہم اپنی پیش قدمی جاری رکھ سکیں گے' اسے مارنا بے سود تھا۔ وہ اس گھر کا دربان ضرور تھا مگر زیادہ قصوروار نہیں تھا۔

"جوان لڑکی ہے..... کچھ مانگ رہی ہے۔" چوکیدار نے پلٹ کر ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں جواب دیا اور ویرا کا ہاتھ اس کے شانے سے ڈھلک کر الگ ہوگیا۔

سوال کرنے والا جواب سننے سے پہلے ہی حرکت میں آچکا تھا۔ اندر کے فرش پر اس کے وزنی قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی۔ چند لمحوں میں وہ سامنے آگیا۔ وہ دراز قامت اور گراں ڈیل امریکی نوجوان تھا۔ اس کے بدن پر چست خاکی وردی چڑھی ہوئی تھی اور ہاتھ میں ایک سب مشین گن کسی کھلونے کی طرح جھول رہی تھی۔

اس نے ندیدی اور ناقدانہ نظروں سے ویرا کا جائزہ لیا۔ ویرا کے بال الجھے ہوئے تھے۔ لباس بھی بوسیدہ تھا لیکن اس نے اپنے کپڑوں کو دانستہ کئی ایسے نازک مقامات سے پھاڑا ہوا تھا کہ بلاوجہ ہر مردانہ نگاہ کا وہاں ٹکنا ناگزیر تھا۔

وہ وردی پوش مجھے نظرانداز کرکے پوری بے حیائی سے ویرا بلکہ پھٹے ہوئے کپڑوں سے جھانکتے ہوئے اس کے بدن کے حصوں کو گھورے جارہا تھا۔ ویرا خود امریکی قومیت سے تعلق رکھتی تھی۔ اس کو امریکی صنفِ مخالف کے رویّوں کا گہرا ادراک تھا۔ اس نے وہ بہروپ اختیار کرتے ہوئے یہ مفروضہ پیشِ نظر رکھا تھا کہ جیک نے دونوں کمانڈوز کو مکان کے احاطے میں چھوڑا ہوا ہوگا اور وہ اپنی تیاری اور کوششوں سے ان میں سے کسی کی توجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائے گی۔

میں نے شبہ ظاہر کیا تھا کہ ویرا کا گندہ حلیہ شاید ان میں سے کسی کے ذوق کے معیار پر پورا نہ اتر سکے تو اس نے اعتراض ہنس کر اڑا دیا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ دل پھینک امریکی اپنے جذبوں کی آسودگی کے لیے کسی چیز کی پروا نہیں کرتے۔ گندگی تک کو چاٹ جاتے ہیں۔

وہ سفید فاموں کی منافقت پر بڑی بے رحمی سے تنقید کرتی تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ پالتو جانوروں کے ساتھ سرِعام ہونے والی معمولی سی زیادتی پر سراپا احتجاج بن جانے والے بعض گھٹیا لوگ خلوت میں اپنے پالتو جانوروں کے ساتھ ایسی بدسلوکیاں کرتے ہیں کہ گھن آنے لگتی ہے۔

نوجوان چوکیدار نے سفید فام کمانڈو کی دلچسپی کا اندازہ لگالیا تھا اس لیے اس کے پیچھے خاموشی سے کھڑا ہوا تھا۔ ویرا کے تفصیلی جائزے سے فارغ ہوکر اس نے ایک سرسری نگاہ میرے اوپر ڈالی اور پھر مڑے بغیر چوکیدار سے پوچھا "کیا اس کا ساتھی اندھا ہے؟"

چوکیدار نے وہی سوال اردو میں مجھ سے دہرایا "کیا تم اندھے ہو؟"

"بس اندھا ہی سمجھو۔ ان آنکھوں سے اتنا کم نظر آتا ہے کہ سہارے کے بغیر دو قدم چل بھی نہیں سکتا۔ ٹھوکر کھا کر گر جاتا ہوں۔"

چوکیدار نے شکستہ انگریزی میں سفید فام کے سوال کی تصدیق کردی۔

وہ کمانڈو مقامی بھکاریوں کے مطالبوں کی وسعت سے بے خبر تھا۔ اسے شہر میں آئے ہوئے بہ مشکل آدھا دن ہوا تھا۔ اس نے چوکیدار سے پوچھا کہ ہم دونوں کیا چاہ رہے تھے۔ جب روکھی سوکھی روٹی کی بات اس کے سامنے آئی تو اس نے دروازہ چھوڑ کر چوکیدار کو ہدایت کی کہ وہ ہم دونوں کو اندر بلا کر لان پر بٹھادے اور کچن سے ڈبل روٹی وغیرہ لاکر ہمیں دے دے۔

میں ان باتوں سے ان جان بنا ویرا کے ساتھ کھڑا رہا۔ سفید فام کی ہدایت سے ظاہر ہورہا تھا کہ گھر میں چوکیدار کے علاوہ کوئی اور ملازم نہیں تھا ورنہ وہ خانساماں کا ذکر ضرور کرتا۔ دوسری بات یہ بھی ہوسکتی تھی کہ فالکن ہاؤس میں وہ اس کمانڈو کی پہلی آمد تھی اس لیے وہ اندر کی نفری سے بے خبر رہا ہو۔ ایک خاص بات یہ تھی کہ وہاں اس کمانڈو کا رویّہ مہمان والا نہیں تھا۔ بظاہر ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے تحفظ کی چھتری میسر آنے کے بعد جیک اپنے محافظوں سمیت امریکی قونصل خانے سے فالکن ہاؤس منتقل ہوگیا ہو۔

ہمارا داؤ چل گیا۔ مشکل ترین مرحلہ فالکن ہاؤس میں داخلے کا تھا جس کی اجازت مل چکی تھی۔ کمانڈو کے خاموش ہونے کے بعد چوکیدار نے ہم دونوں کو بلا کر گہرے سبزلان پر بٹھادیا جہاں برآمدے سے کافی روشنی آرہی تھی۔

Downloaded from https://paksociety.com

مجھے یقین تھا کہ اول خان نے اپنی انفراریڈ دوربین کے ذریعے واضح طور پر ہمیں فالکن ہاؤس میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا ہوگا اور سکتے کے سے عالم میں رہ گیا ہوگا۔ جب تک ہم باہر تھے' اس کی نظروں میں تھے۔ اندر جانے کے بعد اس کی نگاہوں سے اوجھل ہوگئے تھے۔ ہمارے اس راست اقدام کے بارے میں اس کے اپنے تحفظات تھے جن سے اس مہم کے خاتمے تک چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ اس کی ذہنی پریشانیاں دور کرنے کے لیے میں صرف اتنا کرسکتا تھا کہ اس بساط کو جلد از جلد سمیٹ لوں۔

اندر قدم رکھتے ہی میرے سارے حواسوں نے اپنی پوری صلاحیت کے ساتھ کام کرنا شروع کردیا تھا۔ میں نے سماعت پر زور دے ڈالا مگر اندر سے آنے والی کوئی آواز سننے میں کامیاب نہیں ہوسکا۔ اگر جیک آئی مین سے ملنے کے لیے آیا تھا تو وہ دونوں کسی اندرونی اور دور افتادہ کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جیک کے مستقل بنیادوں پر منتقل ہونے کی صورت میں یہ امکان قوی تھا کہ وہ اپنے الگ کمرے میں آرام کررہا ہو۔

ہمارے سامنے موجود کمانڈو کے تحکمانہ بلکہ مالکانہ رویّے سے یہ ظاہر ہورہا تھا کہ وہ لوگ مستقل طور پر فالکن ہاؤس میں آگئے تھے۔

ہمیں لان پر بٹھانے کے بعد چوکیدار مکان میں چلا گیا۔ میں نے ہر طرف نظریں دوڑالی تھیں مگر مجھے کمانڈو کا دوسرا ساتھی کہیں نظر نہیں آیا۔ غالب امکان یہ نظر آرہا تھا کہ وہ احاطے کے عقبی حصے میں جما ہوا ہو۔ جدھر دیوار کے پیچھے کچا برساتی نالہ تھا۔

چوکیدار کے جاتے ہی سفید فام کمانڈو تیزی سے ویرا کے برابر میں اس سے بالکل جڑ کر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنا بایاں ہاتھ ویرا کے داہنے شانے اور گردن کے پیچھے سے گزار کر دوسرے شانے پر جمادیا تھا۔ وہ اُلّو کا پٹھا مجھے بالکل اندھا سمجھ رہا تھا۔

"تم اس قدر حسین اور گوری ہو کہ کپڑے بدل لو تو میرے دل کی رانی بن سکتی ہو۔" اس نے داہنے ہاتھ سے ویرا کی ٹھوڑی اوپر اٹھا کر جذباتی لہجے میں کہا۔

ہم دیسی فقیر بنے ہوئے تھے۔ اس وقت بدیسی زبان کا سمجھنا ہمارے لیے قیامت سے کم نہ ہوتا مگر لہجوں اور حرکتوں کی اپنی زبان ہوتی ہے۔ ویرا کے ہونٹوں پر اس خبیث کے لیے ایسی والہانہ مسکان ابھری کہ میرا خون سلگ اٹھا۔ وہ مصلحت کے تحت کمانڈو کو رجھانے کی پوری کوشش کررہی تھی۔

ویرا کی حوصلہ افزائی سے سفید فام کمانڈو کے صبر کا پیمانہ چھلک گیا اور اس کا چہرہ ویرا کے رخسار کی طرف جھک گیا۔

میں نے بہت تیزی سے اردگرد کا جائزہ لیا۔ قاتل زہر کے نگینے والی انگوٹھی کا رخ درست کیا اور میدان صاف پاتے ہی اپنی جگہ چھوڑ کر اس کمانڈو کی گردن ناپ لی۔ وہ اس وقت ویرا کو اپنے بائیں بازو میں دبوچے اس کے بے پناہ حسن کو خراج عقیدت پیش کرنے کی کوششوں میں مصروف تھا۔

کھوکھلے نگینے میں بھرا ہوا زہر نکیلی سوئی کے راستے اس کی گردن میں اترا اور اس کی وحشیانہ پیش دستی جہاں تھی وہیں رہ گئی۔

اس کی گرفت کی زندگی سے بھرپور سختی ختم ہوتے ہی ویرا نے پلک جھپکتے میں سمجھ لیا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا تھا۔ وہ سرعت کے ساتھ کمانڈو کے پہلو سے نکل گئی۔

کمانڈو نے ویرا پر دست درازی میں بے صبری کا مظاہرہ کرکے ہمارے کام کو سہل اور بہت تیز کردیا تھا۔ مجھے امید تھی کہ چوکیدار کو کچن سے کچھ لے کر آنے میں چند منٹ ضرور لگیں گے۔ ہم دونوں نے دیو قامت کمانڈو کی وزنی لاش کو بے دردی سے گھاس پر گھسیٹ کر بڑے بڑے گملوں کے پیچھے پہنچادیا جہاں سے اس کا آسانی سے دیکھ لیا جانا ممکن نہیں تھا۔ ویرا نے دوڑ کر اس کی سب مشین گن اٹھائی اور وہ بھی لاش کے اوپر' وہیں پھینک دی۔

وہ کمانڈو حیرت ناک سرعت اور آسانی کے ساتھ اپنے انجام کو پہنچا تھا۔ ویرا نے شوخ انداز میں مجھے آنکھ ماری۔ میں جواب میں آنکھیں کھول کر مسکرایا اور پھر ہم دونوں پھرتی سے اپنی پرانی جگہ پر لوٹ کر مسکینوں کی طرح بیٹھ گئے۔

مجھے حیرت ہورہی تھی کہ ویرا کس حد تک اپنے ہم وطنوں کی نبض شناس تھی۔ مایہ ناز ڈیلٹا فورس کا ایک کمانڈو ذلت اور موت کے بالکل اسی گڑھے میں گرا تھا جو ویرا نے اس کے لیے پہلے سے تیار کیا ہوا تھا۔

"چوکیدار آئے تو اس سے کیا کہنا ہے؟" ویرا نے میری طرف متوجہ ہوئے بغیر ہونٹوں ہی ہونٹوں میں سوال کیا۔

"اشارے کرتا ہوا پیچھے گیا ہے۔" میں نے بلا توقف کہا۔

چوکیدار نے اندر جانے کے لیے مکان کا صدر دروازہ استعمال نہیں کیا تھا۔ وہ کونے سے مڑ کر کچن یا کسی راہ داری میں کھلنے والے دروازے سے اندر گیا ہوگا۔ کئی

Downloaded from https://paksociety.com

منٹ کے بعد وہ اسی سمت سے نمودار ہوا تو مسلح کمانڈو کو نہ دیکھ کر دور ہی سے اس کا ماتھا ٹھنک گیا۔ اس کے ایک ہاتھ میں ڈبل روٹی کی تھیلی تھی۔ دوسرے ہاتھ میں سالن یا شوربے کی پلیٹ تھی۔ وہ ہمارے لیے بھکاریوں والا کھانا' بالکل اسی انداز میں لے کر آرہا تھا اور اس کی نگاہیں ہر طرف چکرا رہی تھیں۔

"ٹامی کہاں ہے؟" درمیان میں چند فٹ کا فاصلہ رہ جانے پر اس نے تجسس آمیز لہجے میں سوال کیا۔

"پیچھے گیا ہے۔ کچھ اشارے کررہا تھا۔ شاید اسے پیشاب آرہا تھا۔" ویرا نے برجستگی سے جواب دیا۔

چوکیدار نے منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتے ہوئے' شوربے کی پلیٹ ہماری طرف بڑھا دی۔ اس وقت تک وہ ہماری رسائی سے دور تھا۔

اپنی لائی ہوئی چیزیں ہمیں تھما کر وہ پختہ روش کی طرف بڑھ گیا۔ وہ ٹامی نامی کمانڈو کے بارے میں مضطرب نظر آرہا تھا۔

ہمیں اپنے ڈرامے کا تسلسل برقرار رکھنے کے لیے زبردستی وہ کھانا زہر مار کرنا پڑا۔ غنیمت یہ تھا کہ بے مزہ شوربے میں نمک یا مرچوں کی زیادتی نہیں تھی۔ وہ مکان کے دوسرے بغلی گلیارے میں نظر ڈال کر لوٹا تو میں نے اپنے دہانے میں موجود لقمہ چباتے ہوئے اسے مخاطب کرلیا "تمہارا یہ گورا بری نظر والا آدمی ہے۔ تمہارے جانے کے بعد میری عورت کو چھیڑ رہا تھا۔"

وہ رک گیا اور بیزاری سے بولا "جوان بیوی کو پھٹے پرانے کپڑوں میں لے کر دور دراز جھانکتے پھرو گے تو ہر کوئی شوق سے تماشا دیکھے گا۔ دل میں آئے گی تو اس سے چھیڑ چھاڑ بھی کرے گا۔ کیا تمہارے ساتھ پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا؟"

"کھانا دے دیا ہے تو اس سے دس بیس روپے بھی دلوا دو۔ اللہ تمہارا بھلا کرے گا۔" میں نے اس کی خوشامد کی۔

"پیسوں کی ہوا میں نہ رہنا۔ کھانا کھاؤ اور جلدی سے کھسک جاؤ۔" اس نے زہریلے لہجے میں کہا "اندر والوں کو تمہاری اس دعوت کی بھنک بھی مل گئی تو تم دونوں کو پکڑ کر رات بھر کے لیے کسی کوٹھری میں بند کردیں گے اور صبح پولیس کے حوالے کردیں گے۔"

"تم مائی باپ ہو' میرے ساتھ ایسا ظلم نہ کرنا۔" میں رو دینے والے انداز میں اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر اچانک اس کے قدموں پر گر پڑا۔

اس نے گھبرا کر مجھے جوتوں سے پیچھے ہٹانا چاہا لیکن میں تو دیر سے موقع کی تلاش میں تھا۔ میں نے گڑگڑا کر اس کی دونوں پنڈلیاں پکڑلیں۔ اس کے لیے میں نے موت کے بجائے بے ہوشی کی سزا تجویز کی ہوئی تھی۔ وہ ایک غریب مقامی تھا جس کا آئی مین کی سازشوں سے کوئی تعلق نہیں ہوسکتا تھا۔ وہ شاید روزگار کے چکر میں وہاں پھنس گیا تھا۔ اس بار بے ہوشی کے زہر والا انگینہ میری ہتھیلی کے رخ پر تھا۔ اس کی پنڈلیوں پر اپنی گرفت مضبوط کرتے ہوئے میں نے اپنی انگوٹھی والی انگلی کو ذرا سی جنبش دی۔ سریع الاثر زہر اسی لمحے اس کی پنڈلی کے راستے اس کے بدن میں سرایت کرگیا اور وہ کھڑے کھڑے کسی وزنی شہتیر کی طرح نیچے آرہا۔

اگر میں پہلے سے اسے سنبھالنے کے لیے تیار نہ ہوتا تو اس کے گرنے کی آواز پُرشور آواز دور تک سنی گئی ہوتی۔ میں نے اسے اپنے دونوں ہاتھوں میں سنبھال کر آہستگی سے گھاس پر ڈالا۔ ویرا کھانا چھوڑ کر تیار ہوچکی تھی۔ وہ اس کے پیر پکڑ کر اسے بھی گھسیٹتے ہوئے گملوں کی اوٹ میں لے گئی جہاں وہ ہوش میں آنے تک آرام کرسکتا تھا۔ اپنے پچھلے تجربات کی بنا پر مجھے امید تھی کہ وہ تین چار گھنٹوں سے پہلے ہوش میں نہیں آئے گا۔

میں نے سالن کی پلیٹ اور ڈبل روٹی کی تھیلی ان دونوں پر ڈال دی۔ بڑے بڑے گملوں میں لگے ہوئے اونچے اور گنجان پودوں نے ہمیں بہت آسانی سے ایک انسانی کوڑا دان فراہم کردیا تھا جہاں دو آدمی محفوظ ہوچکے تھے۔ اندر کی کوئی خیر خبر لینے سے پہلے ہمیں تیسرے شخص کو تلاش کرنا تھا۔ وہ ہماری کامیابی کی راہ میں آخری رکاوٹ تھا۔

اس مکان کی بیرونی دیواروں پر لگی ہوئی خاصی لائٹس روشن تھیں جن کی وجہ سے لان یا احاطے کے کسی حصے میں

انتباہ

سسپنس ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی ہر تحریر کے حقوق طبع ونقل بحق ادارہ محفوظ ہیں۔ کسی بھی فرد یا ادارے کے لیے اس کے کسی بھی حصے کی اشاعت یا کسی بھی طرح کے استعمال سے پہلے تحریری اجازت لینا ضروری ہے۔ بصورتِ دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کا حق رکھتا ہے۔

تمام اشتہارات نیک نیتی کی بنیاد پر شائع کیے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں ادارہ کسی بھی طرح ذمے دار نہ ہوگا۔

Downloaded from https://paksociety.com

گہری تاریکی نہیں تھی۔ کہیں خاصا اجالا تھا تو کہیں روشنی قدرے کم تھی۔ ایسے میں یہ امید عبث تھی کہ ہم دونوں میں سے کوئی اندھیرے کی آڑ لے کر پیچھے جا نکلے۔

"کیوں نہ میں لان پر کھلے عام چلتی ہوئی پیچھے پہنچنے کی کوشش کر ڈالوں۔" ویرا نے دونوں سمتوں کا جائزہ لینے کے بعد کہا۔

"اگر دو افراد اپنی غلطیوں کی بنا پر نشانہ بن چکے ہیں تو اب اتنی اونچی اڑان لینے کی کوشش نہ کرو۔"

"دور ہی سے نظر آجائے گا کہ میں عورت ہوں۔ دوسرا کمانڈو فریب میں آسکتا ہے۔" وہ پرامید تھی۔

"ڈیلٹا فورس امریکا کی ایلیٹ فورس ہے۔ اس میں سب ٹامی جیسے ڈفر اور عورت کے رسیا نہیں ہوسکتے" میں نے دھیمی اور غصیلی آواز میں اسے ڈانٹا "یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ تمہاری پہلی جھلک دیکھتے ہی کسی وارننگ کے بغیر فائر کردے۔ تم بے موت ماری جاسکتی ہو۔"

"پھر کیا' کیا جائے؟ ان دونوں نے شاید اپنی ڈیوٹیاں بانٹی ہوئی تھیں۔ یہ امکان نظر نہیں آتا کہ وہ ازخود ادھر آنکلے" ویرا مضطرب تھی۔

مجھے اچانک اپنا اپریٹس یاد آگیا۔ فقیرانہ روپ ادا کرتے کرتے میں اسے بالکل بھول بیٹھا تھا۔ میرے پھٹے پرانے کرتے کی جیب میں ایک بہت چھوٹا اور ہلکا ٹرانسمیٹر موجود تھا جس کی رینج صرف دو کلومیٹر تھی۔ اس پر میں صرف اول خان سے رابطہ کرسکتا تھا۔ اسی کے ساتھ میری کمر سے بیم گن اڑسی ہوئی تھی۔ اس کے سوا ہمارے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا جو زیادہ فاصلے تک کام کرسکے۔

اندر رونما ہونے والی تبدیلیوں سے باہر والوں کا باخبر رہنا ضروری تھا۔

دوسرے کمانڈو کی تلاش کے کام کو ملتوی کرکے میں ویرا کو ساتھ لیتا ہوا لان کے ایک نیم روشن حصے کی طرف بڑھ گیا جو احاطے کی دیوار کے قریب تھا۔ وہاں پودوں کے کنج میں بیٹھ کر میں قدرے سکون کے ساتھ بات کرسکتا تھا۔

اول خان کو توقع نہیں تھی کہ مجھے فالکن ہاؤس میں گھسنے کے بعد اپریٹس سے کام لینے کا موقع مل سکے گا۔ وہ میری آواز سن کر کھل اٹھا۔ کافی دیر ہوجانے کی وجہ سے وہ ہم دونوں کی عافیت کے بارے میں خاصا فکرمند ہوگیا تھا۔

میں نے اسے اندر کے حالات کے بارے میں بریف کیا تو وہ خوش ہوگیا "اس وقت تمہارا پلہ بھاری معلوم ہورہا ہے۔"

"یہ صورتِ حال زیادہ دیر تک برقرار نہیں رہے گی۔ اب مکان کی پشت پر ایک کمانڈو موجود ہے۔ ادھر کچا نالہ واقع ہے۔ عمارت کے گرد اپنے آدمیوں کا گھیرا تنگ کردو۔ نالے میں اترنے والی پارٹی باہر سے کوئی گڑبڑ کرسکے تو دوسرا کمانڈو بھی زیر ہوسکتا ہے۔"

"یہ تمہارا حوصلہ تھا کہ تم ویرا کو لے کر شیر کی کچھار میں گھس گئے' میں اپنے کسی آدمی کو ناحق نہیں مرواؤں گا۔ پچھلی دیوار پر چڑھنے والے اس کمانڈو کے کھلے نشانے پر ہوں گے۔"

"کسی کو دیوار پھاندنے کی ضرورت نہیں۔ کچھ لوگ چوکنا رہیں اور ایک آدمی دیوار کے قریب زمین کھودنی شروع کردے تو وہ تشویش میں مبتلا ہوجائے گا" میں نے کہا۔

"میں سمجھ گیا۔ وہ اس دھمک کا سبب جاننے کے لیے دیوار پر آیا اور مارا گیا۔ یہ خیال رکھنا کہ پھر فائر کی آواز اندر والوں کو بھی ہوشیار کردے گی۔"

"اس کی فکر نہ کرو۔ ہمیں خطرات کا پورا اندازہ ہے۔ انہیں اس کا ادراک نہیں ہے۔ ہم ان کی بے خبری سے فائدہ اٹھاسکتے ہیں۔"

"ابھی تک تم کامیاب ہو لیکن میرا دل ڈوب رہا ہے۔ تم ان سے اس قدر قریب ہو کہ کسی بھی وقت کچھ ہوسکتا ہے۔"

"خطرات زندگی کا حصہ ہیں۔ تم بے روا ہو کر میرے پلان پر عمل کر ڈالو۔ ہم دونوں اپنی حفاظت کرلیں گے۔"

اس وقت ایک ایک لمحہ اہم تھا۔ ہم اپنے اندیشوں اور وسوسوں پر تبادلہ خیال کرکے زیادہ وقت برباد نہیں کرسکتے تھے۔ میں نے اپریٹس آف کرکے اپنی جیب میں ڈال لیا۔

اس مکان کے سامنے والے لان پر ہم موجود تھے۔ وہ لان ایل کے انگریزی حرف کی صورت میں گھر کی داہنی جانب بھی پھیلتا چلا گیا تھا۔ ہمارے لیے فقیرانہ کھانا لانے کے لیے چوکیدار اسی طرف سے مکان کے اندر گیا اور پھر واپس آیا تھا۔ بائیں طرف پورچ کا تسلسل احاطے کی دیوار کے ساتھ ساتھ ایک پختہ گلیارے کی صورت میں بنا ہوا تھا۔ اسی سمت میں دوسرا مکان بنا ہوا تھا۔ داہنی طرف خالی پلاٹ تھا جس پر اول خان کے آدمی آسانی سے دیوار تک آسکتے تھے۔

میں نے لمحہ بھر کے لیے سوچا کہ ہم دونوں بٹ کر ان دونوں سمتوں کو سنبھال لیں لیکن میں نے اس خیال کو فوراً اپنے ذہن سے جھٹک دیا۔ ہمارے پاس بیم گن کی صورت میں صرف ایک ہتھیار تھا جو دونوں کو الگ الگ تحفظ فراہم

Downloaded from https://paksociety.com

نہیں کرسکتا تھا۔ ویرا نے ابتدا میں ہی یہ فرض کرلیا تھا کہ وہ جواں سال فقیرنی کا جو روپ دھار رہی تھی' اس میں اس کے ساتھ جسمانی چھیڑ چھاڑ کا ہونا ضروری تھا۔ اس کے بغیر وہ کسی کو اپنے چکر میں نہیں پھانس سکتی تھی۔

اگر اس کے جسم پر کوئی ہتھیار موجود ہوتا تو چھیڑ چھاڑ میں اس کا بھانڈا پھوٹ جاتا اور وہ مشکل میں پڑجاتی۔ اسی طرح میری بھاری اور لٹکتی ہوئی جیب آسانی سے شکوک و شبہات کو جنم دے سکتی تھی اور ہتھیار کا لے جانا بھی ضروری تھا۔ میں نے سمجھوتے کے طور پر بیم گن اپنے ساتھ لے لی تھی جو بھاری ہونے کے باوجود کسی پستول یا ریوالور سے کہیں زیادہ ہلکی تھی۔

میں نے بس چند ثانیوں کے لیے سوچا پھر داہنی طرف سے پیچھے بڑھنے کا فیصلہ کرلیا۔ اگر ہماری قسمت ساتھ دیتی اور ادھر کا دروازہ کھلا ہوا مل جاتا تو ہم دونوں دوسرے کمانڈو کو اول خان کی نفری کے رحم و کرم پر چھوڑ کر براہ راست فالکن ہاؤس میں داخل ہوسکتے تھے۔

اس وقت ویرا نے اپنی فطری ضد اور تکرار کو یکسر فراموش کردیا تھا اور بے چون وچرا میری ہدایات پر عمل کررہی تھی۔ میرے ایک اشارے پر وہ کوئی سوال کیے بغیر میرے ساتھ ہولی۔

ہمارے پیروں میں ربر کی پھٹی ہوئی سستی جوتیاں تھیں جن کی وجہ سے ہمیں اپنی پیش قدمی میں زیادہ احتیاط سے کام نہیں لینا پڑرہا تھا۔ بیم گن میں نے نکال لی تھی تاکہ کسی حریف سے اچانک سامنا ہونے کی صورت میں ہمیں بروقت دفاع کا تحفظ حاصل رہ سکے۔

مکان کی اس بغلی دیوار میں تین کھڑکیاں اور دو ائرکنڈیشنر نظر آرہے تھے جس کا واضح مطلب تھا کہ ادھر کم کم دو خواب گاہیں موجود تھیں۔ پہلا ائرکنڈیشنر بند تھا۔ ہم دونوں دیوار سے قریب رہ کر دھیرے دھیرے بڑھتے ہوئے ں دروازے تک پہنچ گئے جو چوکیدار نے استعمال کیا تھا۔

اسی وقت مجھے زمین پر ہلکی سی دھمک محسوس ہوئی اور رک کر کھڑا ہوگیا۔ کافی غور کرنے کے باوجود مجھے کہیں کوئی موہوم ترین آواز بھی نہیں سنائی دی لیکن میرے موں کے نیچے زمین میں دھمک کا سلسلہ جاری تھا جیسے کوئی ں زوردار ضربات لگا رہا ہو۔

شاید اول خان کے آدمیوں نے ندی کی سمت سے تیزی پیش قدمی کرکے فالکن ہاؤس کے احاطے کی دیوار کے ب کھدائی شروع کردی تھی۔

نقصان

ہوٹل میں عامر صاحب کو ان کے ایک شناسا نے اداس' غم زدہ اور منہ لٹکائے بیٹھے دیکھا تو ہمدردانہ انداز میں سبب پوچھا۔ عامر صاحب بولے "دو ماہ پہلے میرے ایک خالو کا انتقال ہوا۔ ان کے کوئی اولاد نہیں تھی۔ انہوں نے ترکے میں میرے لیے چھ لاکھ روپے چھوڑے۔"

"تو اس میں اداس ہونے کی کیا بات ہے؟ آپ کو تو خوش ہونا چاہیے" ان کے شناسا نے کہا۔

"پچھلے مہینے میرے ایک چچا مرگئے تھے۔ انہوں نے میرے لیے دس لاکھ چھوڑے" عامر صاحب نے گویا ان سنی کرتے ہوئے بتایا۔

"تو پھر آخر آپ منہ لٹکائے کیوں بیٹھے ہیں؟" شناسا نے حیرت سے ایک بار پھر پوچھا۔

"بھئی... یہ پورا مہینا ختم ہونے کو آرہا ہے.... ابھی تک کہیں سے مزید کوئی خبر نہیں آئی۔" عامر صاحب نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

مکان کا داخلی دروازہ بند تھا۔ اگر چوکیدار اندر آنے جانے کے لیے چابی استعمال نہیں کرتا تھا تو دروازہ مقفل نہیں ہونا چاہیے تھا۔ میں نے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ دروازے کی ناب گھماتے ہوئے اندر کی طرف ہلکا سا زور لگایا اور دروازے نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔

فالکن ہاؤس کی فضا پر چھایا ہوا گہرا سکوت اچانک مجروح ہوگیا۔ کہیں قریب ہی سے گرج دار آواز کے ساتھ ایک فائر ہوا تھا اور اسی کے ساتھ ایک دل دوز انسانی چیخ فضا کا سینہ چیر کر موت کے سناٹے میں ڈوبتی چلی گئی۔ میں تیزی سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگیا۔ ویرا میرے پیچھے تھی۔

ہم دونوں کھلی فضا سے یکایک ایک کشادہ اور بند راہ داری میں پہنچ چکے تھے جس کے کسی دروازے کے پیچھے

Downloaded from https://paksociety.com

ہمارے شکار موجود تھے۔ میں نے ویرا کو دیکھنے کے لیے گردن گھمائی تو باہر کھلنے والا دروازہ خود بخود بند ہو رہا تھا۔

باہر سے اکلوتے فائر کے بعد کوئی آواز نہیں آئی تھی۔ اس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اسپیشل ٹاسک فورس والوں نے اپنے شکار کو مار گرایا تھا۔ وہ زندہ ہوتا تو پہلی گولی کا جواب ضرور دیا گیا ہوتا۔

میں نے محتاط انداز میں دوسرا قدم بڑھایا تھا کہ اچانک راہ داری کا ایک دروازہ کھلا اور اس میں سے ایک مسلح نیگرو باہر نکلا۔ وہ خاصا تنومند سیاہ فام تھا۔ اس کے جسم پر دھاری دار سلیپنگ سوٹ چڑھا ہوا تھا' داہنے ہاتھ میں بڑے بور کا پستول دبا ہوا تھا۔

میں نے اس کے زخمی چہرے کی پہلی جھلک دیکھتے ہی اسے پہچان لیا کہ وہ وہی شخص تھا جو سب سے پہلے گونگا اور بہرا بن کر گولڈن فارمیسی سے دوائیں خریدنے آیا تھا۔ میں اسے آئی مین کے دست راست کی حیثیت سے پہچانتا تھا۔ جلال نے مجھے بتایا تھا کہ فالکن ہاؤس میں ایف بی آئی کا ڈپٹی ڈائریکٹر جیک اسمتھ پہنچا ہوا ہے۔ اس بدمعاش کے بدن پر موجود لباس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ کمانڈوز نکل جانے کے بعد اس نے اپنا ٹھکانا قونصل خانے سے فالکن ہاؤس منتقل کر لیا تھا۔

اس نے لی مارکیٹ کے علاقے میں سلطان شاہ سے ہاتھا پائی کے دوران میں جس بے رحمی سے بیم گن استعمال کی تھی اس سے اس کی سفاکانہ ذہنیت کا اظہار ہوتا تھا۔ وہ بہت خطرناک آدمی تھا۔ اسے ذرا سی بھی مہلت نہیں دی جا سکتی تھی۔

اس سے پہلے کہ وہ راہ داری میں اپنے دائیں بائیں دیکھتا' میں نے اس کے پہلو کا نشانہ لے کر بیم گن چلا دی۔ ہدف بہت قریب تھا۔ نیلگوں پتلی دھار اس کے بازو پر پڑی تو اس نے حیرت سے اپنی گردن گھما کر ادھر دیکھا اور اسی حالت میں راہ داری میں ڈھیر ہو گیا۔ ان چند لمحوں میں لیزر شعاعیں اس کی پسلیوں سے گزر کر دل کے پار نکل چکی تھیں۔

جیک نامی وہ نیگرو بھی بہت صحت مند تھا۔ وہ پختہ فرش پر گرا تو دھماکے کی آواز بہت بلند تھی۔ اچانک پورا گھر گہری تاریکی میں ڈوب گیا۔ مجھے قالین پر ایک سے زائد افراد کے دوڑتے ہوئے قدموں کی دھمک سنائی دی جو تیزی سے دور ہوتی جا رہی تھی۔

میرے اور ویرا کے لیے فالکن ہاؤس کی وہ عمارت بالکل اجنبی تھی۔ گہرے اندھیرے میں کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ہم کدھر جائیں۔ ہمارے آگے جیک کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ اس سے آگے کہاں کیا تھا' یہ ہمیں معلوم نہیں تھا۔ بے خبری میں مارے جانے سے کہیں بہتر تھا کہ پسپائی کی راہ اختیار کر لی جاتی۔

باہر کی فضا وزنی جوتوں کی تیز دھمک سے گونج رہی تھی۔ اکلوتی گولی چلنے کے بعد کہیں سے کوئی فائر نہیں ہوا تھا۔

"آؤ!" میں نے ویرا کا ہاتھ تھاما اور اسے لے کر راہ داری کا بیرونی دروازہ کھولتا ہوا دوبارہ کھلی فضا میں نکل گیا۔

کہیں قریب ہی پھر ایک گولی چلی۔ اس بار سریلی سی چیخ بلند ہوئی اور میں چونک پڑا۔

"فالکن ہاؤس میں اس وقت صرف دو عورتیں ہیں۔ میں یا کیلی!" ویرا نے سرگوشی کی۔ ہم دونوں دروازے کے قریب دیوار سے لگے ہوئے کھڑے تھے کیونکہ اول خان کے پُرجوش آدمیوں کی آمدورفت کا سلسلہ بہت تیزی سے جاری تھا۔ ان میں سے کسی نے ہم سے کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔ شاید ان کے درمیان یہ خبر گردش کر چکی تھی کہ فقیروں کا جوڑا ان کے ساتھیوں میں شامل تھا جس سے کسی کو الجھنے کی ضرورت نہیں تھی۔

پھر شاید ایس ٹی ایف کا آخری جوان بھی دوڑتا ہوا ہمارے سامنے سے گزر کر فالکن ہاؤس کے عقبی حصے کی طرف چلا گیا اور ہمارے آس پاس سناٹا چھا گیا۔ مکان کے دوسرے حصوں سے نقل و حرکت کرنے اور تیز تیز بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

کسی نے مکان کا مین سوئچ تلاش کر کے آن کر دیا۔ مکان میں دوبارہ ہر طرف روشنی پھیل گئی۔ اس افراتفری میں ہمیں یہ پتا ہی نہیں چل رہا تھا کہ اول خان کہاں تھا اور دوسری گولی سے زخمی ہونے والی عورت کون تھی۔

"تم ٹرانسٹر پر اس سے بات کیوں نہیں کرتے۔ وہ آس پاس ہی کہیں موجود ہوگا" ویرا نے مجھے ٹھوکا دے کر کہا۔

واقعی میری عقل ماؤف ہو کر رہ گئی تھی۔ جب تک ہم دونوں نے محاذ سنبھالا ہوا تھا۔ سب کچھ ہمارے کنٹرول میں تھا۔ اندھیرا پھیلتے ہی فالکن ہاؤس میں ایسی ہڑبونگ مچی تھی کہ کسی کا کچھ پتا نہیں چل رہا تھا۔

"تم کہاں ہو۔ داہنی طرف کے لان پر ہم دونوں کے سوا چڑیا کا بچہ بھی نہیں ہے مگر ہر طرف سے ملی جلی آوازیں آ رہی ہیں۔"

"اوہ.... ! میں تم دونوں کے لیے پریشان تھا۔ میرے آدمی عمارت میں گھس گئے ہیں۔ تم بائیں طرف کے گلیارے

Downloaded from https://paksociety.com

میں آؤ۔ یہاں کیلی زخمی پڑی ہوئی ہے۔"

"اندر جیک کی لاش تمہارے آدمیوں کا استقبال کرے گی" میں نے اپنی رفتار تیز کرتے ہوئے کہا "اپنے ایک دو آدمی اگلے لان پر بھیج دو۔ وہاں گملوں کے پیچھے ایک لاش، ایک بے ہوش قیدی اور سالن کی پلیٹ چھپی ہوئی ہے۔"

"میں دو آدمیوں کو بھیج رہا ہوں۔ تم انہیں کام بتاتے ہوئے سیدھے میرے پاس آجاؤ۔ اب تمہارا یہاں ٹھہرنا خطرناک ہے۔"

"اوکے!" گفتگو مکمل کرکے میں نے دوڑ لگادی۔

"قصہ نمٹتے ہی تمہارا دماغ چلنا شروع ہوگیا" ویرا نے میرے ساتھ دوڑتے ہوئے کہا۔ "لاش اور قیدی کے ساتھ تمہیں سالن کی پلیٹ بھی یاد آرہی تھی۔"

اول خان سے بات ہونے کے بعد مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میرے سر سے بہت بڑا بوجھ اتر گیا ہو۔ مجھے بس ایک فکر تھی کہ اول خان نے کیلی کے زخمی ہونے کی خبر دی تھی۔ آئی مین کے بارے میں کوئی بات نہیں کی تھی۔ وہ مکان خاصے وسیع رقبے پر بنا ہوا تھا پھر بھی بہت بڑا نہیں تھا۔ میں ذرا سی دیر میں خود موقع پر پہنچ کر سب کچھ معلوم کرسکتا تھا۔

اگلے لان پر اول خان کے دونوں آدمی ہم سے پہلے پہنچے ہوئے تھے اور انہوں نے گملے کے پیچھے چھپی ہوئی لاش دریافت کرلی تھی۔ وہ لوگ اپنے کام پر عبور رکھتے تھے۔ ہمیں وہاں رکنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ہم مکان کے اگلے حصے کا چکر کاٹ کر روش سے آگے جانے والی پختہ گلی میں مڑ گئے۔

میرے اندازے کے مطابق ایک دروازہ ادھر بھی بنا ہوا تھا۔ پکے فرش پر ایک جواں سال اور سفید فام عورت بے ہوش پڑی ہوئی تھی۔ وہ بلاشبہ بہت حسین تھی مگر کولہے کے خون آلود زخم کی وجہ سے اس کا حسن داغ دار ہوچکا تھا۔ زخم گہرا تھا اور اس سے خون بہے جارہا تھا۔

"یہ دیوار پر چڑھتے ہوئے گرائی گئی تھی۔ اس کے ساتھ شاید آئی مین تھا۔ وہ دیوار پھاند کر برابر والے مکان میں کود گیا۔ ان دونوں نے اندھیرا کرکے فرار ہونے کی کوشش کی تھی" اول خان نے مجھے دیکھتے ہی کسی تمہید کے بغیر مجھے پوری بات بتا ڈالی۔ اس وقت اس کے ساتھ اس کا صرف ایک آدمی موجود تھا۔

"یہاں سے وہ اندھیرے میں نکل گیا۔ برابر کے گھر سے کہاں جائے گا۔ کسی کو ادھر بھیجا ہے تم نے؟" میں نے متاسفانہ لہجے میں پوچھا۔

"تین آدمی اسی کی تلاش میں نکلے ہوئے ہیں۔ یہاں کی فکر نہ کرو۔ آج ہم نے بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ یہاں تین لاشیں، ایک زخمی اور ایک بے ہوش قیدی موجود ہے" اس نے اپنے پاس تیزی سے یکجا ہونے والی معلومات دہراتے ہوئے کہا "آئی مین کی تلاش جاری ہے۔ تم پولیس کے آنے سے پہلے میری گاڑی میں جمال کے ساتھ نکل جاؤ۔ اس حلیے میں تم ٹیکسی وغیرہ سے نہیں جاسکو گے۔"

وہ دور کی بات سوچ رہا تھا۔ جیک کی موت اور آئی مین کے فرار نے معاملات کو بہت الجھادیا تھا۔ انہیں ایس ٹی ایف والے ہی سنبھال سکتے تھے۔ میرا اور ویرا کا وہاں موجود رہنا کسی بھی طرح ٹھیک نہیں تھا۔ اول خان نے تین لاشوں کا ذکر کرکے دوسرے کمانڈو کے بارے میں میرا تجسس دور کردیا تھا۔

"یہاں سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہے۔ بس ایک بات کا دھیان رکھنا کہ جیک بیم گن سے مارا گیا ہے۔ یہ کام آئی مین کے کھاتے میں جانا چاہیے" چلتے چلتے مجھے وہ اہم بات یاد آگئی۔

"میں اندر کمروں کی تلاشی لینے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ وہ بیم گن چھوڑ نہ گیا ہو" اول خان نے پُرامید لہجے میں کہا۔

"یہ ناممکن ہے!" میں نے پورے وثوق سے کہا "بیم گن اور سلور آئی کو وہ اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہوگا۔ اسے کہیں نہیں چھوڑے گا۔"

"اصل کہانی دونوں قیدیوں کے بیان سے سامنے آئے گی۔ دیکھنا ہے کہ کیلی کیا کہتی ہے؟"

"تم نے جیک کے بارے میں میری بات کا جواب نہیں دیا؟" میں نے بے چینی سے اسے ٹوکا۔

"میرے ذہن پر مختلف مسائل نے یلغار کی ہوئی ہے۔ تمہارے ذہن میں کوئی خاص بات آئی ہے تو جلدی سے بتادو اور یہاں سے نکل جاؤ" وہ ہم دونوں کو دھکے دے کر نہیں بھگا سکتا تھا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ وہ میری وہاں موجودگی سے پریشان تھا۔

"اس کے بائیں بازو سے لیزر جسم میں داخل ہوئی ہے اور اس کے جسم کا وہ حصہ لان کی طرف کھلنے والے دروازے کی طرف ہوگا۔ اس وقت وہ کمرے سے باہر آرہا تھا۔" میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے سمجھایا "پولیس کے آنے سے پہلے لاش کی پوزیشن کو بالکل گھما دو۔ ایسا کرنے سے یہ معلوم ہوگا کہ وہ اپنے کمرے میں گھس رہا تھا کہ باہر سے گھس آنے والوں کے بجائے گھر میں پہلے سے

Downloaded from https://paksociety.com

موجود کسی آدمی نے اسے بیم گن کا نشانہ بنادیا۔ وہ پہلے سے اندر موجود تھا۔ پختہ گلی سے نکل کر بھاگا ہے اور کیلی بھی اسی سمت میں زخمی ہوئی ہے۔ کوئی بھول کر بھی ان کی طرف کھلنے والے دروازے پر دھیان نہیں دے گا۔ جیک کا خون آئی مین کے سر چلا جائے گا۔"

"میں اچھی طرح سمجھ گیا۔ اب تم جاؤ" اول خان نے میرے شانے پر تھپکی دے کر اضطراری لہجے میں کہا۔

اس کے ساتھ کھڑا ہوا آدمی پھاٹک کی طرف چل دیا۔ ہم دونوں اس کے پیچھے ہولیے۔

پھاٹک سے باہر سڑک پر بدستور گہرا سناٹا تھا۔ کھلی فضا میں دو فائروں کی آوازیں دور دور تک سنی گئی ہوں گی لیکن آسودہ حالوں کی اس نیم آباد بستی میں کسی نے باہر نکل کر صورتِ احوال جاننے کا خطرہ مول نہیں لیا تھا۔

ہم سڑک پار کرکے تاریک پلاٹ پر کھڑی ہوئی گاڑیوں تک جا پہنچے۔ وہاں چوکیداری پر مامور آدمی اپنی جگہ پر مستعد اور مضطرب تھا۔

"فکر نہ کرو۔ اپنی سب خیر ہے" جمال نے ایک گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر سوار ہوتے ہوئے اسے تسلی دی "ادھر دشمن کا نقصان ہوا ہے۔ اپنے سارے بندے سلامت ہیں۔"

"شکر ہے خدا کا" گاڑیوں کے نگراں کے ہونٹوں سے بے ساختہ آواز نکلی۔

وہ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ روز مرہ بول چال میں لوگ کسی گہرائی کے بغیر ایسے تشکر آمیز کلمات محض عادت کے طور پر استعمال کرتے رہتے ہیں لیکن ایس ٹی ایف کے اس اہلکار کے لہجے میں دوسروں سے اپنائیت اور اپنے رب کی بندگی کا اس قدر گہرا اعتراف پنہاں تھا کہ بے اختیار میرا دل بھاری ہوگیا۔

ہم دونوں کے لباس مضحکہ خیز بلکہ بہت زیادہ فقیرانہ تھے۔ ہم نشستوں پر بیٹھتے تو سارے راستے لوگوں کی تیر زدہ یا تضحیک آمیز نگاہوں کا نشانہ بنے رہتے۔ ہم اگلی نشست عبور کرکے خاموشی سے عقبی پائیدان میں بیٹھ گئے۔ جمال نے انجن اسٹارٹ کیا اور جیپ ناہموار زمین پر اچھلتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

فالکن ہاؤس میں بہت کچھ ہوا تھا۔ جیک اور اس کے دونوں کمانڈوز کی موت کے واقعات تہلکہ خیز تھے۔ کیلی کے پکڑے جانے کا واقعہ بھی معمولی نہیں تھا مگر مجھے ان مشترکہ کامیابیوں کی زیادہ خوشی نہیں تھی۔ مجھے آئی مین کے نکل جانے کا صدمہ تھا۔ مجھے پوری امید تھی کہ وہ اول خان کے آدمیوں کو فریب دے کر غائب نہیں ہوسکے گا مگر فیصلہ کن خبر ملنے تک میری تشویش دور نہیں ہوسکتی تھی۔ شی کے آئی مین ہمیشہ سے اپنی طلسماتی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتے آئے تھے۔ وہ بھی ان میں سے ایک تھا۔

○☆○

ہمارا کارواں گھر سے بوٹ بیسن کی طرف روانہ ہوا تو سلطان شاہ کو یہ علم نہیں ہوسکا کہ ویرا کس بھیس میں ہمارے ساتھ گئی تھی اور میرا کیا بہروپ تھا۔ غزالہ نے اسے زبردستی غسل کرنے کے لیے بھیج دیا تھا تاکہ اس کے ذہن پر چھائی ہوئی کہولت ڈھل سکے اور وہ تازہ دم ہوجائے۔

واپسی پر ہم جیپ سے اترتے ہی گھر میں گھس گئے تھے۔ ضرورت کے تحت ہم سب کچھ کر گزرے تھے لیکن ایسے شرمناک حلیوں میں پڑوسیوں کی نظروں میں آنا کوئی خوشگوار تجربہ نہیں ہوسکتا تھا۔ ضرورت ختم ہوجانے کے بعد شرمندگی کا وہ احساس یکایک بیدار ہوا تھا۔

گھر میں گھستے ہی سلطان شاہ نے ایک بے ساختہ قہقہے سے ہمارا استقبال کیا تھا پھر اس نے اپنی ساری توجہ ویرا پر مرکوز کردی "ویری گڈ۔ آج تم نے پہلی بار اپنا شایان شان لباس استعمال کیا ہے۔ غزالہ نے مجھ سے تم دونوں کے بہروپ کے بارے میں سرسری سا ذکر کیا تھا تو میں اتنی بڑی تبدیلی کا تصور نہیں کرسکا تھا۔ معلوم ہوتا کہ دشمنوں نے ڈینی سے زیادہ تم کو نوچا کھسوٹا ہے۔ تمہارا لباس جگہ جگہ سے پھٹا ہوا ہے۔"

"ویرا یہاں سے اسی وضع میں گئی تھی۔" غزالہ نے سلطان شاہ کو لقمہ دیا۔

"تم یقین کرو کہ اس حلیے میں تم سو ٹمنگ کاسٹیوم سے زیادہ ابھر رہی ہو۔ پیرس چلی جاؤ تو تمہارے یہ کپڑے فیشن بن جائیں گے۔"

"زیادہ بک بک مت کرو۔ میں کپڑے بدل کر دو منٹ میں اپنے پرانے روپ میں آسکتی ہوں۔ تم دونوں میں اپنے بگڑے ہوئے چہرے کی تراش خراش نہیں کروا سکے۔"

ویرا کا وہ جواب بہت زیادہ ذاتی اور جارحانہ تھا۔ سلطان شاہ کے ہونٹ جڑ کر رہ گئے۔

ویرا ہولے ہولے سیٹی بجاتی ہوئی اپنے کمرے میں جا گھسی تو میں نے سلطان شاہ سے دھیرے سے کہا "فکر نہ کرو۔ آج ہم نے کالیے سے تمہارا بھرپور بدلہ لے لیا ہے۔ کل کے اخبار میں تمہیں پوری کہانی مل جائے گی۔ لباس کے بارے

Downloaded from https://paksociety.com

میں اب ویرا سے کچھ نہ کہنا۔ اپنی گھٹیا حرکتوں سے آج اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔"

"عورت مجسم تباہی ہے۔" سلطان شاہ ایک گہرا سانس لے کر بولا "اس نے بڑے بڑے شاہوں اور جرنیلوں کو مروایا ہے۔ ویرا نے اپنی ذرا سی سترنمائی سے کالیے کو مروادیا تو یہ حیرت کی بات نہیں ہے۔ عورت بڑے بڑے مردوں کو مرواتی آئی ہے۔"

میں نے مزید تفصیل میں جانا مناسب نہیں سمجھا اور اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔

مجھے لباس تبدیل کرنے میں چند منٹ صرف ہوئے ہوں گے کہ غزالہ نے باتھ روم کا دروازہ پیٹ کر اول خان کے فون کی اطلاع دی۔

میں قمیص کے بٹن بند کیے بغیر' ہڑبڑا کر باہر نکلا اور خواب گاہ میں موجود انسٹرومنٹ کا ریسیور اٹھالیا۔ میری آواز سنتے ہی اول خان نے بولنا شروع کردیا "آئی مین کا دماغ الٹ گیا ہے۔ میرے آدمی اس تک پہنچنے کی کوششوں میں کامیاب نہیں ہوسکے۔ وہ فالکن ہاؤس سے تیسرے مکان میں ایک ملازم کو ہلاک کرکے وہاں سے گاڑی لے بھاگا ہے۔"

"یہ بہت بری خبر ہے اول خان.... ! اس کا پکڑا جانا ضروری تھا۔" میں نے افسردگی سے کہا۔

"مجھے معلوم ہے۔" اس نے اعتراف کیا "اسی لیے میں نے تمہیں فون کیا ہے۔" اس کی ڈوبتی اور ابھرتی ہوئی آواز سے اندازہ ہورہا تھا کہ اس نے سنسنی اور ہلچل کے ماحول سے الگ ہٹ کر کسی گوشۂ عافیت سے اپنا موبائل فون استعمال کیا تھا۔

"وہ اپنی قبر خود کھود رہا ہے۔ اسے زیادہ دیر تک آزاد رہنا نصیب نہیں ہوسکے گا۔" میں نے تلخی سے اپنے دل کی بھڑاس نکالی۔

"اس قتل میں اس نے بیم گن استعمال کی ہے۔ وہ جیک کے قتل کے الزام سے اپنی گردن نہیں بچاسکے گا۔"

"تمہارے فون سے ظاہر ہورہا ہے کہ پولیس کی آمد کے بعد تم نے تیزی سے علیحدگی اختیار کی ہے۔"

"یہ ضروری تھا۔ تمہیں معلوم ہے کہ کاغذوں پر اسپیشل ٹاسک فورس کچھ بھی نہیں ہے۔" اس کی آواز سے مجبوری کا اظہار ہورہا تھا۔

ان واقعات سے بری الذمہ ہونے کے باوجود اس کی مصروفیات اہم تھیں۔ اپنی فورس کو پس پردہ رکھتے ہوئے اسے پولیس افسران کو پوری طرح بریف کرنا تھا کہ اس رات وہاں کیا ہوا تھا تاکہ قانونی کارروائی کے تمام تقاضے پورے کیے جاسکیں۔ اس نے اجازت چاہی تو میں نے گفتگو کو وہیں ختم کردیا۔

میں ڈرائنگ روم میں پہنچا تو ویرا مجھ سے پہلے تیار ہوکر' بنی سنوری وہاں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں اسکاچ کا گلاس دیا ہوا تھا جسے اس نے اپنی گود میں ٹکایا ہوا تھا۔

"تم اس اُمّ الخبائث سے پیچھا نہیں چھڑا سکتیں تو کم از کم اسے میرے سامنے نہ لایا کرو۔" سلطان شاہ نے برا منہ بنا کر کہا تھا۔

"تم اسے پدر الخبائث یا ابوالخبائث کیوں نہیں کہتے۔" ویرا نے اپنی علمیت جھاڑتے ہوئے اعتراض کیا "کیا یہ ضروری ہے کہ ہر بری چیز کو عورتوں سے منسوب کیا جائے۔"

"مجبوری ہے۔ شراب اور وہسکی' دونوں مونث ہیں۔ ایک مونث کو باپ کا درجہ کہیں نہیں دیا جاتا۔" اس وقت سلطان شاہ بھی اپنی قابلیت کے مظاہرے پر تل گیا تھا۔

"ویرا! یہ بدتمیزی ہے۔" میں نے مداخلت کرتے ہوئے اسے ٹوکا "تمہیں دوسروں کے جذبات کا پاس کرنا چاہیے۔ کچھ عرصے سے تم نے کبھی کبھی کمرے سے باہر نکلنا بھی شروع کردیا ہے۔"

"یہاں دوسرا کون ہے۔ سب اپنے ہیں۔" ویرا ڈھٹائی سے مسکراتے ہوئے بولی "کوئی آیا تو یہ میرا وعدہ ہے کہ خاموشی سے اپنے کمرے میں چلی جاؤں گی۔ دن بھر کی بھاگ دوڑ کے بعد میں اس وقت بہت شدت سے طلب محسوس کررہی تھی۔"

"تم یہ شوق اپنے کمرے میں پورا کرسکتی تھیں۔ اس بدبو کو پورے گھر میں پھیلانے کی کیا ضرورت تھی؟" سلطان شاہ نے چڑچڑے لہجے میں کہا۔

"اس وقت معافی دے دو۔ آئندہ میں خیال رکھوں گی۔" ویرا نے مصالحانہ رویہ اختیار کرکے مجھے حیران کردیا۔

اس پر مزید کسی اعتراض کی گنجائش نہیں تھی۔ اس نے فوراً ہی گلاس سے ایک گھونٹ لے لیا۔

"فقیرنیوں کے دن پھرتے ہیں تو وہ اسی طرح شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ کر اپنے شوق پورے کرتی ہیں۔" سلطان شاہ نے خاص طور سے کسی کو مخاطب کیے بغیر کہا۔

"میں اس وقت سے شراب پی رہی ہوں جب تم چسنی سے دودھ پیا کرتے تھے۔" ویرا نے تاؤ میں آکر جواب دیا "شرم و حیا دیکھنی ہے تو کسی وقت جاکر میڈم فرزانہ سے اس کے فلیٹ پر مل لینا۔ وہ کلفٹن میں رہتی ہے۔ میری طرح امریکی نہیں'

Downloaded from https://paksociety.com

تمہاری ہم وطن ہے۔"

"یہ کون ذات شریف ہے؟" سلطان شاہ نے حیرت سے پلکیں جھپکاتے ہوئے مجھ سے پوچھا۔

"یہ کل والی وہی عورت ہے جس نے فارمیسی کے ایک ملازم کو دو ہزار روپے دے کر کچھ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ آج کا دن بہت ہنگامہ خیز گزرا ہے۔ غزالہ نے تمہیں اس بارے میں بتا دیا ہوگا۔ وہ عورت آج دو بجے پھر وہیں آئی تھی اور آئی مین کے فرار کے بعد دھر لی گئی۔"

"کمال ہے۔ وہ ایسا کیا کام کرتی ہے جو ویرا مجھے اس کے پاکستانی ہونے کا طعنہ دے رہی ہے؟" سلطان شاہ اپنا سر جھٹک کے بولا۔

"یہ پوچھو کہ وہ کیا نہیں کرتی۔" میں نے خفّت آمیز لہجے میں کہا "شراب فروشی اور قحبہ گری اس کے محبوب ترین پیشے ہیں مگر آج وہ ہمارے لیے بہت کار آمد ثابت ہوئی ہے۔" میں نے ان دونوں کے درمیان تلخی بڑھنے سے پہلے ہی موضوع کو غیر محسوس انداز میں تبدیل کردیا۔

"بعد کے واقعات کے بارے میں' میں بھی بے خبر ہوں۔" غزالہ نے مجھے جتایا "آپ دوبارہ آئے تو عجلت میں تھے....."

میں نے غزالہ کی بات کاٹ دی اور کہا "اس وقت جلال سے بہت اہم باتیں ہوئیں۔" میں ان لوگوں کو اختصار کے ساتھ اس شام کے واقعات کے بارے میں بتاتا چلا گیا۔

"تو کیا جیک واقعی مارا جا چکا ہے!" سلطان شاہ کا چہرہ مسرت سے دمک اٹھا۔

"اب بننے کی کوشش نہ کرو۔ میں نے کمرے میں جانے سے پہلے یہ بات تمہیں بتا دی تھی۔" میں نے لقمہ دیا۔

"میں سمجھا تھا کہ تم میری دل جوئی کے لیے مذاق کر رہے ہو۔ میرے لیے یہ بہت بڑی خبر ہے۔ میری آرزو تھی کہ وہ کالا میرے ہاتھوں اپنے کیفر کردار کو پہنچتا۔"

"وہاں لمحوں کی بھی مہلت نہیں تھی۔ میں ذرا بھی چوکتا تو وہ ہمیں مار کر آئی مین کی طرح صاف نکل جاتا۔"

آئی مین اکیلا اور پیدل تھا۔ وہ ایس ٹی ایف کی بھاری نفری کو جل دے کر کیسے نکل گیا؟" ویرا نے چونک کر پوچھا۔

"یہ بری خبر ابھی ابھی اول خان نے فون پر سنائی ہے۔ وہ فالکن ہاؤس سے تیسرے مکان میں ایک شخص کو بیم گن سے ہلاک کرکے گاڑی لے بھاگا۔ اول خان کے آدمی اپنے پیدل شکار کی تلاش میں اس علاقے کی خاک چھانتے رہ گئے۔"

"اس کے فرار سے شروع ہونے والا قصہ اس کے دوبارہ فرار پر ختم ہوگیا۔" سلطان شاہ نے سر ہلا کر تاسف سے کہا "تم لوگوں کی ساری محنت برباد ہوگئی۔"

"تم بھول رہے ہو کہ اس دوران میں جیک مارا گیا۔ ڈیلٹا فورس کے دو کمانڈوز کام آئے۔ کیلی ایک چوکیدار کے ساتھ حراست میں ہے۔" ویرا نے اسے یاد دلایا۔

"یہ کامیابیاں اپنی جگہ پر ہیں مگر مجھے آئی مین کے نکل جانے کا قلق رہے گا۔ ہمارے سارے مجرم ایک چھت کے نیچے جمع ہوگئے تھے۔ یہ ان کی سرکوبی کا بہترین موقع تھا۔ اب آئی مین کے لیے ہم کو از سر نو محنت کرنی پڑے گی۔" میں نے کہا۔

"اب اس کے پاؤں اکھڑ چکے ہیں۔ اس کے آدمی ایک ایک کرکے ٹوٹ چکے ہیں۔" ویرا نے اپنے گلاس سے دوسرا گھونٹ لے کر تفکر آمیز انداز میں کہا "راجا پولیس کی قید میں ہے۔ خالد کو ہم نے پکڑ لیا۔ جیک تھوڑی دیر پہلے مارا گیا۔ اگر اول خان نے تمہارے مشورے کے مطابق جیک کا قتل آئی مین کے سر منڈھنے میں کامیابی حاصل کرلی تو وہ فوری طور پر امریکیوں کی تائید سے بھی محروم ہوسکتا ہے۔"

"میں عجلت میں ایسی کسی خوش فہمی میں مبتلا ہونا پسند نہیں کروں گا۔ ہمیں دیکھنا ہوگا کہ آج فالکن ہاؤس میں پیش آنے والے واقعات کو کس زاویے سے دیکھا جا رہا ہے۔ اگر آئی مین یہاں امریکی مفادات کے لیے کام کر رہا ہے تو وہ اتنی آسانی سے اسے بے یار و مددگار نہیں چھوڑیں گے۔" میں نے انہیں اپنی رائے سے آگاہ کردیا۔

"وہ اپنے آقاؤں کے سامنے جیک کے قتل کا کیا جواز دے سکے گا؟" ویرا نے پوچھا۔

"اسے جواز دینے کی کیا ضرورت ہے؟" میں نے قدرے بدمزگی سے کہا "تم کو معلوم ہے کہ وہ میرے ہاتھوں مارا گیا ہے۔ آئی مین یہی کہے گا۔ خود کو فریب دینے کی کوشش نہ کرو۔ سب کچھ سامنے آنے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچ جائیں گے کہ آئی مین کے نام کی آڑ میں' میں نے اپنا کام تیز کردیا ہے۔ کل ونود مارا گیا۔ اخبارات میں الزام آئی مین پر عائد کیا گیا ہے۔ اصل کام جلال نے دکھایا تھا مگر امریکی سمجھیں گے کہ وہ میری حرکت تھی۔ معاملات بہت زیادہ الجھ گئے ہیں۔ ہر امریکی ڈفر نہیں ہوتا۔ ان کے بہترین دماغ بہت جلد نتائج اخذ کرلیں گے اور ہمارے لیے نئی مشکلات کا آغاز ہوجائے گا۔ ابھی تک ہمارے ساتھ یہی ہوتا چلا آیا ہے۔"

"آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" غزالہ نے میری تائید کی "آپ لوگوں کی ہر کامیابی عارضی اور ناپائیدار ثابت

Downloaded from https://paksociety.com

ہوتی ہے۔ ایک فتنے کا سر کچلتے ہیں تو دوسری کوئی بڑی پریشانی سر اٹھانے لگتی ہے۔ یہ سلسلہ کہیں رکتا ہوا نظر نہیں آرہا۔"

"ہمارے چکروں میں جہانگیر بے سبب رگڑا جاتا ہے۔"

سلطان شاہ کو اچانک جہانگیر یاد آگیا "اسے تم سے دوستی کی بھاری قیمت ادا کرنی پڑ رہی ہے۔ اس کی بھی خبر لیتے رہا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ بے خبری میں بے موت مارا جائے۔"

"اگر ڈینی نے بروقت اس کی جگہ گولڈن فارمیسی نہ سنبھال لی ہوتی تو وہ اب تک مارا جاچکا ہوتا۔" ویرا نے کہا "اس قدر پیچ اور سازشی فضا میں اس کے لیے صحیح وقت پر صحیح فیصلہ کرنا دشوار ہوجاتا۔ کئی برسوں سے جمود کی زندگی گزارنے کے باعث اس کے اعصاب کمزور ہوگئے ہیں۔"

میں نے دن میں اول خان کے دفتر سے فون کرکے اسے تاکید کردی تھی کہ وہ میری اگلی ہدایات تک اپنی دکان کو بھول کر گھر تک محدود ہوجائے مگر وہ گفتگو تشنہ رہی تھی۔ ان تینوں کی موجودگی میں، میں اس سے کھل کر بات نہیں کرسکتا تھا۔ میں نے فیصلہ کرلیا کہ اپنے کمرے میں اسے ضرور فون کروں گا۔ اس کے بارے میں ویرا کا تجزیہ سو فیصد درست تھا۔ ایک طرف وہ جمود اور تنہائی کا شکار تھا تو دوسری طرف اس کی بیسار نوشی اس کے اعصاب پر برے اثرات مرتب کررہی تھی۔

واقعات پے در پے رونما ہوتے جارہے تھے۔ ہمارے حصے میں کامیابیاں اور ناکامیاں، دونوں ہی آئی تھیں لیکن آئی مین کی ساری سرگرمیوں کا پس منظر واضح ہو کر سامنے نہیں آرہا تھا۔ ابتدا میں ہماری سوچی سمجھی رائے تھی کہ پاکستان میں شی کو دوبارہ زندہ کرکے ہیروئن کے فروغ کے لیے تیاری کی جارہی ہے مگر راجا اور پھر خالد کے بیانات نے یہ بات بالکل واضح کردی تھی کہ وہ صرف سطحی سرگرمیاں تھیں۔ ان کے پیچھے کیا مقصد کار فرما تھے، یہ کسی کو معلوم نہیں تھا۔

بازار میں ہیروئن کی فراہمی کی ذمے داری راجا کی تھی۔ اس نے اعتراف کیا تھا کہ پراسرار آئی مین اسے ہیروئن کی فروخت پر خسارے کی بھاری رقم ادا کرتا تھا۔ راجا کے پکڑے جانے کے بعد منڈی میں سستی ہیروئن نایاب ہوگئی تھی۔ ہر شخص کو متبادل بندوبست کا انتظار تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شہر میں اچانک ہیروئن کا کال پڑ گیا۔ چھوٹی چھوٹی پڑیاں خرید کر اپنے نشے کی لت پوری کرنے والے آوارہ گردوں کا نشہ ٹوٹا تو انہوں نے چھوٹی چھوٹی ٹولیوں کی صورت میں شہر میں توڑ پھوڑ اور ہنگامہ آرائی کی کارروائیاں شروع کردیں۔ نظم و ضبط کا مسئلہ پیدا ہوتے ہی پولیس حرکت میں آگئی۔

پھر وہی ہوا جو جلال نے بتایا تھا۔ فساد پر آمادہ ہیرو نیچیوں کو ٹرکوں میں بھر بھر کر سپرہائی وے پر واقع ایدھی ہوم پہنچایا جانے لگا۔ وہاں ان کی تعداد بڑھی تو نشے کے بجائے دوائیں ملنے پر وہ چراغ پا ہوگئے۔ ایدھی ہوم میں توڑ پھوڑ کرکے سپرہائی وے پر نکل آئے۔ سڑک پر لیٹ کر ٹریفک جام کردیا۔ ان پر ایک جگہ قابو پایا جاتا تھا تو وہ دوسری جگہ سر اٹھانے لگتے تھے۔ ایک چھوٹے سے مسئلے نے بڑھ کر یکایک سنگین صورت اختیار کرلی تھی۔

معالجاتی ماہرین سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور اس مسئلے کے حل میں سرگرداں ہوگئے۔

آئی مین کو یوں سانپ سونگھ گیا تھا جیسے ہیروئن کی وافر مقدار میں سستے داموں فراہمی سے اسے کوئی سروکار نہ ہو۔ وہ پورا منصوبہ صرف راجا کی ذات کے گرد گھوم رہا تھا۔ جب تک وہ آزاد تھا، دھندا چل رہا تھا۔ اس کے بند ہوتے ہی سب چوپٹ ہوگیا۔

ہیروئن بحران کی زد میں آئی ہوئی تھی اور آئی مین بھی میدان میں تھا۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ اسے اس بحران سے دلچسپی نہیں تھی تو وہ کراچی میں بیٹھا کیا کررہا تھا۔

میرے ذہن میں دوسرا خیال یہ آیا کہ آئی مین کا اصل ہدف صرف اور صرف میری ذات تھی۔ امریکی ایجنسیاں اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود مجھ پر ہاتھ ڈالنے میں کامیاب نہیں ہوسکی تھیں۔ اس کا سبب صرف یہ نہیں تھا کہ میں بہت زیادہ تیز و طرار تھا۔ میری آزادی اور آزاد روی میں اول خان اور جلال جیسے بہت سے مہربانوں کا بھرپور حصہ تھا۔ وہ امریکی اثر و نفوذ کی وجہ سے کھل کر میرا ساتھ نہیں دے سکتے تھے مگر پس پردہ ہر نازک وقت میں میرے مددگار رہے تھے۔

سرکاری ناکامیوں کے بعد آئی مین شی کے احیا کا نعرہ لے کر میدان میں اترا تھا۔ اس نے براہِ راست جہانگیر کو تلاش کرنے کے بجائے شی کے پرانے آدمیوں کو بھاری معاوضوں پر یک جا کرنے کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ اسے امید رہی ہوگی کہ بات پھیلے گی تو جہانگیر خود اس سے رجوع کرے گا۔ جب ایسا نہیں ہوا تو اس نے خود جہانگیر کی فارمیسی کا کھوج نکال لیا۔ وہ خطرہ میں نے پہلے سے بھانپ لیا تھا۔ آئی مین کے معاون نے فارمیسی میں پہلا قدم رکھا تو میں اس کے استقبال کے تیار تھا۔

معاملات قتل و خوں ریزی کی حدود میں داخل ہوچکے

Downloaded from https://paksociety.com

تھے۔ میں یہ بات اپنی زبان پر نہیں لا سکتا تھا کہ آئی مین نے وہ لمبا بکھیڑا صرف میرے لیے پھیلایا ہوا تھا۔ جس دن بھی وہ مجھے پکڑنے یا مار لینے میں کامیاب ہو جاتا' اپنے سارے مددگاروں کو بھول بھال کر سیدھا امریکا چلا جاتا۔ ویرا منہ پھٹ اور زبان دراز تھی۔ وہ میرے اس نظریے کو خودپسندی قرار دے کر یکسر مسترد کر دیتی۔ میں خود کو ایسی کسی صورت حال میں نہیں پھنسانا چاہتا تھا جہاں ذاتی تصادم کی نوبت آجائے۔

کھانے کے دوران میں میرا ذہن اسی گورکھ دھندے میں الجھا رہا۔ میز پر وہ تینوں ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہے مگر میں خاموشی سے کھانے سے انصاف کرتا رہا۔

کھانے کے بعد ہم چاروں کچھ دیر تک ڈرائنگ روم میں بیٹھے ٹیلی وژن دیکھتے رہے۔ گیارہ بجے میں اپنے کمرے میں چلا گیا۔

میں نے جہانگیر کے گھر کا فون نمبر ملایا تو دوسری طرف سے سلمٰی کی آواز سنائی دی۔ اس کی آواز مرجھائی ہوئی سی تھی۔

رسمی مزاج پرسی کے بعد اس نے کھلے دل سے اپنی تشویش کا اظہار کر دیا "آج دوپہر کو تم سے بات ہونے کے بعد سے یہ بہت خاموش اور فکرمند ہیں۔ تم نے ان سے کیا کہہ دیا تھا؟"

"میں نے کچھ نہیں کہا۔ آج کل فارمیسی دشمنوں کی نگاہوں میں آئی ہوئی ہے۔ جہانگیر کو کسی مصیبت سے بچانے کے لیے میں نے اس کی جگہ لی ہوئی ہے۔ وہ لوگ جہانگیر سمجھ کر میرے دشمن بنے ہوئے ہیں۔ تین دن سے وہاں روز کوئی نہ کوئی گڑبڑ ہو رہی تھی۔ آج میں نے غیر معینہ مدت کے لیے فارمیسی پر تالے ڈلوا دیے ہیں۔"

"تو کیا اب یہ دوبارہ گھر بیٹھ جائیں گے؟" سلمٰی کی آواز سے فکرمندی جھلک رہی تھی۔

"چند روز میں حالات قابو میں آجائیں گے تو فارمیسی دوبارہ کھل جائے گی۔" میں نے اسے سمجھایا اور پوچھا "جہانگیر کہاں ہے؟"

"وہ سو چکے ہیں۔ آج ان کی باتوں سے مایوسی کی بُو آرہی تھی۔ کہہ رہے تھے کہ ماضی کبھی انسان کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔"

"اسے سمجھاؤ کہ ایسا نہیں ہوتا۔ اسے ڈرنے یا گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"جو لوگ فارمیسی تک پہنچ سکتے ہیں وہ کسی وقت ہمارے دروازے پر بھی دستک دے سکتے ہیں۔" سلمٰی نے خدشہ ظاہر کیا۔

"اس کا بندوبست کر لیا گیا ہے۔ تمہاری حفاظت کے لیے آج دوپہر سے ایک مسلح گارڈ مامور کر دیا گیا ہے۔ وہ نیچے چوکیدار کے ساتھ رہے گا۔" وہ بندوبست اول خان نے کیا تھا۔ دوپہر میں جہانگیر سے میری بات ہونے کے بعد ہی محسوس کر لیا گیا تھا کہ جہانگیر کی غیر معمولی دیکھ بھال ضروری ہو گئی تھی۔

"وہ نیچے رہے گا۔ یہاں ہم دونوں دن رات ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہیں گے۔ اس وقت تمہاری ذات کو بھی خطرات لاحق ہوں گے۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ تم چند روز کے لیے ہمارے پاس آجاؤ۔ تینوں کا وقت بہت اچھا اور بے فکری میں گزرے گا۔"

"میں پہلے بھی تم کو بتا چکا ہوں کہ یہ ممکن نہیں ہے۔ میرے پیچھے ہزار بکھیڑے لگے ہوئے ہیں۔ تمہارا صرف ایک مسئلہ ہے۔ میں تم لوگوں سے آن ملا تو میری وجہ سے تمہارے لیے بھی سنگین مسائل پیدا ہو جائیں گے۔ میں یہ گوارا نہیں کروں گا۔"

"تم بلاوجہ مجھے بہلانے کی کوشش کر رہے ہو۔ سچ بات کیوں نہیں کہتے کہ تم غزالہ سے ڈرتے ہو۔"

"ہر شریف آدمی اپنی بیوی سے ڈرتا ہے لیکن تمہارے معاملے میں مجھے اس سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"اتنے بھولے نہ بنو۔ وہ ہم لوگوں سے تمہارا زیادہ میل جول پسند نہیں کرتی۔ ہر وقت تمہیں گھیرے رکھتی ہے۔"

میں استہزائیہ انداز میں ہنس پڑا "میرے اور تم لوگوں کے میل جول پر بھلا اسے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ ہم ملتے ہیں تو کسی کی چوری نہیں کرتے۔"

"ہمارے دل لاکھ صاف ہوں مگر ہم دوسروں کی سوچ پر پابندی تو نہیں لگا سکتے۔" سلمٰی کی آواز دھیمی ہو گئی تھی۔

"غزالہ اتنی تنگ نظر نہیں ہے۔ تم ویرا کے بارے میں یہ بات ضرور کہہ سکتی ہو۔"

"عورت کی نظروں کو ایک عورت ہی پہچان سکتی ہے۔ میں تم سے شرط لگا سکتی ہوں کہ غزالہ دل ہی دل میں ویرا سے بھی نفرت کرتی ہوگی۔ وہ ہر اس عورت کو ناپسند کرے گی جو تم سے قریب ہو۔ اس کے لیے مراسم کی کسی خاص نوعیت کا ہونا ضروری نہیں ہے۔"

میں نے محسوس کیا کہ وہ اس گفتگو کو دانستہ طول دینے کی کوشش کر رہی تھی۔ شاید اس کو ان باتوں سے کوئی حظ

Downloaded from https://paksociety.com

حاصل ہو رہا تھا۔ میں نے یکایک بے اعتنائی اختیار کرتے ہوئے رکھائی سے کہا "تم جو چاہو کہہ سکتی ہو۔ میرا تمہارے گھر منتقل ہونا مشکل ہے۔"

"تم میری بات کبھی نہیں مانتے۔" سلمٰی کی آواز میں اپنائیت کا خمار امڈ آیا "ہمارے ساتھ رہ نہیں سکتے تو کم از کم چکر لگاتے رہا کرو۔ تم آتے ہو تو چھیڑ چھاڑ سے ہمارے گھر کا ماحول بالکل بدل جاتا ہے۔"

"میں کوشش کروں گا کہ آتا جاتا رہوں۔ فی الحال یہ بھی مشکل ہے کیونکہ کچھ لوگ میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔"

"میں ہر وقت تمہاری صحت اور سلامتی کے لیے دعائیں کرتی رہتی ہوں۔ تمہاری ذات سے مجھے بڑی ڈھارس رہتی ہے۔"

"بس' میں نے یہی بتانے کے لیے فون کیا تھا کہ تم دونوں کی مناسب دیکھ بھال ہو رہی ہے۔ تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ ایک احتیاط ضرور کرنا کہ اگلے چند روز تک جہانگیر کو گھر سے باہر نہ نکلنے دینا۔ باہر کی فضا اس کے لیے سازگار نہیں ہے۔"

"تم فکر نہ کرو۔" وہ کھنکتی ہوئی ہنسی کے ساتھ بولی "آج کل ہمارے درمیان مفاہمت ہو گئی ہے اور اچھا وقت گزر رہا ہے۔"

میں نے فون بند کر دیا۔ سلمٰی سے بات کر کے میرے ذہن سے ایک ذمے داری کا بوجھ اتر گیا تھا۔

امور خانہ داری سے نمٹ کر غزالہ کمرے میں آئی تو میں مسہری پر نیم دراز ہو کر ایک کتاب پڑھ رہا تھا۔

"جلال سے آپ کی کیا بات ہوئی؟" اس نے آتے ہی اتنے اعتماد سے سوال کیا کہ میں حیران رہ گیا۔

"میری جلال سے کوئی بات نہیں ہوئی۔ میں نے جہانگیر کے گھر فون کیا تھا۔"

"میرا خیال تھا کہ آپ جلال کو فون کرنے کے لیے اپنے کمرے میں آئے ہیں۔ شام کو آپ نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ پہلی فرصت میں اسے تازہ ترین صورت احوال سے باخبر کریں گے۔" غزالہ نے بستر پر میرے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

میں نے جذبات سے مغلوب ہو کر اس کا ہاتھ تھام لیا اور کھلے دل کے ساتھ اس کی خوبیوں کا اعتراف کرتے ہوئے کہا "بیوی اگر سمجھ دار ہو تو آدمی کو سیکریٹری کی ضرورت نہیں رہتی۔ بیوی اس کی ہر ضرورت' سہولت اور آسائش کا خیال رکھتی ہے۔"

"جلال کو فون کر لیں۔" غزالہ نے میرے تیور دیکھ کر مسکراتے ہوئے' نرمی سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا "وہ آپ کی کال کا انتظار کر رہا ہو گا۔"

میں نے جلال کا نمبر ملا لیا۔ وہ بہت بے چینی سے میری کال کا انتظار کر رہا تھا "تم کہاں غائب ہو۔ میری اطلاع کے مطابق تمہیں فالکن ہاؤس سے نکلے بہت دیر ہو چکی ہے۔"

"تم نے تو اپنے آدمی وہاں سے ہٹا لیے تھے۔ اس کے بارے میں تم کیا جانو!" میں نے حیرت سے کہا۔

"آدمی ہٹانے کا یہ مطلب نہیں تھا کہ میں نے اس طرف سے اپنی آنکھیں موند لی ہیں۔ بس میرے آدمی غیر فعال ہوئے تھے ورنہ وہاں رونما ہونے والے واقعات پر ان کی گہری نظر تھی۔ وہ مجھے سنسنی خیز خبریں سناتے رہے ہیں۔"

"پھر تو تمہیں یہ بھی معلوم ہو گا کہ میں وہاں کس روپ میں گیا تھا۔"

"صحیح اطلاع نہیں مل سکی مگر میرا خیال ہے کہ فقیروں کی جوڑی میں سے ایک تم تھے۔"

"اگر صحیح اطلاع نہیں ملی تو تم نے میرے بارے میں کیسے اندازہ لگایا؟" اس کے ہر جواب میں سے کوئی نہ کوئی سوال نکلا چلا آ رہا تھا۔

"پوری ٹیم میں صرف ایک عورت تھی جو فقیرنی کا روپ دھارے ہوئے تھی۔ وہ ویرا کے علاوہ کوئی اور نہیں ہو سکتی تھی۔ میرے لیے یہ سمجھنا دشوار نہیں تھا کہ اس کے ساتھ تم سب سے پہلے فالکن ہاؤس میں گھسے ہو گے۔"

"یوں کہو کہ تمہیں دور دور سے خبریں مل رہی تھیں۔" میں نے ایک گہرا سانس لے کر کہا۔

"میں یہی کہہ رہا ہوں۔ اندر کیا ہوا' اس بارے میں میری معلومات صفر ہیں۔"

"صفر سے زیادہ ہوں گی۔" میں نے خوش دلی سے کہا۔ "آئی مین کے نزار کی خبر ہر طرف پھیل گئی تھی۔"

"ایس ٹی ایف والے اس کی تلاش میں بوکھلائے پھر رہے تھے۔ یہ چھپنے والی بات نہیں تھی۔" اس نے اعتراف کیا۔

"کیا اس اطلاع میں کوئی وسیع تر مفہوم پنہاں نہیں تھا؟" میں نے پوچھا۔

"تم مجھے بلاوجہ الجھا رہے ہو۔ یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ فالکن ہاؤس میں تمہاری ٹیم کامیاب رہی ہے اور آئی مین بھاگ نکلا ہے۔ یہ بتاؤ کہ دوسروں کا کیا بنا۔"

"وہاں کم از کم دو فائر ہوئے تھے اور کچھ چیخیں بھی گونجی تھیں...."

Downloaded from https://paksociety.com

اس نے میری بات درمیان سے اڑا دی "وہاں چار دیواری میں جو کچھ ہوا وہ پردے میں ہے۔ پولیس افسران سخت رازداری سے کام لے رہے ہیں۔"

"تو کیا دوسری ایجنسیوں کو اس قصے سے الگ تھلگ رکھا جارہا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میرے آدمی اپنی باضابطہ شناخت ظاہر کرکے اندر تک رسائی حاصل کرسکتے ہیں مگر میں نے روک دیا ہے۔ میں آئی بی کو اس چکر میں ملوث نہیں کرنا چاہتا۔"

"تم چاہو یا نہ چاہو، مجھے یہ معاملہ پولیس کے بس سے باہر نظر آرہا ہے۔ یہ خالص آئی بی کا کیس ہے۔"

"اوپر سے آرڈرز آئیں گے تو دیکھا جائے گا۔" اس کا جواب بے پروایانہ تھا "اس وقت میں جو کچھ پوچھ رہا ہوں وہ میری ذاتی تسکین اور دلچسپی کے لیے ہے۔ ابھی میں گاڑی نکال کر فالکن ہاؤس کے پھاٹک پر پہنچ جاؤں تو کوئی مجھے اندر جانے سے نہیں روکے گا مگر میں ایسا نہیں کرنا چاہتا۔"

"یہ تمہاری اپنی مصلحتیں ہیں جو میری سمجھ سے باہر ہیں۔ اگر تم آئی مین کے فرار کو بھول سکو تو آج کا آپریشن بہت بھرپور اور کامیاب رہا ہے۔"

"اسے کیسے بھلایا جاسکتا ہے؟ وہ تم لوگوں کا اصل ہدف تھا۔"

"اس وقت میں ناکامی کا یہی سوگ منا رہا تھا۔ کچھ بھی نہ ہوتا مگر وہ ہاتھ آجاتا تو مجھے بہت خوشی ہوتی۔"

"تمہاری فقیری تو شراب سے اپنا غم غلط کررہی ہوگی!" اس نے ویرا کا نام لیے بغیر پوچھا۔

"تم لاہور میں اس کی میزبانی کرچکے ہو۔ اس کی یہ بری عادتیں تمہارے علم میں ہیں۔" میں نے بے بسی سے کہا "شرابی کی خوشی کے ساتھ غم کی انتہا بھی بھرے ہوئے پیمانے پر ہوتی ہے۔ فرق صرف ہنسنے اور رونے کا ہوتا ہے۔ اسے بھی آئی مین کے نکل جانے کا قلق ہے۔"

"جیک کا کیا بنا؟" جلال کو براہِ راست وہ سوال کرنا پڑگیا۔ میں واقعات کے تیز بہاؤ میں الجھ کر یہ بنیادی نکتہ فراموش کر بیٹھا تھا کہ فالکن ہاؤس میں جیک اور ڈیلٹا فورس کے کمانڈوز کی موجودگی کی اطلاع اسی نے دی تھی اور ہم نے بروقت اپنے منصوبے پر نظر ثانی کرلی تھی۔ جیک کی وہاں موجودگی میں اگر ہم محض پانچ نفری ٹیم کے ساتھ اور کوئی سوانگ رچائے بغیر مہم جوئی کی کوشش کرتے تو ہمارے لیے حالات پر قابو پانا ناممکن ہوجاتا۔

"وہ میرے ہاتھوں بیم گن سے مارا گیا۔" میں نے اسے برجستہ جواب دیا۔

"براوو.....!" میرے کانوں میں جلال کی بے ساختہ اور مسرت آمیز آواز گونجی "یہ آئی مین کے پکڑے جانے سے زیادہ بڑا کام ہوا ہے۔ اس کی لاش اس کی وہاں موجودگی کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ ہم یہ پوچھنے کے حق دار ہوگئے ہیں کہ ایف بی آئی کا ایک ڈپٹی ڈائریکٹر آئی مین کے اڈے پر کیا کررہا تھا۔"

"وہی نہیں۔ اس کے دونوں کمانڈوز بھی اسی عبرت ناک انجام سے دوچار ہوئے ہیں۔" میں نے اسے مطلع کیا۔

"کیا وہ بھی بیم گن کا شکار ہوئے ہیں؟" جلال نے تیزی سے متجسس لہجے میں دریافت کیا۔

میں نے اسے ہلاک اور قید ہونے والوں کے بارے میں پوری تفصیل ایک ہی بار بتادی۔

"تم اسے ناکامی کہہ رہے ہو، شاید یہ تمہاری سب سے شاندار کامیابی ہے۔ تم نے ان کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی ہے۔ صرف ایک گڑبڑ ہوئی ہے کہ جیک کی موت کے بعد فالکن ہاؤس میں دوسری بیم گن کی موجودگی سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس وقت شہر کے ہر باخبر آدمی کو معلوم ہے کہ آئی مین کے علاوہ دوسری بیم گن تمہارے پاس ہے۔"

"یہ بات میں نے بھی محسوس کرلی تھی۔" میں نے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا "میں نے کوشش کی ہے کہ لاش کی پوزیشن بدل کر یہ ظاہر کیا جائے کہ جیک کو آئی مین نے مارا ہے۔"

"ایسا ہوجائے تو اسے لینے کے دینے پڑجائیں گے۔" جلال خوش ہوگیا۔ تفصیلات جاننے کے ساتھ اس کی آواز میں ایک نیا ولولہ پیدا ہوگیا تھا۔ "ذرا ایک مرتبہ ترتیب وار سارے واقعات بتاتے چلے جاؤ تاکہ میں اپنے ذہن میں کوئی نقشہ جماسکوں۔ سنا ہے کہ کچھ دیر کے لیے وہ عمارت اندھیرے میں ڈوب گئی تھی۔"

وہ واقعی بے خبر تھا اور پوری طرح میرے فون پر انحصار کیے بیٹھا تھا۔ غنیمت یہ تھا کہ باتوں میں الجھ کر وہ اپنا وہ ابتدائی سوال بھول گیا تھا جو میرے فون میں تاخیر کے بارے میں تھا۔

ان واقعات کے بارے میں میری یادداشت بالکل تازہ تھی۔ میں اپنے ذہن پر کوئی زور ڈالے بغیر اسے تسلسل کے ساتھ پوری کہانی سناتا چلا گیا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ وہ اتنی تفصیل کیوں کرید رہا تھا۔ ایس بی ایف والوں نے اپنی کارروائی کا سہرا رضی طور پر پولیس کے سر سجادیا تھا مگر پولیس والے اپنے تمام وسائل بروئے کار لاکر بھی اس

Downloaded from https://paksociety.com

معاملے کو نہیں سنبھال سکتے تھے۔ بین الاقوامی سازشوں کی کڑیاں ملانا ان کی بساط سے باہر تھا۔ آخر کار وہ معاملہ آئی بی کے سپرد ہوتا نظر آرہا تھا۔ وہ مرحلہ آنے سے پہلے جلال پوری طرح باخبر رہنا چاہ رہا تھا تاکہ کیس اس کے محکمے کے پاس آجانے کے بعد اسے مبتدی کی طرح اندھیرے میں ہاتھ پیر نہ مارنے پڑیں۔

"وہاں جو کچھ ہوا ہے اس سے بہتر نہیں ہو سکتا تھا۔ اول خان ہوشیار آدمی ہے۔ وہ تمہارا مقصد سمجھ گیا ہوگا۔ جیک کی لاش کی بدلی ہوئی پوزیشن گواہی دے گی کہ اسے گھر کے اندر سے 'اندر ہی کے کسی آدمی نے مارا ہے۔"

"وہ لوگ اس شہادت پر آئی مین کے بیان کو ترجیح دیں گے۔" میں نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ ایسا نہیں ہوگا۔ وہ لاکھ انکار کرتا رہے' جیک کے افسران اس پر اعتبار نہیں کریں گے۔ وہ اسے زیادہ سے زیادہ یہ رعایت دے دیں گے کہ اس نے جان بوجھ کر جیک کو نہیں مارا ہوگا۔ وہ اندھیرے یا غلط فہمی کی وجہ سے آئی مین کی بیم گن کا نشانہ بن گیا۔"

"یہ نظریہ ہمارے حق میں جائے گا۔ ان کی توجہ میری طرف مبذول نہیں ہوگی۔"

"تم نے خود کو بہت کامیابی سے چھپایا ہوا ہے۔ آئی مین کو قطعی اندازہ نہیں ہو سکا ہے کہ تم خود میدان میں موجود ہو اسی وجہ سے اس نے اپنی پوری توجہ جہانگیر اور اس کی فارمیسی پر مرکوز کی ہوئی تھی۔ اب دیکھنا ہے کہ وہ آج کے واقعات پر کس ردِعمل کا مظاہرہ کرتا ہے۔"

"آج بھی اس کی شخصیت کا راز اپنی جگہ برقرار رہا۔ ہم میں سے کوئی اس کا چہرہ دیکھنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔" میں نے افسوس کا اظہار کیا "ابھی تک کوئی ایسا شخص ہاتھ نہیں آسکا جو اس کے نام و نشان پر کوئی روشنی ڈال سکے۔ ہمارے لیے وہ بس ایک نام بنا ہوا ہے۔ آئی مین سے آگے ہم کچھ نہیں جانتے۔"

"یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ ان کے لیے تمہارے نام کی یہی حیثیت ہے۔ وہ تمہارے بارے میں کیا جانتے ہیں؟"

"کیلی اس کے ساتھ رہ رہی تھی۔ میری ساری توقعات اس کی ذات سے وابستہ ہیں۔ وہ بہت سے رازوں پر سے پردہ اٹھا سکتی ہے۔"

"تم درست سمت میں سوچ رہے ہو۔ اسے صحیح طریقے سے ہینڈل کیا گیا تو بہت کام کی عورت ثابت ہو سکتی ہے۔" جلال نے میری تائید کی۔

"اسے پولیس کی تحویل کے بجائے صدف مینشن میں پہنچنا چاہیے۔" میں نے جلال کے مقامی قید خانے کا حوالہ دیتے ہوئے کہا "پولیس والے تشدد کے ذریعے ملزموں کی زبان کھلوانے کا فن جانتے ہیں۔ ان کی کتابوں میں شاید باریک نفسیاتی حربوں کا کوئی ذکر نہیں ہے۔"

"مجھے ایک بات سے تسلی ہے کہ کیلی کوئی سفارتی ملازم نہیں ہے۔ وہ آئی مین کے ساتھ ماری ماری پھر رہی تھی۔ شاید عام شہری کی حیثیت سے پاکستان آئی ہوگی۔ اسے پولیس کی قید سے بھی فوری طور پر رہائی نصیب نہیں ہو سکے گی۔ اول خان اس پر ایسی دفعات لگوا سکتا ہے کہ ریمانڈ پورا ہو جانے کے بعد بھی اس کی ضمانت نہ ہو سکے۔ ممکن ہے کہ اس دوران میں تمہارے اندازے درست ثابت ہوں اور کیس ہمارے پاس آجائے۔" جلال نے کہا۔

"آئی مین کی ذات سے اسرار کے پردے سرک جائیں تو اس پر ہاتھ ڈالنا آسان ہو جائے گا۔"

"فکر نہ کرو۔" جلال کی آواز ناصحانہ ہوگئی "میں تمہارے اضطراب کو سمجھ رہا ہوں۔ جال میں پھنسا ہوا شکار جس قدر زیادہ اچھل کود کرتا ہے' جال میں اتنا ہی زیادہ پھنستا چلا جاتا ہے۔ آئی مین کی حد سے زیادہ بڑھی ہوئی تیزی نے اسے یہاں تک پہنچا دیا ہے۔ چند روز میں وہ پکڑا جا سکتا ہے۔ کیلی کی حالت نازک تو نہیں تھی؟"

"دیوار پر چڑھتے ہوئے اس کے کولہے پر گولی لگی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ ہڈی کو بھی نقصان پہنچا ہو۔" میں نے اسے بتایا "میرے چلنے تک اس کے زخم سے خاصا خون بہہ رہا تھا اور وہ بے ہوش ہو چکی تھی لیکن اس کے مرنے کا کوئی آثار نہیں تھے۔"

"ہمیں پرامید رہنا چاہیے۔" کیلی کی بات کرتے کرتے اس نے چونک کر موضوع بدل دیا۔ "آئی مین تمہاری مصروفیات سے بے خبر ہے اور جہانگیر کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ اپنے دوست کا خیال رکھنا۔ اس وقت وہ براہِ راست سنگین خطرات کی زد میں آیا ہوا ہے۔"

"وہ ایک محفوظ اپارٹمنٹ میں رہتا ہے۔ وہاں ایس ٹی ایف کے ایک مسلح گارڈ کا اضافہ کر دیا گیا ہے....."

"کافی ہے۔" وہ میری بات کاٹ کر بولا "خطرے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ تمہارے دوست کے خلاف لشکر کشی کریں گے۔ زیادہ سے زیادہ کوئی خطرناک شکاری اس تک پہنچنے کی کوشش کر سکتا ہے۔ اسے روکنے کے لیے ایک ہوشیار گارڈ

Downloaded from https://paksociety.com

بھی کافی ہوگا۔ کراچی کی نئی رہائشی عمارتوں کا حفاظتی سسٹم مجھے بہت پسند آیا ہے۔"

"تم کراچی میں کب تک مقیم ہو؟" میں نے پوچھا۔ اس کی طویل گفتگو سے میں نے اندازہ لگایا کہ اپنے معمول کے برعکس اسے اس وقت کوئی اور مصروفیت درپیش نہیں تھی۔

"آج رات نائٹ کوچ سے اسلام آباد نکل جاؤں گا۔ مجھے یہاں رکے ہوئے کئی دن ہو چکے ہیں۔"

"شاید تم دنود سے نمٹنے کے لیے یہاں رکے ہوئے تھے!" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"وہ بھی ایک سبب تھا۔" اس نے اقرار کیا "مگر مجھے دوسرے کام بھی درپیش تھے۔"

"پھر آئی مین کے کیس کا کیا بنے گا؟" اس کی واپسی کی وجہ سے وہ سوال ضروری ہو گیا تھا۔

"میں ہمیشہ کے لیے نہیں جا رہا۔" ہنسی کے ساتھ اس کی آواز ابھری "جب ضرورت ہوئی' کراچی لوٹ آؤں گا۔ تمہیں معلوم ہے کہ کراچی میں ہمارا باقاعدہ کیمپ آفس موجود ہے۔ احکامات آنے پر مقامی پولیس سے وہی کیس لے گا۔ ملزموں بلکہ مجرموں کا مہمان خانہ تم دیکھ ہی چکے ہو۔"

"آج تم نے چوپڑا کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔" مجھے اچانک وہ بھولا ہوا موضوع یاد آگیا۔

"آئی مین کی وجہ سے وہ پس منظر میں چلا گیا ہے.... فی الحال تم اسے بھولے رہو تو بہتر ہوگا۔" جلال نے مشورہ دیا۔

"کم از کم پتا تو چلنا چاہیے کہ اس پر محنت کرنے کا کیا نتیجہ برآمد ہوا ہے۔" میں نے اصرار کیا۔

"جب تک وہ کراچی میں تھا' اکثر فون دکھا رہا تھا۔ اندرونِ سندھ منتقلی کے بعد اسے رام یاد آگیا ہے اور اس نے سب کچھ اگلنا شروع کر دیا ہے۔"

"وہ بارہ برس سے خفیہ طور پر راکے لیے کام کر رہا ہے تو اس کا سینہ بہت سے ناموں اور رازوں کا مدفن ہوگا۔"

"بہت کچھ سامنے آچکا ہے۔ وہ مزید بولے گا۔ تفصیل میں بعد میں بتاؤں گا۔ باتوں ہی باتوں میں بہت وقت گزر چکا ہے۔ ابھی مجھے گیسٹ ہاؤس جا کر اپنا سامان بھی اٹھانا ہے۔" میری خواہش تھی کہ گفتگو کا وہ سلسلہ مزید کچھ دیر تک چلتا رہے لیکن میں اسے مجبور نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے اس کا عذر قبول کر لیا۔

"تم کراچی کے کس گیسٹ ہاؤس میں ٹھہرتے ہو؟" میں نے یوں ہی پوچھ لیا۔

"قصر ناز میرا پسندیدہ سرکاری ٹھکانا ہے۔ وہاں بہت سے شہروں سے آئے ہوئے دوستوں سے ملاقات بھی ہو جاتی ہے۔ سروس میں تبادلوں اور کیڈر کی تبدیلی کی وجہ سے سب لوگ پورے ملک میں دور تک بکھر گئے ہیں۔ بس کبھی کبھی اسی طرح ملاقات ہو جاتی ہے۔"

چوپڑا کے بارے میں ہماری گفتگو تشنہ رہ گئی اور پرجوش الوداعیہ گفتگو کے بعد وہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔

اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ غزالہ تیزی سے بستر سے اتر کر کرسی پر جا بیٹھی۔ میں نے آواز لگائی اور ویرا دھیرے سے دروازہ کھول کر اندر آگئی۔

"تمہیں کیا تکلیف ہے؟" میں نے منہ بنا کر بے اعتنائی سے پوچھا۔

"کس سے باتیں ہو رہی تھیں فون پر؟" اس نے میرے طنز کو نظر انداز کر کے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"تو تم دروازے سے کان لگا کر ہماری باتیں سننے کی کوشش کر رہی تھیں؟" مجھے اس پر واقعی غصہ آگیا۔

"میں اتنی جاہل اور بدتہذیب نہیں ہوں۔ تم سے کچھ پوچھنے کے لیے آئی تھی۔ فون پر بات کرنے کی آوازیں سنیں تو دروازے پر رک گئی۔"

"کسی خواب گاہ کے بند دروازے پر کھڑا ہونا ہی کھلی بدتہذیبی ہے۔ کیا پوچھنا تھا تم کو؟" میں نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔

"کیا یہ ممکن ہے کہ کیلی کو پولیس کی تحویل سے نکال کر اسٹیشن فور پہنچا دیا جائے؟" اس نے سوال کیا۔

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اس وقت یہ نادر خیال تمہارے ذہن میں کیوں آیا؟"

"ہماری فالکن ہاؤس سے روانگی تک وہ بے ہوش تھی۔" اس نے مسہری کے ایک سرے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ وہ ابھی تک بے ہوش ہو۔ اس کے ساتھ ہم راجا والا ڈراما کر سکتے ہیں۔ پولیس والوں کی جرح پر وہ خوف زدہ ہو کر شدید مزاحمت کرے گی۔ دوستانہ نفاما میں آئی مین کے بارے میں بہت کچھ بتا سکتی ہے۔"

"شاید آج تم نے زیادہ پی لی ہے۔ یہ موٹی سی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آسکی کہ راجا شہر کا ایک معروف بدمعاش ہے جس پر جوشی کے قتل کا الزام تھا۔ اسے ہم من مانے طریقے سے رگڑ سکتے تھے۔ کیلی غیر ملی ہے۔ اس کے ساتھ جانے والی کوئی بھی خلافِ قانون حرکت ہمارے گلے پڑ سکتی ہے۔"

"ہاں! یہ بات تو ہے۔" میری پہلی ہی دلیل پر ویرا کا

Downloaded from https://paksociety.com

سارا جوش رخصت ہوگیا اور اس کا منہ لٹک گیا۔

"بس تو پھر جا کر آرام کرو۔" میں نے بے رخی سے کہا۔

"یہ یاد رکھنا کہ اس وقت کیلی' آئی مین کے خلاف سب سے مضبوط گواہ ہے۔"

"یہ بات ہر وہ شخص جانتا ہے جس کے پاس ذرا سی بھی عقل ہے۔" میرا جارحانہ لہجہ برقرار رہا۔

"تم کس سے بات کر رہے تھے؟" اس نے کسی خراب ردِعمل کا مظاہرہ کیے بغیر تحمل سے پوچھا "میں نے تمہاری زبان سے دو تین بار کیلی کا نام سنا تھا۔"

"تو میرا خیال ٹھیک تھا کہ تم دروازے سے لگی' کن سوئیاں لے رہی تھیں۔"

اس بار ویرا چیخ کر بستر سے اتر گئی "معلوم ہوتا ہے کہ میں غلط موقع پر آئی ہوں۔ تم بلاوجہ مرچیں چبا رہے ہو۔"

وہ میرے کمرے کے کھلے ہوئے دروازے سے نکلتی چلی گئی۔ اس نے دروازہ بند کرنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ میں اس پر دانت پیس کر رہ گیا۔

"یہ عورت بعض اوقات آپ کو بھی زچ کر دیتی ہے۔" غزالہ نے مسکراتے ہوئے تبصرہ کیا۔

"ہمیشہ ہی وہ ایسے رویّے کا مظاہرہ کرتی ہے۔" میں نے تلخی سے کہا "میں اسے طرح دے جاتا ہوں۔ کبھی کبھی میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے۔"

"آپ نے خود ہی ڈھیل دے کر اسے سر چڑھایا ہے۔ اب اس کی حرکتیں اور باتیں آپ کو ناگوار گزرنے لگی ہیں۔" غزالہ کو ویرا کے خلاف اپنے دل کا غبار نکالنے کا موقع مل گیا "اس کے لیے سلطان شاہ ٹھیک ہے۔ وہ اسے کبھی معاف نہیں کرتا۔"

"وہ دوسری انتہا پر چل رہا ہے۔ کبھی کبھی اس کے جارحانہ تیور میرا موڈ خراب کر دیتے ہیں۔"

"یہ نہ کہیں۔ وہ ویرا کی صلاحیتوں کی دل سے قدر کرتا ہے لیکن اس کے بڑبولے پن سے عاجز آیا ہوا ہے۔ بس سے زیادہ بولنے نہیں دیتا۔ میں ایمان داری سے یہ سمجھتی ہوں کہ صرف ایک طریقے پر عمل کر کے اس گھر کا ماحول بہتر بنایا جا سکتا ہے۔"

"میں نے تمہاری ہر معقول تجویز پر عمل کیا ہے۔" اس بے باتیں کرتے ہوئے میرا پارا دھیرے دھیرے نیچے آ رہا تھا تمہارے ذہن میں کیا حل ہے۔"

"ہمیں بلاوجہ ایک دوسرے پر مسلّط رہنے کے بجائے اپنی فطری اکائیوں میں تقسیم ہو جانا چاہیے۔"

المیہ یا طربیہ؟

افضل خان عرف جان ریمبو فلموں میں آئے تو کسی نے پوچھا "آپ کی پہلی فلم کامیڈی ہے یا ٹریجڈی؟"

"اگر ہٹ ہو گئی تو کامیڈی .... ورنہ ٹریجڈی ...." انہوں نے جواب دیا۔

"ہائیں۔" میں نے آنکھیں نکال کر حیرت سے کہا "اب تم نے اچانک اتنی گاڑھی اردو بولنی شروع کر دی۔ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا!؟"

"بلاوجہ بننے کی کوشش نہ کریں۔ میری بات آپ اچھی طرح سمجھ گئے ہیں۔"

"قسم لے لو جو میں خاک بھی سمجھا ہوں۔" میں نے ایمان داری سے جواب دیا۔

"میرے اور آپ کے درمیان بہت مضبوط رشتہ ہے جو کبھی نہیں ٹوٹ سکتا...."

وہ آگے کچھ کہنا چاہ رہی تھی مگر میں نے اس کی بات کاٹ دی "مضبوط رشتے صرف وہی ہوتے ہیں جو خون سے تعلق رکھتے ہیں۔ باقی کچھ بھی نہیں ہوتا۔ جب تک سانس میں سانس ہوتا ہے' میاں بیوی کا رشتہ سب سے گہرا نظر آتا ہے۔ ایک فریق کے سانس کی لڑی ٹوٹ جائے تو وہ دوسرے کے لیے اسی لمحے نامحرم ہو جاتا ہے' ہر تعلق اور رشتہ ٹوٹ جاتا ہے...."

"آپ بہت زیادہ باریکی میں چلے گئے۔" وہ اپنا سر جھٹک کر ایک ادا سے ہنستے ہوئے بولی "میں اتنا آگے کی بات نہیں کر رہی تھی۔"

"جب سے آئی مین کا چکر چلا ہے میں زیادہ دور تک سوچنے لگا ہوں۔" میں نے ہنس کر اقرار کیا۔

"وہ دونوں اکیلے ہیں اور آپس کے اختلافات کے باوجود ان میں اچھا نبھاؤ ہو رہا ہے۔ یہ مکان ان دونوں کے حوالے کر کے ہمیں ان سے الگ ہو جانا چاہیے۔ وہ بھی خوش رہیں گے اور ہماری زندگی بھی پر سکون ہو جائے گی۔"

"اس بارے میں شاید پہلے بھی بات ہوئی تھی اور ویرا یکایک جذباتی ہو گئی تھی۔"

"آپ کو اس کے جذبات کی پروا کیے بغیر ایک بار سختی سے اپنا فیصلہ نافذ کر دینا چاہیے۔" اس نے اپنی دو ٹوک

Downloaded from https://paksociety.com

رائے دے دی۔

"میں اس نکتے پر غور کروں گا۔" میں نے بات آگے بڑھانے کے بجائے وہ موضوع وہیں ختم کردیا۔

ویرا کا مسئلہ اتنا سیدھا اور سہل نہیں تھا جتنا غزالہ سمجھ رہی تھی۔

ہم لوگوں سے ویرا کے مراسم کی جڑیں بہت گہری تھیں اور شی کے عروج کے دنوں میں پھلی پھولی تھی جب وہ بلیک کوئین کے روپ میں ہماری مطلق العنان حاکم ہوا کرتی تھی۔ وہ عزت، شرم اور حیا کے مشرقی تصور سے یکسر نا آشنا تھی کیونکہ اس کے ناجائز باپ نے اس کی تربیت روم کے رنگین مزاج امرا کے ان عشرت کدوں میں کی تھی جہاں خوب صورت لڑکی کو ایک کھلونا تصور کیا جاتا ہے جس سے ہر ایک حسب توفیق کھیلتا تھا اور دل بھر جانے پر کسی نئے کھلونے کی طرف متوجہ ہوجاتا تھا۔

وہاں جمی لائیڈ نے ژان مریانو کے گندے روپ میں اتالیق بن کر ویرا کو یہ گر سکھادیا تھا کہ زندگی کی دوڑ میں وہی عورتیں کامیاب ہوتی ہیں جو مخمور و مسحور مردوں کے قدموں میں جھکنے کے بجائے انہیں اپنے قدموں میں جھکانا جانتی ہوں۔ ویرا نے اپنی اداؤں سے کھیلنا شروع کردیا اور رفتہ رفتہ مردوں کی شکاری بن گئی۔

کھلونا کھلاڑی بن جائے تو سب کچھ بدل کر رہ جاتا ہے۔ ویرا اپنی پسند کے مردوں کو لبھاتی، رجھاتی، جھکاتی اور پھر یکسر فراموش کردیتی تھی۔ نہ جانے کس بنا پر اس کی نگاہِ انتخاب مجھ پر بھی پڑ گئی اور اس نے ژان مریانو سے سیکھے ہوئے گر میرے اوپر آزمانے شروع کردیے۔

اس نے ہر جتن کر ڈالا مگر ناکام رہی اور پھر انتقام کے طور پر یکایک کھلونا بن گئی کیونکہ وہ ہر قیمت پر مجھے زیر کرلینا چاہتی تھی۔

ہماری دوستی بڑھتی چلی گئی مگر وہ صرف دوستی ہی رہی۔ ویرا۔۔۔۔ اپنے ذہن میں سپنوں کے نہ جانے کون کون سے مندر بناتی رہی۔

میں اپنے بارے میں اس کے جذبات سے کبھی بے خبر نہیں رہا۔ وہ بھی جانتی تھی کہ میں دل و جان سے غزالہ کو چاہتا تھا۔ اس نے غزالہ کو مجھ سے دور کرنے کی ہر کوشش کی مگر بری طرح ناکام رہی اور آخر کار مکاؤ میں مافیا کے ایک ژان نے زبردستی میرا اور غزالہ کا نکاح پڑھوادیا۔

غزالہ سے شادی کے بعد ویرا نے ہار مان لی مگر مجھ سے قریب رہنے کی آرزو کو اپنے دل سے نہ نکال سکی۔ اس خواہش کو پورا کرنے کے لیے وہ جمی لائیڈ اور شی سے بغاوت تک پر آمادہ تھی۔

میں نے شی پر کاری ضرب لگانے کی نیت سے ویرا کو ایک قریبی دوست کے روپ میں قبول کرلیا۔

میری نیت اور فیصلے کے اسباب کچھ بھی رہے ہوں، ویرا محض میری وجہ سے ہمارے ساتھ ملی تھی۔ وہ بھی یہ گوارا نہ کرتی کہ میں اسے الگ کرکے سلطان شاہ کے رحم و کرم پر چھوڑ دوں۔ وہ ہر وقت میرے قرب کے سرور میں کھوئی رہتی تھی۔ اس کی زبانی بے اعتدالیوں کا کوئی شمار نہیں تھا۔ عملی طور پر وہ محتاط رہتی تھی لیکن کبھی کبھی، تنہائی میں موقع ملنے پر اچانک بے لگام اور بے نیام ہوجاتی تھی۔

میں نے محض غزالہ کا دل رکھنے کے لیے اس کی تجویز کو التوا میں ڈالا تھا ورنہ میں جانتا تھا کہ اس پر عمل کرنا ناممکن تھا۔ ویرا کو بھنک بھی مل جاتی کہ میں اس سے پیچھا چھڑانا چاہ رہا تھا تو وہ بدک کر خود ہی ہمارا ساتھ چھوڑ دیتی۔ حسین اور مہربان ہونے کے ساتھ وہ منتقم مزاج بھی تھی۔ لڑنے مرنے کے ہر فن میں طاق تھی۔ ہمارے ساتھ رہ کر ہماری ہر کمزوری سے واقف ہوچکی تھی۔ وہ ہمارے دشمنوں سے جاملتی تو ہمارے لیے نئے مصائب پیدا ہوسکتے تھے۔

میں وہ خطرہ مول لینے کے لیے تیار نہیں تھا۔

اچانک گھر میں گونجنے والی ڈور بیل کی آواز نے میرے خیالات کا تسلسل توڑ دیا۔ خواب گاہ کے کھلے ہوئے دروازے کے سامنے سے کسی کا سایہ گزرا۔ مجھے اندازہ تھا کہ وہ سلطان شاہ رہا ہوگا۔ وہ گھر میں موجود ہوتا تھا تو آنے والوں کی پیشوائی کا فرض خود ہی سنبھالتا تھا۔

مختلف آہٹوں اور آوازوں کے بعد میرے کانوں میں اول خان کی آواز آئی تو میں نے اچھل کر بستر چھوڑ دیا۔

اول خان سلطان شاہ کے ساتھ ڈرائنگ روم کی طرف آرہا تھا۔

اول خان نے تھکی ہوئی اور مجروح آنکھوں سے میری طرف دیکھا اور پھر مضمحل سی آواز میں بولا "آئی مین نے جوابی وار کرنے میں دیر نہیں لگائی۔ کسی نے گولڈن فاریسی میں پیٹرول ڈال کر آگ لگادی ہے۔ دکان دھوئیں اور شعلوں میں گھری ہوئی ہے۔"

وہ بہت بری خبر تھی۔ میں سناٹے میں رہ گیا۔

انسانیت کے دشمنوں کے خلاف جاری اس جنگ کے باقی واقعات آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں

Downloaded from https://paksociety.com

وہ کوئی معمولی خبر نہیں تھی۔

شہر میں آئے دن آتش زنی کی کتنی ہی وارداتیں ہوتی رہتی تھیں۔ کہیں بجلی کے شارٹ سرکٹ سے آگ لگ جاتی ہے تو کہیں اتفاق سے مٹی کے تیل کا چولھا بھڑک اٹھنے سے آگ بے قابو ہو کر بہت تیزی سے پھیل جاتی ہے۔ شہروں میں ایسا نہیں ہوتا کہ ایک فریق اپنے شاہانہ غرور میں چور ہو کر مخالفوں کے گھر یا ریاست روزگار کو آگ لگوا دے اور دور کھڑے ہو کر ان کی بے بسی اور مظلومیت سے محظوظ ہوتا رہے۔

ہم کسی لاقانون جنگل یا اس سے ملحق گاؤں میں نہیں رہ رہے تھے اس لیے اول خان کی لائی ہوئی اس خبر نے ہمیں بھونچکا کردیا۔ یہ بدمعاشی اور دیدہ دلیری کی انتہا تھی کہ ایک غیر ملکی ہمارے شہر میں پوری آزادی کے ساتھ دندناتا اور من مانیاں کرتا پھر رہا تھا اور ہم باریک قانونی موشگافیوں میں الجھ کر اسے لگام دینے سے قاصر تھے۔

میرے اور جہانگیر کے بارے میں وہ ضرور بے بس تھا مگر دوسری کارروائیوں میں کوئی اسے روک نہیں سکا تھا۔ بی باون میں اس کی روپوشی کا راز فاش ہونے کے بعد اس نے راہِ فرار ضرور اختیار کرلی تھی لیکن اس کے تیور مزید جارحانہ بلکہ خطرناک ہوگئے تھے۔ اس نے پوری بے خوفی کے ساتھ اپنی دانست میں جہانگیر کو گولڈن فارمیسی سے اٹھالے جانے کا منصوبہ بنایا تھا جو محض اس وجہ سے ناکام ہوگیا کہ جہانگیر خانہ نشین ہوگیا تھا اور میں نے اس کی جگہ سنبھال لی تھی۔

لی مارکیٹ کے مخدوش علاقے سے افراتفری کے عالم میں فرار ہونے کے بعد آئی مین نے ذرا بھی توقف نہیں کیا تھا۔ فالکن ہاؤس کی محفوظ چار دیواری میں محصور ہو کر وہ جیک اسمتھ کے ساتھ کسی نئی اور مکارانہ سازش میں مصروف ہوگیا تھا۔

یہ اس کے ستاروں کی گردش تھی کہ اسے فالکن ہاؤس میں زیادہ دیر تک پناہ نہ مل سکی۔ ہم لوگ اس کی بے خبری میں وہاں ٹوٹ پڑے۔ فالکن ہاؤس کے احاطے میں چوکیدار اور ایک کمانڈو پر کیا گزری، اس کی اندر والوں کو بھنک تک نہیں مل سکی۔ ہمارے اندر گھسنے کے بعد ہی اسپیشل ٹاسک فورس والوں نے میری ہدایت کے مطابق دوسرے کمانڈو کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائی اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

ایس ٹی ایف والوں نے امریکی ایلیٹ فورس کے دوسرے کمانڈو کو مارنے کے لیے [illegible]

پُرہول گونج سے بوکھلا کر جیک اپنی خواب گاہ سے باہر نکلا اور میری بیم گن کا نشانہ بن گیا۔

امریکا کی ڈیلٹا فورس کے دو کمانڈوز کی فالکن ہاؤس میں موجودگی پر شاید جیک اور آئی مین کو بہت گھمنڈ تھا۔ وہ یہ سوچ بھی نہیں سکے ہوں گے کہ اندھیرے اور اجالے کی پروا کیے بغیر، اپنے جدید ترین ہتھیاروں سے دشمن پر موت برسانے والے دونوں کمانڈوز آسانی سے مار لیے جائیں گے اور ان کے نامعلوم دشمن ان کی کمین گاہ میں گھسنے میں کامیاب ہوجائیں گے۔ اس رات وہ ان ہونی بات ہو ہی گئی تھی۔ جیک کو اپنے غرور کی قیمت موت کی صورت میں ادا کرنی پڑی مگر آئی مین لومڑی کی طرح چالاک بلکہ مکار ثابت ہوا۔ اس نے فضا میں بارودی دھماکے کی آواز سنتے ہی مکان کی بجلی منقطع کی اور کیلی کے ساتھ بھاگ نکلا۔

کیلی کے ستارے گردش میں تھے۔ وہ زخمی ہو کر پکڑی گئی مگر آئی مین مکھن میں سے بال کی طرح صاف نکل جانے میں کامیاب ہوگیا۔

فرار ہوتے ہوئے اسے قطعی علم نہیں ہوسکا ہوگا کہ اس نے ہمارے ہاتھوں کتنا نقصان اٹھایا تھا مگر اسے یہ اندازہ ضرور ہوگیا ہوگا کہ امریکا سے درآمد کیے ہوئے ڈیلٹا فورس کے کمانڈوز کی ناکامی معمولی بات نہیں تھی۔ آنے والے ان کی لاشوں پر سے گزر کر ہی اندر گھسے ہوں گے۔

وہ حقائق اتنے سنگین تھے کہ آئی مین کے اوسان خطا ہوجانے چاہیے تھے۔ کوئی نیا وار کرنے کے بجائے اسے اپنی جان بچانے کی فکر لاحق ہونی چاہیے تھی مگر اول خان کی لائی ہوئی خبر سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ آئی مین فولادی اعصاب کا مالک تھا۔ فالکن ہاؤس کے بدترین تجربے سے گزرنے کے بعد بھی اسے اپنے کسی ساتھی کی سلامتی یا زندگی کی کوئی پروا نہیں تھی۔ وہ صرف اور صرف اپنی ذات کا پجاری تھا اس کے لیے یہی کافی تھا کہ وہ خود فالکن ہاؤس سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔

ان دنوں وہ صرف گولڈن فارمیسی پر کام کر رہا تھا اور جہانگیر کے دھوکے میں براہِ راست مجھ سے پنجہ آزمائی میں مصروف تھا۔ اس نے فرار ہوتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ فالکن ہاؤس پر حملے کا ذمے دار جہانگیر ہے۔ اس نے ہر احتیاط کو بالائے طاق رکھ کر جہانگیر کو زک پہنچانے کا فیصلہ کرلیا اور زیادہ وقت برباد کیے بغیر گولڈن فارمیسی کو آگ لگوا دی۔

[illegible] نے آتشزدگی کی خبر تلی الفاظ میں مختصر سی خبر

Downloaded from https://paksociety.com

سنائی تھی مگر میرے ذہن میں وہ پورا خاکہ گھوم گیا۔ مجھے حیرت ہوئی کہ اگر ایک طرف آئی مین ہم پر ہر وقت اپنا وار کرگزرنے کے لیے تلا بیٹھا تھا تو دوسری طرف اول خان بھی ایک لمحے کے لیے غافل نہیں ہوا تھا۔

"کیا تم لی مارکیٹ سے آرہے ہو؟" میں نے حیرت اور بے یقینی سے پوچھا۔

اول خان کے ہونٹوں پر اداس سی مسکراہٹ تیر گئی "میں جمشید روڈ پر واقع اپنے گھر سے آرہا ہوں۔"

"گولڈن فارمیسی میں آتش زنی کی خبر تمہیں کس ذریعے سے ملی؟" میں نے اس سے اگلا سوال کیا۔

"فارمیسی پر چند روز کے لیے تالا ڈالنے کا فیصلہ ہوتے ہی میں نے اپنے ایک آدمی کو دکان کی نگرانی پر مامور کردیا تھا۔"

وہ کچھ اور بھی کہنا چاہ رہا تھا مگر میں نے اس کی بات وہیں کاٹ دی "کیا تمہیں وہاں کسی گڑبڑ کا اندیشہ تھا؟"

"میرے ذہن میں کچھ بھی نہیں تھا۔ عادت کے تحت وہ فیصلہ کرگزرا تھا۔" اس نے لمحہ بھر کے توقف کے بعد جواب دیا "یہ عادت مجھے طویل فوجی سروس سے ورثے میں ملی ہے۔ دشمن کے چھوڑے ہوئے مورچوں پر اچانک قبضہ کیا جاتا ہے نہ اپنے مورچوں کو یکایک خالی کیا جاتا ہے۔ دونوں صورتوں میں نگرانی اور نقل و حرکت کی پوری پوری منصوبہ بندی کی جاتی ہے۔ اس کے بغیر ایک قدم بھی نہیں اٹھایا جاتا۔"

اس وقت مجھے اول خان کی بتائی ہوئی تفصیلات سے زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔ مجھے اپنے سیدھے سے سوال کا جواب درکار تھا جو مل گیا تھا۔

"یہ اطلاع تم فون پر دے سکتے تھے۔" میں نے رسٹ واچ پر نگاہ ڈالتے ہوئے کہا "اتنی رات گئے تم کو بستر چھوڑ کر یہاں تک کی دوڑ لگانے کی کیا ضرورت تھی۔"

"دکان کو آگ لگانے کے بعد وہاں ایک چلتی گاڑی سے جلی ہوئی دکان پر اندھا دھند فائرنگ بھی کی گئی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کچھ لوگ ابھی بھی ان اطراف میں منڈلا رہے ہوں۔"

وہ خبر واقعی حیران کن تھی۔ وہ تفصیل سن کر محسوس ہورہا تھا کہ آئی مین کا معاشرے کے معزز اور مہذب طبقے سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔ مجھ سے منہ کی کھانے کے بعد اس نے فارمیسی کو آگ لگا کر اور بعد میں وہاں بے مقصد گولیاں چلوا کر اپنی جاگیردارانہ انانیت کا مظاہرہ کیا تھا۔

اول خان کی زبان سے دوسری خبر سنتے ہی میرے خون میں گرمی پیدا ہوگئی۔ [illegible]

ترین ہتھیاروں سے لیس ہوکر اول خان کے ساتھ لی مارکیٹ کی طرف چل دوں مگر اگلے ہی لمحے میں نے وہ خیال اپنے دل سے نکال دیا۔

اگر آئی مین انتقام کے جوش میں اندھا ہوکر نہایت پست سطح تک گر گیا تھا تو یہ ضروری نہیں تھا کہ اس کا مقابلہ کرنے کے لیے میں بھی خود کو اسی سطح تک گرالوں۔ ایک نکتہ یہ بھی تھا کہ پچھلے کئی روز سے لی مارکیٹ کا وہ مخصوص اور محدود حصہ فتنہ و فساد کی آماج گاہ بنا ہوا تھا۔ دوپہر کو ایک قریبی گلی میں اول خان نے گولیاں برسائی تھیں اور جواب میں آئی مین نے بلا تامل دھوئیں کا بم استعمال کرڈالا تھا۔ اس پس منظر میں وہاں رات گئے ہونے والی گولیوں کی بوچھاڑ کو کوئی ذی ہوش شخص نظرانداز نہیں کرسکتا تھا۔

مجھے پورا یقین تھا کہ گولیاں چلنے کے بعد پولیس کی سائرن بجاتی ہوئی کسی نہ کسی گاڑی نے اس علاقے کا گشت لگایا ہوگا۔ اگر گولیاں برسانے والے اپنی حرکت کے کسی متوقع ردّعمل کے انتظار میں، وہاں رکے بھی ہوں گے تو پولیس کی نفری کو دیکھتے ہی موقع سے رفوچکر ہوگئے ہوں گے۔ ہمارا عجلت میں اس طرح جانا قطعی بے سود ثابت ہوتا۔

"پھر اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟" میں نے چند لمحوں کے توقف کے بعد پوچھا۔

"مجھے معلوم ہے کہ اب وہاں کچھ نہیں ملے گا لیکن گولڈن فارمیسی کا ایک چکر لگالینے میں کیا حرج ہے۔" اس نے جھینپتے ہوئے کہا۔

"کوئی حرج نہیں۔" میں نے اس کی حوصلہ افزائی کی پھر چونک کر پوچھا "تم دو اور دو چار کررہے ہو۔ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ دکان کو آئی مین ہی نے آگ لگوائی ہے؟"

"کوئی ثبوت نہیں ہے۔" اس نے اپنے سرکو نفی میں جنبش دیتے ہوئے کہا "آگ لگتے ہی فضا میں پیٹرول کی تیز بو پھیلی تھی۔ عام آگ رفتہ رفتہ سلگتی اور پھر بھڑکتی ہے۔ پیٹرول کے شعلے یکایک آگ اور دھوئیں کے بڑے بڑے مرغولے بناتے ہیں۔ آئی مین کے سوا کسی اور کو وہاں آگ لگانے کی کیا ضرورت تھی پھر وہاں آگ لگانے پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا۔ دھڑا دھڑ جلتی ہوئی دکان کے ملبے پر وحشیانہ انداز میں گولیاں برسائی گئیں۔ یہ حرکتیں اس کے سوا اور کون کرسکتا تھا۔ تم کو شبہ کیوں ہورہا ہے؟"

"شبہ کسی کو نہیں ہے۔" ذرا نے درمیان میں ٹانگ اڑائی "دو سروں کی ٹانگ کھینچنا ڈی کا مشغلہ ہے۔"

[illegible] کہہ جاتی ہو۔" غزالہ

Downloaded from https://paksociety.com

نے برا سا منہ بنا کر کہا "آپس میں ہونے والی ان باتوں سے ہم نے اکثر کامیاب نتائج حاصل کیے ہیں۔"

"آئی مین نے دکان کو آگ لگوا کر بہت بڑی کمینگی کی ہے۔ یہ خبر جہانگیر کے لیے صدمے کا باعث بنے گی۔" میں نے متاسفانہ لہجے میں کہا۔ اس وقت میں ویرا سے بحث کے موڈ میں نہیں تھا۔

"اس نے بہت مشکل سے ایک جائز کاروبار پکڑا تھا۔ نئی رقابتوں نے اسے بھی آگ لگادی۔" غزالہ کا لہجہ ہمدردی سے بھرپور تھا۔

"تم اسے جائز کاروبار کہہ رہی ہو!" ویرا نے حیرت سے پوچھا "وہ وہاں جعلی دوائیں بیچ رہا تھا۔"

"وہ بھی اسی معاشرے کا ایک فرد ہے۔ دوسروں کی دیکھا دیکھی غلط راستے پر چل پڑا تھا لیکن ڈینی کی تنبیہہ پر وہ اس غلط کام سے تائب ہوگیا۔" اول خان نے جہانگیر کی صفائی پیش کی "اب ان غلطیوں کا ذکر مت کرو جن سے وہ سچے دل سے توبہ کرچکا ہے۔"

"ڈینی اتفاق سے اس کے معاملات میں ملوث نہ ہوا ہوتا تو وہ آج بھی ڈنکے کی چوٹ پر جعلی دوائیں بیچ رہا ہوتا۔" ویرا ہٹ دھرمی پر تلی ہوئی تھی۔

"ڈینی تم سے نہ ٹکرایا ہوتا تو تم بھی آج شی میں ہیروئن اور ہتھیاروں کا گھناؤنا دھندا کررہی ہوتیں۔" سلطان شاہ نے جل کر کہا۔

"تم تو میرے لہو کے پیاسے ہو۔ شر پھیلانے والے ہر غلط کام کے پیچھے تمہیں میرا نام کارفرما نظر آتا ہے۔" ویرا جھنجلا گئی۔

"تم سراپا شر ہو۔" سلطان شاہ بھی اسے سلگانے پر تل گیا "تم سے کبھی خیر کا کوئی عمل سرزد ہوجائے تو مجھے حیرت ہوتی ہے۔"

"تم تو کسی کو حیران ہونے کا موقع بھی نہیں دیتے۔ مجھ پر کیچڑ اچھالنے سے پہلے اپنے گریبان میں بھی جھانک لیا کرو۔"

"میرے گریبان کے پیچھے ایک شفاف سینہ ہے جس کے پیچھے ایک دردمند دل دھڑک رہا ہے۔" سلطان شاہ نے سینہ پھلا کر فخر سے کہا۔

"یہ بحث بند کرو!" میں نے خشک لہجے میں ان دونوں کو ڈانٹ دیا "ہم مارکیٹ جارہے ہیں۔"

"اوہ.... تو کیا ہم سب وہاں جائیں گے؟" ویرا نے اپنا غصہ بھول کر مسرت آمیز لہجے میں پوچھا۔ اس نے میری بات سے وہی مطلب اخذ کیا تھا جو میں سمجھانا چاہتا تھا۔

اس کے چہرے پر یکایک خوشی ناچنے لگی تھی۔

پورا دن گزر چکا تھا۔ اس وقت ہمیں سونے کے سوا کوئی اور کام نہیں تھا۔ میں نے یہ سوچ کر سب کو اپنے ساتھ لے جانے پر رضامندی ظاہر کی تھی کہ اس بہانے غزالہ کو میرے ساتھ ہوا خوری کا موقع مل جائے گا۔

ہم چاروں اول خان کی گاڑی میں آسانی سے سما سکتے تھے۔ سب بستروں سے نکل کر تیار ہوئے تھے۔ اس لیے معمولی سی تیاری ضروری تھی۔ چند منٹ بعد ہماری گاڑی گلشن اقبال سے نشتر روڈ پر آچکی تھی جو لی مارکیٹ تک پہنچنے کی مختصر ترین راہ تھی۔

"اس وقت ہمارا اور آئی مین کا اسکور برابر ہے۔" راستے میں ویرا نے زبان کھولی۔ گاڑی کی کھلی ہوئی کھڑکی سے لگنے والی خوش گوار ہوا نے اس کا رہا سہا نشہ بھی زائل کردیا تھا۔

"تم کس اسکور کی بات کررہی ہو؟" سلطان شاہ کی آواز سے خفگی مترشح تھی "اس کے ریکارڈ پر ان گنت بدمعاشیاں ہیں۔ ہم ان سے اجتناب کرتے ہیں۔"

"ارے!" ویرا کی تحیر زدہ اور بے ساختہ آواز گونجی "اس وقت تمہیں اردو کا ہیضہ ہوچکا ہے۔ اجتناب کا لفظ میں نے پہلی بار تمہاری زبان سے سنا ہے۔"

"آدمی سے کبھی کبھار غلطی ہوجاتی ہے۔ اسے معاف کردیا کرو۔" غزالہ نے ویرا سے سفارش کی اور بات قہقہوں میں دب گئی۔

"تم کس اسکور کی بات کررہی تھیں؟" چند ثانیوں کے سکوت کے بعد اول خان نے ویرا سے سوال کیا۔

"میرا اشارہ بیم گن کے استعمال کی طرف تھا۔ اس نے نادر کے بعد آج بھاگتے ہوئے ایک گھریلو ملازم کو نشانہ بنا کر اسکور برابر کرلیا ہے۔"

وہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔ ہماری طرف سے جلال نے ونود کو مارا تھا اور میں نے فالکن ہاؤس میں سیاہ فام جیک اسمتھ کو بیم گن کے ذریعے موت کی نیند سلا دیا تھا۔

"کوئی اور سمجھے یا نہ سمجھے، صبح تک آئی مین اندازہ لگالے گا کہ اس وقت ڈینی جہانگیر کی مدد کے لیے میدان میں اترا ہوا ہے۔" اول خان نے پرخیال لہجے میں کہا "دوسرے لوگ اس کشمکش و پنج میں مبتلا ہوسکتے ہیں کہ کہیں آئی مین نے دھوکے سے اندھیرے میں جیک کو نشانہ نہ بنالیا ہو لیکن آئی مین...."

[illegible] اچک لی "ابھی تک

Downloaded from https://paksociety.com

اسے علم نہیں ہوا ہوگا کہ فالکن ہاؤس میں کیسی خوں ریزی ہوئی ہے۔ وہ اپنی شکست پر جھلّایا ہوا ہے جب اسے صبح کے اخبارات سے یہ علم ہوگا کہ جیک کے قتل کا الزام اس کے سر پر ڈالا جارہا ہے تو اس کا ذہنی توازن خراب ہوجائے گا۔"

آپس میں اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے ہوئے ہم لی مارکیٹ کے اس علاقے میں پہنچ گئے جہاں گولڈن فارمیسی واقع تھی۔

اس وقت رات کے بارہ بج چکے تھے لیکن اس گنجان آباد علاقے کے بیشتر مکین خوف و ہراس کے عالم میں گھروں سے نکل کر آتش زدہ دکان کے سامنے سے گزرنے والی سڑک پر جمع ہوگئے تھے۔ دکان کے سامنے دو فائر انجنوں کا عملہ ملبے کے سلگتے ہوئے حصوں کی چنگاریاں سرد کرنے میں مصروف تھا۔ فضا میں دھویں اور جلی ہوئی متفرق اشیا کی تیز اور ناگوار بو پھیلی ہوئی تھی۔ آگ کے شعلے سرد ہوچکے تھے لیکن دو منزلہ عمارت جل کر سیاہ ہوچکی تھی۔ بھیڑ میں کہیں کہیں پولیس والوں کی ٹوپیاں بھی نظر آرہی تھیں۔

مجھے یہ دیکھ کر اطمینان ہوا کہ آئی مین کی بربریت کا عذاب دور تک نہیں پھیلا تھا۔ فارمیسی جل کر راکھ ہوگئی تھی۔ اوپری منزل کے چوبی دروازوں اور کھڑکیوں وغیرہ کی جگہ جابہ جا انگارے چٹختے ہوئے نظر آرہے تھے لیکن غنیمت یہ تھا کہ آگ کے شعلوں نے اردگرد کی دکانوں وغیرہ کو اپنی لپیٹ میں نہیں لیا تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ اس علاقے کا فائر اسٹیشن فارمیسی سے زیادہ دور نہیں تھا۔ عملے کے افراد فضا میں بھڑکتے ہوئے شعلے اور دھویں کے بادل دیکھتے ہی جائے واردات پر پہنچ گئے تھے۔

"اس وقت یہاں انسانوں کا سمندر نظر آرہا ہے جس وقت آگ لگائی گئی' یہاں خاصا سناٹا تھا۔" اول خان بڑبڑایا۔

وہ سڑک ٹریفک کے لیے بلاک کردی گئی تھی۔ بسیں اور ہر قسم کی گاڑیاں متبادل گلیوں میں گھس رہی تھیں۔ اول خان نے جگہ دیکھ کر اپنی گاڑی کنارے سے لگادی۔ وہاں سناٹا تھا۔

"کیا ارادہ ہے تمہارا؟" ویرا مضطربانہ لہجے میں سوال کر بیٹھی۔

"فارمیسی کے اوپر رہائشی مکان تھا۔" اول خان نے تفکر آمیز آواز میں کہا "ذرا پتا کرلوں کہ کوئی جلا تو نہیں ہے۔؟"

"یہ بات تم اپنے آدمی سے بھی معلوم کرسکتے ہو۔" ویرا بولی "یہاں رکنے یا اترنے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں جو کچھ دیکھنا تھا' دیکھ لیا۔ اب یہاں سے نکل چلو۔"

"میرے اترنے سے تمہیں کیا پریشانی ہے؟"

اول خان نے دبی دبی مگر تیز آواز میں پوچھا۔

"اس بے ہنگم بھیڑ میں اس کے آدمی موجود ہوسکتے ہیں۔ بلاوجہ ان کے نشانے پر جانے کی کوشش مت کرو۔"

"وہ ہمیں نہیں جانتے۔ ہم انہیں نہیں پہچانتے۔ اس بھیڑ کا ہمیں بھی اتنا ہی فائدہ حاصل ہے جتنا انہیں ہے۔ تم فکر نہ کرو۔ کچھ نہیں ہوگا۔" یہ کہہ کر اول خان ویرا کی مزید کوئی بات سنے بغیر تیزی سے گاڑی سے اتر گیا۔

"یہ مرد بڑے سرکش ہوتے ہیں۔ اپنے سامنے کسی کو خاطر میں نہیں لاتے۔" ویرا کی آواز ابھری۔ شاید وہ غزالہ سے اپنے دل کی بھڑاس نکال رہی تھی۔

"سرکشی اور دلیری میں فرق ہوتا ہے۔" سلطان شاہ نے دخل اندازی کو اپنا حق تصور کرتے ہوئے کہا "دلیری اور حوصلے کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا۔"

"اول خان دلیر تھا اور گاڑی روک کر اتر گیا۔ تم کیوں چوہے دان میں چھپے بیٹھے ہو؟" ویرا نے تڑخ کر بھرپور وار کر ڈالا۔

"لو' میں بھی اتر جاتا ہوں۔" سلطان شاہ نے اپنی سمت کا دروازہ کھولا اور گاڑی سے اتر کر اسی سمت میں ہولیا جدھر اول خان گیا تھا۔ ویرا کا طنز اس قدر بھرپور اور بے رحمانہ تھا کہ سلطان شاہ کے پاس کوئی متبادل چارہ نہیں رہا تھا۔

"دیکھو اب یہ دونوں دلیر کیا جھک مار کر آتے ہیں۔" ویرا کی آواز سے برہمی مترشح تھی۔

"خدا کے لیے یہ زہر افشانی بند کردو۔ ایسا نہ ہو کہ ہم میں سے کوئی اور گاڑی سے اتر کر ان دونوں کے پیچھے چل دے۔" میں نے تیزی سے کہا۔

"عورتیں تو بے چاری بزدل ہوتی ہیں۔" ویرا نے استہزائیہ انداز میں جواب دیا "یہ احمقانہ حرکت تم کرسکتے ہو کیونکہ اس وقت گاڑی میں اکلوتے مرد صرف تم ہی ہو۔"

ویرا کے جواب پر میں بھنّا کر رہ گیا مگر میں نے اپنی زبان بند رکھی۔ میں جانتا تھا کہ میں کچھ کہوں گا تو وہ میرے جواب میں مزید اشتعال انگیزی کرے گی اور میرا غصہ قابو سے باہر ہوجائے گا۔ اول خان نے جہاں اپنی گاڑی پارک کی تھی وہ جگہ تماشائیوں کی بھیڑ کے مقابلے میں سنسان پڑی ہوئی تھی مگر پھر بھی قرب و جوار سے متعدد بوکھلائے ہوئے متجسس افراد گزر رہے تھے جو آتش زدگی کے بارے میں شاید سب کچھ جان لینا چاہتے تھے۔

میں اونچی آواز میں کوئی بات کہہ کر اس گاڑی کے [illegible] کا مرکز نہیں بنانا چاہتا

Downloaded from https://paksociety.com

تھا۔ میں بلاوجہ ہی ویرا کی تلخ نوائی کی زد میں آگیا ورنہ میری مصالحانہ کوشش سے پہلے اس نے اپنی ساری توجہ سلطان شاہ پر مرکوز کی ہوئی تھی۔

شاید ویرا نے بھی اندازہ لگالیا کہ لڑنے کے لیے وہ جگہ موزوں نہیں تھی۔ وہ کھڑکی سے سر نکال کر خاموش بیٹھ گئی۔

گولڈن فارمیسی میں آگ لگنے کی وجہ سے اس علاقے کے برقی تار بھی شارٹ سرکٹ سے جل چکے تھے اور ایک وسیع علاقہ گہرے اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس تاریکی میں ایک بڑے ہجوم کے پیش منظر میں دکان والی عمارت کی دھواں اگلتی اور انگارے چٹختی ہوئی آگ خاصی بھیانک نظر آرہی تھی۔

اول خان اضطراری طور پر گاڑی روک کر اترا تھا اور پھر اندھیرے میں تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا تھا۔ کسی ناگہانی ضرورت کے پیش نظر اس نے چابی اگنیشن ہی میں لگی ہوئی چھوڑ دی تھی۔ اسے اپنے پیچھے کسی کی آمد کا علم نہیں تھا۔ مجھے ڈر تھا کہ سلطان شاہ اندھیرے میں دور تک پھیلی ہوئی بھیڑ میں بھٹکتا رہے گا لیکن اول خان تک نہیں پہنچ پائے گا۔ میرے ذہن پر یہ سوچ سوچ کر جھنجلاہٹ طاری ہونے لگی کہ اول خان کے لوٹ آنے کے بعد ہمارا وقت سلطان شاہ کے انتظار میں بلاوجہ ضائع ہوگا۔

مجھے اس ذہنی کوفت سے زیادہ دیر تک نہیں گزرنا پڑا۔ اِدھر اُدھر سے منعکس ہونے والی دھندلی روشنی میں مجھے دھوئیں جیسی بھیڑ میں سے اول خان کا ہیولا نمودار ہوتا ہوا نظر آیا تو میرا دل خوش ہوگیا۔ مزید خوشی اس وقت ہوئی جب سلطان شاہ بھی اس سے چند قدم کے فاصلے پر آتا ہوا نظر آیا۔

"دونوں سورما آرہے ہیں۔" ویرا کی زبان کی خارش نے اسے خاموش نہیں رہنے دیا۔ وہ خود کلامی کے انداز میں' اونچی آواز میں بڑبڑائی تھی "دیکھتے ہیں کہ یہ کون سی توپ پر تیر مار کر آئے ہیں۔"

"اس بار میں نے ناگواری کے کسی موہوم ترین احساس کے بغیر اس کی بات سنی اُن سنی کردی۔

اول خان نے آتے ہی اپنی نشست سنبھال کر انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی آگے بڑھا دی۔ اس اثنا میں سلطان شاہ پچھلی سیٹ پر سوار ہوچکا تھا۔ غزالہ اس کے اور ویرا کے درمیان دبی ہوئی بیٹھی تھی۔ شاید اس نے ان دونوں کے درمیان نوچ کھسوٹ کے امکانات کے پیش نظر اپنے لیے وہ جگہ منتخب کی تھی۔

"کیا خبریں لائے ہو؟" گاڑی کا یُوٹرن مکمل ہوتے ہی ویرا نے سوال داغ دیا۔

"ایسے مواقع پر خبریں کم ملتی ہیں۔ افواہیں زیادہ ہوتی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ دو بچوں کے جھلسنے کی اطلاع درست ہوسکتی ہے۔" اول خان نے سڑک پر سے نظریں ہٹائے بغیر جواب دیا۔

"دو معصوم بچوں کے جھلسنے کا خیال بھی خاصا دردناک ہے۔" غزالہ بولی "ان کا کیا قصور تھا۔ ان خون آشام بھیڑیوں نے دکان کو آگ لگاتے ہوئے یہ بھی نہیں سوچا کہ اوپر عورتوں اور بچوں کے ساتھ کوئی رہتا ہے۔ پیٹرول کی آگ تیزی سے بھڑکی تو کیا ہوگا۔"

"اس قسم کے وحشیانہ تصادم میں کوئی ان باتوں پر دھیان نہیں دیتا۔" ویرا نے بے پروایانہ لہجے میں کہا "دشمن کو بری طرح پس ڈالنے کا انتقامی جذبہ سب سے پہلے عقل اور ہوش کو اپنی خوراک بناتا ہے اور گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے۔"

"دکان کے ساتھ پوری عمارت بھی تباہ ہوگئی۔" غزالہ متاسفانہ لہجے میں بولی "اس کے کھنڈرات مرمت کے قابل نظر نہیں آتے۔"

"اچھا ہے۔ اب اس کی جگہ پلازا بن جائے گا۔" ویرا کی آواز میں صدمے کا کوئی تاثر نہیں تھا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "اس علاقے کی بیشتر عمارتیں بہت پرانی اور بوسیدہ نظر آتی ہیں۔ ہر مالک انہیں گرا کر نئی اور اونچی عمارتیں بنانا چاہتا ہوگا مگر کرائے داروں سے آسانی سے نجات ملنی ممکن نہیں ہے۔ آگ کے بہانے بلڈنگ خود بہ خود خالی ہوجائے گی۔"

"اب یہ نہ کہہ دینا کہ آئی مین اس بلڈنگ کے مالک کے اشاروں پر ناچ رہا ہے۔" سلطان شاہ نے گہرے طنز سے کہا۔

"میں چاہوں تو ذرا سی دیر میں یہ بھی ثابت کرسکتی ہوں۔" ویرا اس کی طنزیہ بات کو فوراً دوسرے پیرائے میں لے گئی اور چیلنج کرتے ہوئے بولی "میں پانچ منٹ میں تم کو قائل نہ کردوں تو میرا نام بدل دینا۔ کرتے ہو بحث مجھ سے؟"

"تم سے بحث کرنے کے لیے بیل کا مغز چاہیے جو میرے پاس نہیں ہے۔" سلطان شاہ نے ہتھیار ڈال دیے۔

"دو بچوں کے جلنے کے بارے میں ایک فائر مین نے بتایا ہے۔" اول خان کا ذہن مسلسل اسی واردات میں الجھا ہوا تھا۔ "یہ لوگ بہت تجربے کار ہوتے ہیں۔ وہ کہہ رہا تھا کہ ان میں سے ایک بچہ بہت بری طرح جلا ہے۔ خدا اسے اپنے حفظ وامان میں رکھے۔"

Downloaded from https://paksociety.com

"جب سے اس کا نام سامنے آیا ہے' ہم نے اسے ایک جگہ ٹکنے نہیں دیا۔ وہ مسلسل بھاگ رہا ہے....." میں نے کہنا چاہا مگر ویرا نے میری بات درمیان سے اچک لی۔

"ابھی تک اس کے ستارے اس کا ساتھ نہیں دے رہے ہیں اس لیے تم اسے بھگا رہے ہو۔ اسے اپنے قدم جمانے کا موقع مل گیا تو وہ بہت خطرناک ثابت ہوگا۔ میری چھٹی حس بتا رہی ہے کہ یہ پچھلے سپر آئی مینوں سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔"

"یہ مینوں کیا چیز ہوتی ہے؟" اس بار سلطان شاہ کا لہجہ معصومانہ تھا "مین کی جمع من ہوتی ہے۔ تم سپر آئی من بھی کہہ سکتی تھیں۔"

"تم لوگ اردو میں استعمال ہونے والے ہر انگریزی لفظ کا یہی حشر کرتے ہو۔ تمہارے ساتھ رہ کر میری عادت بھی بگڑ گئی ہے۔" ویرا بولی۔

"تم پڑھی لکھی اور امریکی ہو۔ یہ بدکلامی تمہیں زیب نہیں دیتی۔" سلطان شاہ اصول سے ہٹ کر اچانک ذاتیات پر آگیا۔

"پھر ٹیبل' موٹر' انجن' ٹرین اور ایسے سیکڑوں الفاظ کے لیے تم کون سی جمع استعمال کرو گے۔ بات سننے والے کے سر پر سے گزر جائے گی۔"

"آج تم دونوں بار بار بہک رہے ہو۔" اول خان نے ہلکی سی خفگی سے کہا۔

"یہ ان کو ایک ساتھ کھلی ہوا میں باہر نکالنے کا نتیجہ ہے۔ اپنے اپنے کمروں میں یہ نارمل رہتے ہیں۔" میں نے تلخی سے لقمہ دیا۔

"وہ ہمارے کمرے ہیں' پنجرے نہیں ہیں۔" ویرا میرے لہجے پر برا مان کر بولی۔

"میں نے بھی کمروں کا ذکر کیا تھا' پنجروں کی بات نہیں کی تھی مگر اب اس امکان پر بھی غور کرنا پڑے گا۔" میں نے تفہیمی انداز میں جواب دیا جیسے ویرا نے میری کوئی الجھن آسان کردی ہو۔

اول خان کا قطعی موڈ نہیں تھا مگر ویرا کے اصرار پر اسے گاڑی صدر کی طرف موڑنی پڑ گئی جہاں بوہری بازار کے قریب نکڑ پر بلوچ آئس کریم کی مشہور دکان واقع ہے۔ آئس کریم کھانے کے سوال پر سلطان شاہ اور غزالہ نے بھی اختلاف بھلا کر ویرا کا پورا ساتھ دیا تھا۔

گھر سے روانہ ہوتے ہوئے کسی نے مناسب تیاری کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ نامناسب لباس کی وجہ سے دونوں عورتیں گاڑی سے اترے بغیر آئس کریم سے لطف اندوز ہوتی رہیں۔ سلطان شاہ نے ان کا ساتھ دیا۔ میں گاڑی سے اتر کر اول خان کے ساتھ تبادلہ خیال میں مصروف ہوگیا۔

وہاں سے روانگی تک میرے ذہن میں یہ یقین سما چکا تھا کہ آئی مین کے گرد ہمارا گھیرا تنگ ہوگیا تھا اور اس کا خاتمہ کسی بھی لمحے ہو سکتا تھا۔

جب تک میڈم فرزانہ ہماری گرفت میں نہیں آئی تھی' آئی مین کی رسی دراز تھی۔ اس کی ذات اسرار کے دبیز پردوں میں چھپی ہوئی تھی۔ لقب کے سوا اس کے بارے میں ہمیں کچھ معلوم نہیں تھا۔ چوپڑا کو اپنے طور پر گھیرنے کے چکر میں ویرا اگر جوشی کو فون پر نہ چھیڑتی تو شاید ہمیں کانوں کان بھی پتا نہ چلتا کہ آئی مین ہمارے شہر میں بیٹھ کر اطمینان سے اپنی ریشہ دوانیوں میں مصروف ہے۔

جوشی ہمارے ہاتھ نہیں آسکا۔ وہ اپنے راز سینے میں لیے' راجا کے ہاتھ واصل جہنم ہوگیا لیکن ہم راجا کی راہ پر لگ چکے تھے۔ یہ ویرا کی ٹرسنگ کا کمال تھا کہ راجا ہم سے دھوکا کھا گیا۔ اس کے ذریعے پہلی بار نئے آئی مین کا نام ہمارے سامنے آیا۔ آئی مین کا نام لینے کے بعد وہ پھنس گیا اور آخر کار اسے وہ فون نمبر بتانا ہی پڑ گیا جس پر وہ آئی مین کو اپنی رپورٹ دیا کرتا تھا۔

وہ فون نمبر ڈیفنس کے بی بلاون بنگلے کا تھا۔ اپنی چھٹی حس کی کسی کارگزاری کے تحت آئی مین وہاں سے بروقت فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔ ہم پہنچے تو خالی مکان ہمارا منہ چڑا رہا تھا۔ اس کا وہ سراغ کھودینے کے بعد ہم اندھیرے میں ہاتھ پیر مارتے رہ جاتے لیکن آئی مین کی عجلت نے سوکھے دھانوں پر پانی ڈال دیا۔

اسے مجھے یعنی ڈینی کو ٹھکانے لگانے کی عجلت تھی۔ اسی عجلت میں اس نے گولڈن فارمیسی میں جہانگیر پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کی اور مجھ سے سامنا ہوجانے کے باوجود وہ دوبارہ بچ نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔ اس بار ہمیں کچھ پتا نہیں تھا کہ وہ کہاں روپوش تھا۔

ہمیشہ کی طرح اس بار بھی ایک معمولی بات نے ہماری مدد کی۔ ایک روز پہلے فارمیسی کے منیر نامی ملازم کو دو ہزار روپے دینے والی فرزانہ بظاہر غیر اہم نظر آرہی تھی لیکن ہم نے اس پر ہاتھ ڈالنے کا فیصلہ کرلیا جس وقت آئی مین اول خان کی فائرنگ سے خوف زدہ ہوکر بھاگ رہا تھا' ایس ٹی ایف کا ایک جوان متوقع مقام سے میڈم فرزانہ کو اپنی گرفت میں لے چکا

Downloaded from https://paksociety.com

تھا۔ وہ ہماری اس روز کی کاوشوں کا پہلا ثمر تھا جو ہمارے ہاتھ آیا تھا۔

فرزانہ اس گروہ سے باہر کی عورت تھی جو آئی مین کے بارے میں سرے سے کچھ نہیں جانتی تھی لیکن مصیبت سر پر آجانے کے بعد اس نے خالد کی نشاندہی کی جس نے فرزانہ سے اپنے دیرینہ مراسم کی بنا پر اسے منیر کو ایک مقررہ وقت پر کچھ دیر کے لیے باہر الجھائے رکھنے کے اہم کام پر مامور کیا تھا۔ ابتدا میں یہ بات سرے سے میری سمجھ میں نہیں آسکی تھی کہ ایک فیشن ایبل عورت نے چند بے سروپا باتوں کے عوض منیر کو دو ہزار روپے کی رشوت کیوں دی تھی مگر بعد کے واقعات نے ثابت کردیا کہ خالد نے وہ سرمایہ کاری بلاسبب نہیں کی تھی۔ اسے اگلے دن دو بجے فارمیسی پر پہنچنا تھا۔ اپنی اس حرکت کے ذریعے اس نے کوشش کی تھی کہ اس کے آنے کے وقت دکان میں دو کے بجائے صرف ایک ملازم موجود ہو تاکہ وہ گڑبڑ کے کسی خطرے کے بغیر اپنا کام پورا کرسکے۔

فرزانہ سے ہمیں براہِ راست کوئی کارآمد بات معلوم نہیں ہوسکی لیکن اس کی نشاندہی پر ہم نے ایک مقابلے کے بعد خالد کو پکڑلیا۔

خالد شی کے مقامی سربراہ کے لیے کام کررہا تھا۔ وہ کچے آدمیوں کو اپنے ساتھ نہیں ملاتا تھا۔ راجا کی طرح خالد نے بھی قلابازیاں کھانے کی کوشش کی لیکن ویرا کی بے رحمانہ مار نے کچھ ہی دیر میں اس کے سارے کس بل نکال دیے اور وہ یہ بتانے پر مجبور ہوگیا کہ بی باون سے فرار ہونے کے بعد آئی مین بوٹ بیسن کے علاقے میں کچے برساتی نالے کے کنارے بنے ہوئے ایک مکان میں روپوش تھا۔

بعد میں پتا چلا کہ آئی مین کی نئی کمین گاہ فالکن ہاؤس کے نام سے موسوم تھی۔ آئی مین ان لوگوں میں سے تھا جن پر ''تا کھڑکا'' بندہ بھڑکا والی مثال صادق آتی ہے۔ وہ تیزی سے ٹھکانے بدلنے کا عادی تھا۔ اسے ذرا بھی بھنک مل جاتی کہ خالد کسی کے ہتھے چڑھ گیا ہے تو وہ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر فالکن ہاؤس سے بھاگ جاتا۔ اس اندیشے کے پیش نظر ہم نے وقت ضائع کیے بغیر' اسی شام فالکن ہاؤس پر دھاوا بول دیا۔

یہ ہمارے مقدر کی خرابی تھی کہ فالکن ہاؤس میں کئی کامیابیاں حاصل ہونے کے باوجود آئی مین بچ نکلا مگر کیلی زخمی حالت میں ہمارے ہاتھ آگئی تھی۔ آئی مین نے گولڈن فارمیسی کو آگ لگا کر جس وحشت و بربریت کا مظاہرہ کیا' اس سے صاف نظر آرہا تھا کہ آئی مین کو سرعت سے لگام نہ دی گئی تو وہ شہر میں بہت کچھ کر گزرے گا۔

فرزانہ کے پکڑے جانے کے بعد پیش آنے والے واقعات کافی حوصلہ افزا تھے۔ خالد دوپہر کو آئی مین کا ہم سفر تھا لیکن یہ بات حیران کن تھی کہ اس نے کبھی بھی آئی مین کو نہیں دیکھا تھا۔ میں نے اپنے طور پر یہ اطمینان کرلیا تھا کہ خالد اس بارے میں جھوٹ نہیں بول رہا تھا۔ راجا کے لیے آئی مین محض ایک آواز کا نام تھا جو وہ فون پر سنتا تھا۔ آئی مین نے کبھی اس کو اپنے سامنے نہیں بلایا تھا مگر خالد کی بات مختلف تھی۔ اسے میں نے خود آئی مین کے ساتھ' اس کی گاڑی میں فرار ہوتے دیکھا تھا مگر خالد کا کہنا تھا کہ آئی مین سے جب بھی اس کا سامنا ہوا' وہ سر سے پاؤں تک سیاہ اور چست لباس میں ملبوس ہوتا تھا۔ اس دوپہر کو بھی اس نے اپنے جسم کا ہر حصہ چھپایا ہوا تھا۔ چہرہ چھپانے کے لیے اس نے گاڑی میں ماسک لگایا ہوا تھا۔ اس ماسک کے ساتھ وہ تاریک شیشوں والی گاڑی میں سفر کرسکتا تھا مگر نیچے اتر کر لوگوں میں گھل مل نہیں سکتا تھا۔ اپنی اسی مجبوری کو مدِنظر رکھتے ہوئے آئی مین نے اپنی سیاہ گاڑی سے باہر قدم نہیں نکالا تھا۔ خالد کو فارمیسی پر بھیج کر مجھے اپنے پاس طلب کرلیا تھا۔

ہم اس کے قریب پہنچ چکے تھے۔ مجھے ذاتی طور پر اس کی ایک جھلک دیکھنے کا موقع مل چکا تھا لیکن اس کے خدوخال سمیت اس کی کوئی ایسی شناخت میری نظروں میں نہیں آسکی تھی جس کی بنا پر اسے الگ سے پہچانا جاسکے۔

صرف اس کی آواز اور لہجے کی بنا پر یہ کہا جاسکتا تھا کہ وہ امریکی نژاد ہے ورنہ اس کی اور کوئی پہچان ہمارے پاس نہیں تھی۔

بی باون کے نمبر پر فون کرنے کے بعد مجھے یہ اندازہ ہوچکا تھا کہ کیلی دن رات اس کے ساتھ رہتی تھی اور آئی مین کے لیے آنے والا ہر فون پہلے وہی سنتی تھی۔ بعد میں خالد نے بھی میرے اس اندازے کی تائید کردی تھی۔ وہ یہ بتانے سے قاصر رہا تھا کہ کیلی اور آئی مین کے درمیان کیا رشتہ تھا مگر میں بڑے مجرموں کے ساتھ پیش آنے والے تجربات کی بنا پر یہ بات سمجھ چکا تھا کہ ان دونوں کے درمیان کوئی پاکیزہ رشتہ ہرگز نہیں ہوسکتا تھا۔

ہر بڑا اور خطرناک مجرم دولت کے انبار لگانے کی دھن میں لگا رہتا ہے اور یہی ہوس ہر جرم کی محرک بنتی ہے۔ مجرم اپنے بال بچوں کے لیے کالا دھن کماتا ہے اس کی فطری

Downloaded from https://paksociety.com

خواہش ہوتی ہے کہ وہ لوگ مصیبت کے سائے تک سے محفوظ رہیں۔ وہ یہ خطرہ مول نہیں لیتا کہ خطرناک مہمات پر انہیں اپنے ساتھ لیے پھرتا رہے۔ مجھے یقین تھا کہ اگر آئی مین عیال دار تھا تو اس کے بیوی بچے کسی امریکی ریاست میں امن و سکون سے پر تعیش زندگی گزار رہے ہوں گے۔ وہ اپنے حیوانی جذبوں کی تسکین کے لیے ایک خوب صورت لڑکی کو اپنے ساتھ لیے پھر رہا تھا جو عام حالات میں اس کی سیکریٹری کے فرائض انجام دیتی تھی اور خلوت میں شاید اس کی خوش اداداشتہ بن جاتی تھی۔

کیلی سے میری بہت سی امیدیں وابستہ تھیں۔ میں نے ان دونوں کے مراسم کے بارے میں جو اندازہ لگایا تھا اس کی بنا پر مجھے امید تھی کہ کیلی اس کی شناخت کے بارے میں بہت کچھ بتا سکے گی۔ یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ آئی مین اس کے سامنے شب و روز نقاب پہنے رہتا ہو۔

ہم گلشن اقبال میں اپنے گھر والی گلی میں داخل ہوئے تو مجھے دور ہی سے اپنے دروازے کے سامنے جلال کی گاڑی نظر آئی اور میں چونک پڑا۔ اس وقت اس کی آمد خالی از علت نہیں ہو سکتی تھی۔ اس نے بتایا تھا کہ وہ اسی رات کی پرواز سے اسلام آباد واپس جانے والا تھا۔

"ارے! ہمارے گیٹ کے سامنے کس کی گاڑی کھڑی ہوئی ہے؟" ویرا کی تحیر زدہ آواز نے مجھے چونکا دیا۔

"مجھے یہ جلال کی گاڑی نظر آرہی ہے۔ آج کل وہ ہمارے گھر کے کافی پھیرے لگانے لگا ہے۔" سلطان شاہ نے جواب دیا۔

مجھے شبہ تھا کہ سلطان شاہ مزید کوئی تبصرہ کرے گا لیکن اس نے اپنی بات آگے نہیں بڑھائی۔ اس دوران میں ہمارا اور جلال کی گاڑی کا درمیانی فاصلہ کم ہو چکا تھا۔ سلطان شاہ قدرے توقف کے بعد پھر بول پڑا "جلال نظر نہیں آرہا۔ گاڑی میں صرف ڈرائیور بیٹھا ہوا ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ جلال نے اس کے ہاتھ کوئی چیز بھیجی ہو۔" ویرا نے اپنی رائے ظاہر کی۔

"کسی خوش گمانی میں نہ رہنا۔" سلطان شاہ بولا "اس نے تمہارے لیے گلدستہ نہیں بھیجا ہوگا۔"

"مجھے اس کے کسی گلدستے کی پروا بھی نہیں ہے۔ ڈرائیور کوئی پیغام بھی لا سکتا ہے۔" ویرا نے چیخ کر کہا۔

"جلال شادی شدہ ہے۔ وہ تمہارے لیے پیغام کیوں بھیجے گا؟"

"اب تم نے کوئی بدتمیزی کی تو میں جھانپڑ مار دوں گی۔" ویرا نے بجا طور پر برہمی کا مظاہرہ کیا۔

بات وہیں ختم ہو گئی کیونکہ اس اثنا میں اول خان اپنی گاڑی جلال کی کار کے پیچھے روک چکا تھا۔ جلال کا ڈرائیور اپنی نشست چھوڑ کر نیچے آگیا تھا۔

"تم کب سے آئے ہوئے ہو؟" میں نے اتر کر جلال کے ڈرائیور سے پوچھا۔

"بس جی، کوئی دس پندرہ منٹ ہوئے ہوں گے۔" اس نے اطمینان سے جواب دیا۔

اس کا جواب تشنہ اور تذبذب میں مبتلا کرنے والا تھا۔ میں نے قدرے جھجکتے ہوئے پوچھا "کیسے آنا ہوا؟"

"صاحب کے ساتھ آیا ہوں۔" ڈرائیور نے اسی اطمینان کے ساتھ کہا۔

"صاحب کہاں ہیں؟" میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں سوال کیا۔

"اندر ہوں گے۔" میں ہمیں بیٹھا ان کا انتظار کر رہا ہوں۔" ڈرائیور نے بے چارگی سے بتایا۔

وہ چاروں ہمارے گرد کھڑے حیرت سے یہ باتیں سن رہے تھے۔ کسی کے گمان میں نہیں تھا کہ جلال مقفل گھر میں پہنچ چکا ہوگا۔

ہم تیزی سے احاطے میں داخل ہوئے تو گھر کا دروازہ کھل گیا۔ گاڑی رکنے کی آواز سن کر جلال مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ نمودار ہو چکا تھا۔

"تم اس وقت یہاں؟ اندر کیسے پہنچے؟" میں نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے متحیر ہو کر پوچھا۔

"چند گھنٹیاں بجانے کے بعد اندر سے جواب نہیں ملا تو میں تذبذب میں پڑ گیا۔" اس نے ہنستے ہوئے بتایا "تمہاری گاڑی احاطے میں موجود تھی۔ یہ امکان بھی نہیں تھا کہ تم چاروں سو گئے ہو۔ پھر میرا خیال اول خان کی طرف ہی گیا تھا۔ شاید یہ تمہیں ہوا خوری کے لیے لے گئے ہوں گے۔ میں نے گاڑی میں بیٹھ کر انتظار کرنے کے بجائے پرانی تربیت کا ایک گر آزمایا اور تمہارے گھر کا تالا جواب دے گیا۔"

"تم نے بہت اچھا کیا۔" ویرا محظوظ ہوتے ہوئے بولی "اپنائیت اسی کو کہتے ہیں۔"

"میں نے اپنائیت کا حق محدود پیمانے پر استعمال کیا ہے۔" جلال نے ہم لوگوں کے ساتھ ڈرائنگ روم میں بیٹھتے ہوئے بتایا "تالا کھول کر ڈرائنگ روم میں آیا اور ٹیلی وژن آن کر لیا۔ میں اپنے پیشے کی وجہ سے پرائیویسی کا سختی سے قائل ہوں۔ میں نے تم میں سے کسی کے کمرے میں نہیں

Downloaded from https://paksociety.com

جھانکا۔"

"جھانک بھی لیتے تو کوئی فرق نہ پڑتا۔ ہمارے کمروں میں کیا رکھا ہے!" ویرا نے بے نیازی سے کہا۔

"کم از کم تم یہ نہیں کہہ سکتیں۔" جلال نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا "لاہور میں تمہاری میزبانی کے دوران میں مجھے تمہارے ہر شوق کا علم ہو چکا ہے۔"

"لو' وہ بھی کہہ رہے ہیں ...." سلطان شاہ نے برجستہ ایک مشہور مصرع پڑھا اور دانستہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"آج نائٹ کوچ سے تمہاری واپسی ہونی تھی مگر تم یہاں نظر آ رہے ہو...." میں نے اصل موضوع چھیڑتے ہوئے بات شروع کی لیکن جلال نے میری بات درمیان سے اچک لی۔

"اندرونِ خانہ حالات نے بہت تیزی سے کروٹ لی ہے۔ میری واپسی کا پروگرام ملتوی ہو گیا ہے۔"

"یہ متوقع تھا۔" اول خان بولا "فالکن ہاؤس میں جیک اور ڈیلٹا فورس کے دو کمانڈوز کے مارے جانے کے بعد معاملات نازک رخ اختیار کر گئے ہیں۔"

"پہلے ایک پیالی کڑک اور کھولتی ہوئی چائے پھر دوسری باتیں ہوں گی۔" جلال نے غزالہ کی طرف دیکھتے ہوئے فرمائش کی۔

غزالہ مہمان داری کے معاملے میں بہت فراخ دل واقع ہوئی تھی۔ کسی پس و پیش کے بغیر اپنی جگہ سے اٹھی اور کچن کی طرف چل دی۔

"تم اپنی بات جاری رکھو۔" ویرا نے جلال سے کہا "غزالہ کو ان جھگڑوں اور جھمیلوں سے زیادہ دلچسپی نہیں ہے۔"

"مگر اپنی بات شروع کرنے سے پہلے یہ ضرور سن لو کہ ہم ہوا خوری کے لیے نہیں گئے تھے۔" اول خان نے درمیان میں دخل اندازی کی "کچھ دیر پہلے کسی نامعلوم آدمی نے پیٹرول بہا کر جہانگیر کی دکان کو آگ لگا دی۔ بعد میں جلتی ہوئی دکان پر ایک جلتی ہوئی کار سے فائرنگ بھی کی گئی۔"

"اوہ! یہ حرام زادہ آہنی اعصاب کا مالک معلوم ہوتا ہے۔" جلال نے بے ساختہ کہا "شاید تم لوگ اسی طرف گئے تھے۔ تمہارے کپڑوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ تم چاروں کسی خاص تیاری کے بغیر اول خان کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے تھے۔"

"دکان کے ساتھ اوپری منزل بھی جل کر تباہ ہو گئی ہے۔" میں نے افسردگی سے کہا "کم از کم دو بچے بھی جھلسے ہیں۔"

"اسے اپنی سفاکی کی قیمت ادا کرنی ہو گی۔" جلال نے سرد لہجے میں کہا اور قدرے توقف کے بعد اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا "امریکی سفارت کار اس واقعے کی تفصیلات جاننے کے لیے سخت مضطرب ہیں۔"

"کراچی ایک وسیع شہر ہے۔ ان کو کیا معلوم کہ فالکن ہاؤس میں کیا ہوا ہے۔" اول خان نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"اس معاملے میں سخت ترین رازداری برتی گئی ہے لیکن امریکی بے خبر نہیں ہیں۔" جلال نے کہا۔

"یہ بالکل سامنے کی بات ہے۔" اول خان نے کہا "آئی مین وہاں سے پٹ کر بھاگا تھا۔ اس نے جاتے ہی اپنے آقاؤں کو کھیل بگڑنے کی اطلاع دی ہو گی۔"

"اصل بات یہی ہے اور یہی ان کی مجبوری ہے کہ وہ آئی مین کی دی ہوئی اطلاع کا کوئی حوالہ نہیں دے سکتے۔"

"ویسے بھی تم کو معلوم ہو چکا ہو گا کہ اب امریکی ایجنسیوں نے پاکستان میں جاسوسی اور سراغ رسانی کے جدید ترین آلات کا استعمال بھی شروع کر دیا ہے۔" اول خان نے کہا۔

"آواز کے ذریعے ڈیٹی کو پکڑنے کے لیے ماضی میں انہوں نے ساؤنڈ اسکیننگ سسٹم استعمال کرنے کی منصوبہ بندی کی تھی۔ اب وہ ایسے الیکٹرانک آلات بھی میدان میں لے آئے ہیں جو کنکریٹ کی دیواروں کے پیچھے ہونے والی سرگرمیوں کو دیکھ کر ریکارڈ کر سکتے ہیں۔" جلال نے اس کی تائید میں بتایا۔

"کیا یہ سب مجھے پکڑنے کے لیے کیا جا رہا ہے؟" میں نے الجھن آمیز لہجے میں سوال کیا۔

"ان کی نظروں میں تم اس خطے میں ان کے سب سے بڑے دشمن ہو مگر یہ تیاریاں کسی اور سمت کی نشاندہی کر رہی ہیں۔ وہ پاکستان کے قرب و جوار میں کہیں کسی بہت بڑی کارروائی کا آغاز کرنے کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔" جلال نے کہا۔

"ایران کو امریکی قیادت اپنا سب سے بڑا دشمن تصور کرتی ہے۔" ویرا نے تائید طلب انداز میں کہا۔

"یہ بات پرانی ہو گئی۔ آج کی دنیا میں معاملات اور ترجیحات میں بہت تیزی سے تبدیلی رونما ہوتی ہے۔ اس وقت افغانستان پر ان کی گرفت بہت تیزی سے کمزور ہوتی جا رہی ہے۔ وہ اس خطے سے دست بردار ہونا گوارا نہیں کریں گے۔"

"وہ [illegible] لوگ حکمراں ہیں جن کو امریکا

Downloaded from https://paksociety.com

نے پالا پوسا تھا۔" ویرا نے حیرت سے کہا۔

"وہ امریکا کی ضرورت تھی۔ روس کو افغانستان سے مار بھگانے کے لیے اسے ہر عسکری سہارے کی ضرورت تھی۔ اس نے کھل کر تمام جہادی قوتوں کی سرپرستی کی' ان کو ضرورت سے زیادہ مالی اور جنگی وسائل مہیا کیے' مذہبی انتہا پسندی کو ہوا دی اور جب افغانستان میں روس کا کریا کرم ہوگیا تو امریکا نے حالات کو پرانی پوزیشن میں واپس لے جانا چاہا۔ اس وقت تک عسکری جتھے تجربے کار اور خود کفیل ہوچکے تھے۔ انہوں نے امریکی برتری کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا۔ اب امریکا ان کا سر کچلنے کے لیے کسی بہانے کی تلاش میں ہے۔ اسی کے ساتھ اس نے درپردہ اپنی بھرپور تیاریاں شروع کی ہوئی ہیں۔ آنے والے دن مجھے اچھے نظر نہیں آرہے۔" جلال نے اختصار کے ساتھ بھیانک حالات کی نشاندہی کرتے ہوئے بتایا۔

"بعد میں جو ہوگا وہ تو ہونا ہی ہے۔ اس وقت یہ سارے وسائل ہمارے خلاف استعمال ہورہے ہیں۔" ویرا نے کہا۔

"میں تمہاری اس بات سے اختلاف نہیں کرسکتا۔" جلال نے اعتراف کیا "ڈینی کے ساتھ اس وقت ہم سب تلوار کی تیز دھار پر چل رہے ہیں۔ جو ڈگمگایا وہ مارا جائے گا۔"

"تم سرکاری آدمی ہو۔ تمہیں پھر بھی تحفظ حاصل ہے۔" ویرا نے مسکراتے ہوئے کہا "ہم بے یارومددگار بلکہ اشتہاری لوگ ہیں۔ مارے گئے تو کوئی رونے والا بھی نہیں ہوگا۔"

"یہ نہ کہو۔" جلال نے تڑپ کر جواب دیا "میں اور میری پوری ایجنسی تمہارے ساتھ ہے۔"

"میں جانتی ہوں۔" ویرا نے ہاتھ اٹھا کر اس کی تائید کی اور بولی "اپنی ذاتی حیثیت میں تم دل وجان سے ہمارے معاون ومددگار ہو مگر اپنی سرکاری کرسی پر بیٹھ کر تم ویرا اور ڈینی کے حق میں ایک لفظ بھی نہیں بول سکتے کیونکہ امریکا نے ہمیں اپنا قومی مجرم قرار دیا ہوا ہے۔ تم کسی مجرم کی حمایت نہیں کرسکتے۔"

غزالہ چائے کی ٹرالی دھکیلتی ہوئی ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی اور سب کی توجہ اس کی طرف مبذول ہوگئی۔

ویرا کی یہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی کہ ہم مارے گئے تو کوئی رونے والا بھی نہیں ہوگا۔ اس وقت نشست گاہ میں کل چھ نفوس موجود تھے اور وہی آپس میں ایک دوسرے کے مونس وغم خوار تھے۔ [illegible]

اور سلمٰی کا اضافہ کیا جاسکتا تھا۔ اس سے آگے ہر طرف سناٹا ہی سناٹا نظر آتا تھا۔

غزالہ نے بہت لذیذ اور ذائقے دار چائے بنائی تھی۔ اس سے زیادہ مزہ وہ گرم سینڈوچ دے رہے تھے جو اس نے عجلت میں تیار کیے تھے۔ چائے نوشی کے دوران میں اول خان کو اچانک دھیان آگیا اور اس نے چونک کر جلال سے پوچھا "سرکاری طور پر امریکی سفارت کار فالکن ہاؤس کے واقعے سے بے خبر ہیں تو وہ اس بارے میں اپنے اضطراب کا کس طرح اظہار کررہے ہیں؟"

"سیاست اور سفارت کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں۔ امریکی قونصل خانے کا سیکنڈ سیکریٹری پچھلے چند گھنٹوں میں ہماری وزارت داخلہ کے انڈر سیکریٹری کو دو مرتبہ گھر فون کرچکا ہے۔ دونوں مرتبہ اس نے کراچی کے حال احوال دریافت کیے ہیں۔" جلال نے بتایا۔

"ہمارے انڈر سیکریٹری نے اس سے یہ تو ضرور پوچھا ہوگا کہ کراچی کے حالات کے بارے میں اسے اتنی تکلیف کیوں ہے۔" میں نے سوال کیا۔

"یہ ایک فطری سوال تھا جس کا جواب غیر متوقع نہیں تھا۔ قونصل خانے کے افسر نے بتایا کہ اسے اپنے ذرائع سے دہشت گردی کی کسی بڑی واردات کی منصوبہ بندی کی اطلاع ملی ہے اس لیے وہ کراچی کے حالات کے بارے میں بہت زیادہ فکرمند ہے۔"

"پھر اسے کیا جواب دیا گیا؟" اول خان نے بے چینی سے اپنی جگہ پر پہلو بدلتے ہوئے پوچھا۔

"دونوں مرتبہ اسے سرد مہری سے آرام کرنے اور بے فکر رہنے کا مشورہ دیا گیا۔ یہاں کے حالات اور واقعات سے نمٹنے کی ذمے داری ہماری ہے۔ امریکی یہاں کے ٹھیکے دار نہیں ہیں کہ وہ ہر معاملے میں اپنی ٹانگ اڑاتے پھریں۔"

"ویری گڈ! اس کا یہی جواب ہونا چاہیے تھا۔" جلال کا جواب سن کر اول خان خوش ہوگیا۔

"مگر یہ ساری رازداری رات بھر کی ہے۔" میں نے ان کو یاد دلایا "اخباری رپورٹر جناتی وسائل رکھتے ہیں۔ وہ کہیں نہ کہیں سے کچھ نہ کچھ لے اڑیں گے اور صبح کے اخبارات میں فالکن ہاؤس کے واقعے کے بارے میں بھانت بھانت کی خبریں آجائیں گی۔"

"وہ خبریں نہیں' انفرادی تبصرے ہوں گے۔" سلطان شاہ نے تصحیح کی۔

"وہ خبریں نہیں ہوتیں تو افواہوں اور

Downloaded from https://paksociety.com

قیاس آرائیوں سے اخبار کا پیٹ بھرا جاتا ہے۔ اخبارات والے اپنے قارئین کو ہر روز پڑھنے کے لیے نیا مواد فراہم نہ کریں تو چند روز میں ان کا کاروبار بالکل ٹھپ ہو کر رہ جائے گا۔" خاصی دیر کی خاموشی کے بعد ویرا نے لب کشائی کی۔

"اول تو فالکن ہاؤس والا علاقہ شہر سے خاصا الگ تھلگ اور اخباری نمائندوں کی آزادانہ آمدورفت سے محفوظ ہے۔ اگر کسی کو کوئی سن گن مل بھی جاتی ہے تو اخباری قیاس آرائیوں کے تدارک کے بارے میں سوچ لیا گیا ہے۔" جلال نے اپنی چائے کی پیالی خالی کرتے ہوئے جواب دیا "یہ بہت نازک اور حساس معاملہ ہے۔ غیر ذمے دارانہ قیاس آرائیاں تلخیاں پیدا کرنے کا سبب بن سکتی ہیں۔ اس بارے میں بالکل آخری لمحات پر' رات کے دو بجے سب ایجنسیوں کو پریس ریلیز جاری کیا جانے والا ہے۔"

"دو بجے کا وقت مقرر کرنے میں کوئی مصلحت ہے؟" ویرا نے پوچھا۔

"بڑے اخباروں کی چھپائی ساڑھے تین بجے تک شروع ہو جاتی ہے۔ اس سے پہلے انہیں پریس ریلیز مل جائے گا۔" جلال نے کہا "کم اشاعت والے چھوٹے اخبارات دیر سے فائنل ہوتے ہیں اس لیے ان میں تاخیر سے ملنے والی بعض خبریں بھی شامل ہو جاتی ہیں۔"

"یہ سب معاملات پولیس اور اطلاعات کے صوبائی محکموں سے متعلق ہیں۔ اس انتظام کے لیے تمہارا کراچی میں رکنا تو ضروری نہیں تھا!" میں نے قدرے حیرت سے کہا۔

جلال کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ تیر گئی اور اس نے دھیرے سے کہا "اب تم نے کام کی بات کی ہے۔ میں دیر سے منتظر تھا کہ کوئی کراچی میں میری موجودگی کے بارے میں سوال کرے۔"

"تم پھر خاموش ہو گئے۔" ویرا نے اسے ٹوکا "اس کا مطلب ہے کہ تم مزید کسی سوال کے منتظر ہو۔ میں پوچھ لیتی ہوں کہ اس وقت تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

جلال خوش دلی سے ہنس پڑا اور بولا "اب تک جو باتیں ہوتی رہیں' وہ کسی نہ کسی طرح تم لوگوں کے علم میں آ ہی جاتیں۔ میرے کراچی میں رکنے اور یہاں آنے کا سبب کچھ اور ہے۔ اخبارات کو پریس ریلیز جاری ہونے تک سارے معاملات جوں کے توں رہیں گے یعنی فالکن ہاؤس کا قصہ صوبائی حکومت اور مقامی پولیس کی تحویل میں رہے گا۔ ڈھائی بجے یہ وفاقی معاملہ بن چکا ہوگا۔"

"کیا وقت کے اس مخصوص تعین سے کوئی نمایاں فرق پڑے گا؟" اول خان نے گہری سنجیدگی سے پوچھا۔

"ابھی تک امریکی قونصل خانہ معلومات حاصل کرنے کی خفیہ کوششیں کر رہا ہے۔ پریس ریلیز جاری ہونے کے بعد اخباری نمائندے ان کی طرف دوڑ لگا دیں گے اور ان کو کھل کر بات کرنے کا موقع مل جائے گا۔ ان کا سارا دباؤ صوبائی محکموں پر رہے گا۔ جب تک پوری بات کھلے گی' ہم اپنا کام مکمل کر چکے ہوں گے۔"

"پریس ریلیز جاری ہونے کے بعد ان کا سیکنڈ سیکریٹری شور نہیں مچائے گا کہ تمہارے انڈر سیکریٹری نے جھوٹ بول کر اس کو ٹالنے کی کوششیں کی تھیں۔" ویرا نے پوچھا۔

"انڈر سیکریٹری مختار کل نہیں ہوتا' دوسروں کے احکام کا تابع ہوتا ہے۔ اس سے کوئی شکوہ کرنا بے سود ہوگا۔" جلال نے یہ کہہ کر سگریٹ سلگالی۔

"تمہارے قول کے مطابق یہ باتیں بھی کسی نہ کسی طرح ہمارے علم میں آ جاتیں۔" میں نے کہا "یہ بات نہیں کھل سکی کہ تمہاری آمد کا اصل مدعا کیا ہے۔"

"میں وہی بتانے والا تھا۔" جلال نے سر ہلی دھوئیں کے مرغولے فضا میں بکھیرتے ہوئے جواب دیا "مجھے پہلی مرتبہ افسوس ہوا ہے کہ لیری ہف ماجد یمنی کی دہشت سے مر گیا۔ آج وہ زندہ ہوتا تو مزہ آ جاتا۔"

"کیوں گڑے مردے اکھیڑ رہے ہو۔ جو مر گیا اس کا مرجانا ہی بہتر تھا۔"

"دراصل ہماری ایجنسیوں کے غیر رسمی اجلاس کی آخری فرمائش اسی کی تھی۔ اب میں امریکی نمائندوں کا آف دی ریکارڈ اجلاس بلانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔" جلال نے انکشاف کیا۔

میں اس کی تجویز سن کر ششدر رہ گیا۔ وہ بہت دور کی کوڑی لایا تھا۔ اس کی تجویز کے پورے خدوخال سے واقفیت کے بغیر مجھے اندازہ تھا کہ ایسے کسی غیر رسمی اجلاس میں بہت سے تکلیف دہ سوالات کے جواب مل سکتے تھے۔

"تم کن امریکی نمائندوں کو بلانے کا ارادہ رکھتے ہو؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"جان اسمتھ' جان ایش کوف' لیری ہف اور جیک اسمتھ آنے جانے والے لوگ ہیں۔" جلال نے تمباکو نوشی ترک کر کے جواب دیا "ہمارے علم میں ہے کہ کم از کم تین امریکی ایجنسیوں کے نمائندے باضابطہ طور پر پاکستان میں مقیم ہیں اور وہ کراچی میں اپنی طرف سے صرف تم

Downloaded from https://paksociety.com

میرا ساتھ دو گے۔"

"تم بار بار مجھے کیوں ان کے سامنے لانا چاہتے ہو؟" میں نے عاجزی سے پوچھا۔

"پھٹتے ہوئے اور تیکھے سوال ہر شخص کو بروقت نہیں سوجھتے۔" جلال نے پوری فراخ دلی سے کہا "میں نے تمہاری بے رحمانہ جرح پر لیری ہف کی پیشانی پر پسینے کی موٹی موٹی بوندیں پھوٹتی دیکھی تھیں۔ تم کو ایک مرتبہ پھر میرا ساتھ دینا ہوگا۔"

"یہ ڈھیٹ اور بے شرم قوم ہے۔" میں نے تلخی سے کہا "ان کا مفاد ہو تو یہ اپنی ماں کو بھی بے دھڑک ہو کر بیچ ڈالیں گے۔ پسینے کی چند بوندوں سے ان کا کچھ نہیں بگڑتا۔"

"اے!" ویرا نے اچانک ہانک لگائی "میرے سامنے تم میرے ہم وطنوں کو برا نہیں کہہ سکتے۔"

"ڈینی کو اپنے دل کی بھڑاس نکال لینے دو۔" اول خان نے نرمی سے اسے سمجھایا "اس وقت یہ ایک مشہور امریکی سیاست داں کی بات کا جواب دے رہا ہے۔"

"میں بھی اس سے یہی کہہ رہی ہوں کہ انہیں صرف برا نہیں بلکہ بہت برا کہو۔" ویرا نے ہنس کر کہا "انہوں نے اپنے اوپر ایسی گھناؤنی قیادت مسلط کرلی ہے جو طاقت کے نشے میں چور ہو کر دنیا بھر میں بنکارتی پھر رہی ہے اور عام امریکی کی ذلت و رسوائی کا سبب بن رہی ہے۔"

"یہ بات تم ہی کہہ سکتی ہو۔ ہم نے کہی تو امریکی ہم پر ڈیزی کٹر بم برسا دیں گے۔" سلطان شاہ نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"گیدڑ کی موت آتی ہے تو وہ شہر کی طرف بھاگتا ہے۔ فرعون کا وقت پورا ہوتا ہے تو وہ موسیٰ کی پرورش شروع کردیتا ہے۔" ویرا نے تلخی سے جواب دیا "ابھی جلال نے افغانستان کے بارے میں اپنے جن خدشات کا اظہار کیا ہے اگر وہ درست نکلے تو تم دیکھ لینا کہ فرعون کی کہانی دہرائی جائے گی۔ امریکا کے پالے ہوئے عسکری گروہوں میں سے کوئی ایسا دیوزاد ابھرے گا جس کا تصور اقتدار کے امریکی ایوانوں میں بیٹھنے والوں کی نیندیں حرام کردے گا۔"

"تم کو سیاست بہت مرغوب ہے۔ ہر بات کے ڈانڈے اسی سمت میں ملا دیتی ہو۔" اول خان نے موضوع بدلنے کی کوشش کی۔

"جو لوگ روزگار کی یا کسی اور مجبوری کی وجہ سے اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور ہوجاتے ہیں ان کی سیاست میں دلچسپی بہت بڑھ جاتی ہے۔ تم کو معلوم ہے کہ میں بھی غریب الوطن ہوں۔ امریکا گئی تو اپنے خون کے پیاسوں سے زیادہ دنوں تک نہیں چھپ سکوں گی۔ وہ مجھے ڈھونڈ کر مار ڈالیں گے۔"

ویرا کے ان جذباتی فقروں کے بعد چند لمحوں کی تعزیتی خاموشی ناگزیر تھی۔ اس کی مدفون سلامتی کے احترام میں کچھ دیر تک سب ہی خاموش رہے پھر میں نے وہ سکوت توڑتے ہوئے جلال سے پوچھا "امریکی سفارت کاروں کو وفاق اور صوبے کے چکر میں الجھا کر تم اپنا کوئی کام مکمل کرنے کا ذکر کررہے تھے۔"

"اوہ! تو یہ بات تمہیں یاد ہے۔" میری یادداہانی پر وہ مسکرا کر بولا "مضبوط حافظہ تمہاری دوسری بڑی خوبی یا خرابی ہے۔ سنی ہوئی کوئی بھی بات تم بہت مشکل سے بھولتے ہو۔ میں نے وہ تذکرہ کیلی کے حوالے سے کیا تھا۔"

"تو کیا تم اس کی برین واشنگ کا ارادہ رکھتے ہو؟" میں نے قدرے حیرت سے پوچھا۔

"یہی سمجھ لو۔ اس کے ذہن سے آئی مین کا خوف نکال کر اپنی دہشت بٹھانے کا مرحلہ بہت کٹھن ثابت ہوسکتا ہے۔ ہم سے ڈرے بغیر وہ اپنی زبان نہیں کھولے گی۔"

"اس وقت ہمارے کھیل کا سارا دارومدار اسی کے انکشافات پر ہے۔" اول خان نے لقمہ دیا۔

"پولیس والے اس سے کچھ نہیں اگلوا سکتے۔ میری یہ بات کہیں لکھ لو۔" ویرا نے اٹل لہجے میں اپنا فیصلہ صادر کردیا۔

"کہیں لکھنے کی ضرورت نہیں۔" جلال نے رسانیت سے جواب دیا "رات کے ڈھائی بجے کیس وفاق کو منتقل ہوتے ہی دونوں قیدی انٹیلی جنس بیورو کی تحویل میں آجائیں گے۔"

"دوسرا قیدی کون ہے؟" سلطان شاہ نے بے ساختہ سوال کیا۔ جلال کا جواب سن کر ویرا کے ہونٹ جڑے رہ گئے تھے۔

"فالکن ہاؤس کا مقامی چوکیدار بے ضرر اور بے قصور آدمی تھا۔ اسے صرف بے ہوش کیا گیا تھا۔ اب وہ بھی پولیس کی تحویل میں ہوگا۔" میں نے اسے بتایا پھر جلال کی طرف متوجہ ہوگیا "اس کا مطلب یہ ہوا کہ آج رات ڈھائی بجے صدف مینشن آباد ہوجائے گا۔"

"ہمارے دشمنوں اور حریفوں کی مہربانیوں سے وہ کبھی غیر آباد نہیں رہتا۔" جلال نے انکشاف کیا "اس وقت بھی چوپڑا وہاں مقیم ہے۔"

"چوپڑا؟" میں نے چونک کر پوچھا "وہ وہاں کب آگیا؟

Downloaded from https://paksociety.com

تم تو آخر تک اس کے اندرونِ سندھ سفر کی کہانیاں سنا رہے تھے۔"

وہ ہنسنے لگا "کراچی سے صرف ایک گھنٹے کی مسافت پر اندرونِ سندھ کا علاقہ شروع ہوجاتا ہے۔ چوپڑا کو وہاں لے جانا یا وہاں سے لانا کون سا مشکل کام ہے۔"

"پھر بھی انڈین قونصلیٹ والے ہر روز اس سے ملنا چاہ رہے تھے۔ ان کے اسی مطالبے کی وجہ سے تم نے تفتیش کے بہانے اسے کراچی سے دور منتقل کیا تھا۔"

"وقت کے ساتھ ترجیحات بدلتی رہتی ہیں۔ اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔" جلال نے بے فکری سے جواب دیا۔

"بھارتی اس کے بدن پر تشدد کے نشانات دیکھتے ہی شور مچادیں گے۔" اول خان نے خدشہ ظاہر کیا۔

"بھارتی تو کیا' ابھی خود چوپڑا کو علم نہیں ہے کہ اسے کراچی واپس لایا جاچکا ہے۔ ویسے بھی اس پر خفیہ تشدد کیا گیا ہے۔ اس کا بدن بالکل بے داغ ہے۔ تھپڑوں اور کوڑوں پر پڑنے والی پشاوری چپلوں کے نیل مندمل ہوچکے ہیں۔ آئی بی کے آدمی ہر کام انصاف اور قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے کرتے ہیں۔"

"میں آج تک یہ بات نہیں سمجھ سکی کہ انصاف اور قانون کے الفاظ ایک ساتھ کیوں استعمال کیے جاتے ہیں۔" ویرا اچانک بول پڑی "کیا معنوی طور پر یہ دونوں الفاظ یکساں نہیں ہیں؟ دنیا بھر میں قانون ہی انصاف فراہم کرتا ہے۔"

"قانون اندھا ہوتا ہے۔" میں نے اسے سمجھایا "وہ شہادتوں پر چلتا ہے۔ چار جھوٹے گواہ مل جائیں تو ایک بے گناہ پھانسی کے پھندے پر لٹک جاتا ہے۔ شہادت میسر نہ ہو تو قاتل کو باعزت بری کردیا جاتا ہے مگر انصاف اندھا نہیں' دانا و بینا ہوتا ہے۔ وہ شہادتوں پر نہیں' قدرت کے اٹل قوانین پر چلتا ہے۔ انصاف کہتا ہے کہ چوپڑا جیسے پرانے غدار کے بدن کے چیتھڑے اڑا ڈالو۔ قانون مقدمہ چلائے بغیر فیصلہ صادر نہیں کرے گا۔ ہم جیسے لوگ انصاف کے تقاضوں پر عمل کرتے ہیں...."

"لیکن آئی بی قانون کی پوری پوری پاس داری کرتی ہے۔" جلال نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

میں سر ہلا کر رہ گیا۔ اس موضوع پر جلال سے بات کرنا مناسب نہیں تھا۔ حالات کے تحت وہ خود اپنے فیصلے کرتا تھا۔ ونود اس کی تازہ مثال تھا۔

"چوپڑا نے کیا بتایا ہے؟" اول خان نے مضطربانہ لہجے میں سوال کیا۔

"یوں سمجھ لو کہ اس نے اپنا کھایا پیا تک اگل دیا ہے۔ دہشت گردوں کے نیٹ ورک سے اس کے قریبی رابطے رہے ہیں۔ اس نے اسلام آباد اور کراچی میں ہونے والے بم دھماکوں کے تین مجرموں کو بے نقاب کردیا ہے۔ آج رات وہ تینوں حوالات کے قیدی بن جائیں گے۔"

"ان تینوں کی قومیتیں کیا ہیں؟" اول خان کے لیے وہ نکتہ ہمیشہ سے اہم رہا تھا۔

"ایک مسلمان کہا جاتا ہے۔ بقیہ دو را کے تربیت یافتہ ایجنٹ ہیں جو غیر قانونی طور پر سرحد پار کرکے پاکستان میں داخل ہوئے اور پچھلے کئی سالوں سے جعلی کاغذات پر یہاں کے نجی اداروں میں نوکریاں کررہے ہیں۔"

"شاید اس کے اعترافات تازہ ہیں۔ جب ہی وہ تینوں اب تک آزاد پھر رہے ہیں۔" ویرا نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

"وہ سب کچھ بھیل کر بھی خاموش تھا لیکن جب اسے خطرناک برین شاک دیے گئے تو وہ یکایک بولتا چلا گیا۔"

"کیا اس کے دماغ کو برقی جھٹکے دیے گئے تھے؟" اول خان نے حیرت سے پوچھا۔

"یہ نہ کریدو تو بہتر ہے۔ کچھ باتیں ہمارے پیشہ ورانہ رازوں کے زمرے میں آتی ہیں۔ اس کے دماغ کو کرنٹ لگتا تو وہ پاگل ہوکر ناکارہ بھی ہوسکتا تھا۔"

"اے این ایچ نامی کیمیکل کی اسمگلنگ کے بارے میں بھی اس نے اقرار کرلیا ہوگا؟" ویرا نے پوچھا۔

"میں نے کہا نا کہ اس نے کھایا پیا تک اگل دیا ہے۔" جلال نے اپنی بات دہرائی "اس نے سب سے بھیانک بات یہ بتائی ہے کہ کراچی میں بدامنی کی نئی لہر پیدا کرنے کے لیے چار افراد کو مامور کیا گیا ہے۔ چوپڑا نے ان کے نام بتادیے ہیں لیکن وہ ان کی کمین گاہ سے لاعلم ہے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟" میں نے بے ساختہ سوال کیا "وہ دن رات دہشت گردوں سے رابطے میں رہا ہے تو ان کے ٹھکانوں سے بھی ضرور واقف ہوگا۔"

"اس نے جس ہوٹل کی نشان دہی کی تھی' وہاں سے وہ لوگ دو دن پہلے نکل چکے ہیں۔ میرے آدمی ان کی تلاش میں پورا شہر چھان رہے ہیں۔ وہ چاروں را کے بھارتی ایجنٹ ہیں۔ انہیں کسی مقامی کے پاس آسانی سے پناہ نہیں ملے گی۔ وہ جلد ہی پکڑے جائیں گے۔"

"معلوم ہوتا ہے کہ چوپڑا کی گرفتاری کی خبر پاتے ہی انہوں نے اپنا ٹھکانا بدل لیا۔" سلطان شاہ نے پرتشویش لہجے میں کہا۔

Downloaded from https://paksociety.com

"ہر ایجنٹ یہی کرتا ہے۔ خطرہ بھانپتے ہی ٹھکانا بدلنے کی تدبیر سیکڑوں سال پرانی ہے۔" ویرا نے سلطان شاہ کی بات کی اہمیت کم کرنے کے لیے بولنا ضروری سمجھا۔

"اس وقت میرے لیے وہ چاروں سب سے زیادہ اہم ہیں۔ ان پر بروقت ہاتھ ڈال کر ہم کراچی والوں کو بھاری جانی و مالی نقصان سے بچا سکتے ہیں۔ متوقع دہشت گردی کے خطرے سے پولیس کو بھی آگاہ کر دیا گیا ہے۔"

"اگر اس شہر میں خدانخواستہ کچھ ہو جائے تو پھر چوپڑا کو زندہ نہ چھوڑنا۔" سلطان شاہ غصیلے لہجے میں بولا۔

"یہ نہیں ہو سکتا۔" جلال نے اس کا جذباتی مشورہ مسترد کر دیا "وہ ریکارڈ پر آیا ہوا قیدی ہے۔ وہ اہم مہرہ ضرور ہے مگر منصوبہ کسی اور کے دماغ کی پیداوار ہے۔ بس یہ دعا کرتے رہو کہ میرے آدمی جلد از جلد ان لوگوں کے گریبان تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائیں۔"

سلطان شاہ خاموشی سے اپنے ہونٹ ہلا کر رہ گیا۔

بات میں سے بات نکلتی چلی آ رہی تھی مگر چوپڑا کا موضوع بھی تازہ اور بہت اہم تھا۔ میں اس گفتگو کا سلسلہ منقطع نہیں کر سکا۔ اس چکر میں آئی مین والی بات پھر ادھوری رہ گئی تھی۔

"کیا یہ ممکن ہے کہ میں کچھ دیر کے لیے چوپڑا سے تنہائی میں مل لوں؟" اول خان نے جلال سے پوچھا۔

"بے سود ہے۔ تم اس سے ایک بھی نئی بات نہیں اگلوا سکو گے۔ اسے بہت اچھی طرح نچوڑ لیا گیا ہے۔ اس کی کہی ہوئی اہم باتیں میں نے دہرا دی ہیں۔ اس کے بارے میں ہم بعد میں بات کریں گے۔ پہلے ہمیں کل کے بارے میں کچھ طے کر لینا چاہیے۔ میری خواہش ہے کہ یہ غیر رسمی ملاقات کل ہی ہو جائے۔"

"چوپڑا کے بارے میں تمہیں آتے ہی بتا دینا چاہیے تھا مگر تم آخر تک خاموش رہے۔ صدف مینشن کا ذکر چھڑنے پر تمہیں وہ یاد آیا تھا۔" ویرا نے اس سے شکوہ کیا۔

"میرے ذہن پر آئی مین اور جیک کی موت سوار تھی۔" جلال نے اپنی صفائی پیش کی "چوپڑا کا قصہ پرانا ہے۔ اس پر کام ہو رہا ہے۔ نتائج آخر کار تمہارے سامنے آ ہی جاتے۔"

اس کی بات اپنی جگہ پر درست تھی۔ چوپڑا کے بارے میں جو کچھ اس نے بتایا' وہ ہم نے سن لیا تھا۔ اس بارے میں ہم کچھ کرنے سے قاصر تھے کیونکہ چوپڑا سرکاری قیدی تھا۔ اس کے بتائے ہوئے مجرموں کی گرفتاری کے لیے جس نیٹ ورک کی ضرورت تھی وہ ہمارے پاس موجود نہیں تھا۔ آئی بی والے مقامی پولیس کے تعاون سے آسانی سے ان چاروں روپوش مجرموں تک پہنچ سکتے تھے۔ اس وقت ہماری ساری توجہ آئی مین اور اس سے متعلقہ معاملات پر مرکوز رہنی ضروری تھی۔

"کیا تم اس غیر رسمی اجلاس سے کسی ٹھوس نتیجے کی توقع کر رہے ہو؟" اول خان نے وہ سوال کر کے موضوع کا رخ یکسر تبدیل کر دیا۔

"اس سطح پر کوئی ٹھوس نتیجہ حاصل کرنے کی امید نہیں ہے۔ ان سب کی ڈوریاں واشنگٹن سے ہلائی جاتی ہیں۔ جب تک وہاں بیٹھنے والوں کی سوچ تبدیل نہیں ہوگی' کوئی ٹھوس نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا۔ یہ ضرور ہوگا کہ ندامت اور شرمندگی اٹھانے کے بعد یہاں ان کی سرگرمیاں ماند پڑ جائیں۔"

"جان ایش کوف کے فرار اور لیری ہف کے جان لیوا ہارٹ اٹیک کے بعد وہ بالکل خاموش ہو گئے تھے۔" ویرا نے یاد دلایا۔

"وہ مصلحت آمیز خاموشی تھی۔ انہوں نے خود پسپائی اختیار کر کے آئی مین کو آگے بڑھنے کا موقع دیا تھا۔ پتا نہیں وہ مردود کب سے یہاں چھپا بیٹھا تھا۔"

"آئی مین تنہا ہوتا تو بات اتنی سنگین نہ ہوتی۔" میں نے اعتراض کیا "اس وقت سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ایف بی آئی کا ایک ڈپٹی ڈائریکٹر یہاں اس کی پشت پناہی کر رہا تھا۔"

"خط و کتابت میں ہر سوال کا جواب دیا جا سکتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان کے تاثرات کا مشاہدہ کروں۔"

"میں تیار ہوں۔" پندرہ منٹ کے نوٹس پر میں کہیں بھی چل سکتا ہوں۔"

"مجھے امید تھی کہ تم آمادہ ہو جاؤ گے۔ اس بار میں زیادہ لوگوں کو جمع کرنا نہیں چاہتا۔ میٹنگ کے شرکا کی تعداد زیادہ ہو تو بعض اوقات سارے مذاکرات اپنے ہاتھ سے نکل جاتے ہیں۔ ہم دو افراد ہوں گے تو ساری کارروائی ایک ہی رخ پر آگے بڑھتی رہے گی۔"

"مجھے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اس بار میرا رول کیا ہوگا۔" میں نے پیکٹ سے سگریٹ نکالتے ہوئے کہا۔

"تم کو پچھلا تسلسل برقرار رکھنا چاہیے۔ ایس ٹی ایف کے کرنل داور کی حیثیت سے تم لیری سے مل چکے تھے۔"

کسی نئے روپ کے مقابلے میں وہ پرانا بہروپ واقعی بہتر رہتا۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا "تم بتا رہے تھے کہ لیری میری

Downloaded from https://paksociety.com

ذات میں دلچسپی لے رہا تھا۔"

"وہ اس کی ذاتی بات تھی۔ شاید میں نے تمہیں بتا دیا تھا کہ اب بات اس سے بہت آگے نکل چکی ہے۔ امریکی باضابطہ طور پر کرنل داور کا سروس پروفائل مانگ چکے ہیں۔ اس بارے میں یاد دہانی بھی کرائی گئی ہے مگر اعلیٰ سطح پر معذرت کرلی گئی ہے۔"

"میرے بس میں ہوتا تو میں اس ایڈونچر سے ضرور لطف اندوز ہوتی۔ دشمن کے دہانے میں بیٹھ کر اس کی شہ رگ کاٹنے کا تجربہ میرے لیے انوکھا ثابت ہوتا۔"

"اس مرتبہ ڈیٹی کے بجائے تم اجلاس میں چلی جاؤ۔" سلطان شاہ نے طنزیہ لہجے میں اسے مشورہ دیا "وہ تمہاری بے مغز باتوں پر شاید کان بھی نہیں دھریں گے۔ انہیں کرنل داور کی شخصیت نہیں 'ذہانت پسند آئی ہے۔"

"جب دو بڑے بات کررہے ہوں تو بیچ میں بولا نہیں کرتے' خاموشی سے سنتے ہیں۔" ویرا نے اتنی سنجیدگی سے کہا جیسے وہ واقعی کسی بچے کو سمجھا رہی ہو۔

جلال بے ساختہ ہنس پڑا۔ دوسروں نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ ہنسی رکنے سے پہلے جلال نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔

اس کے پاس کام کی کثرت تھی۔ ہمارے انتظار میں اس کے پندرہ بیس منٹ پہلے ہی ضائع ہوچکے تھے۔ مجھے اندازہ تھا کہ فالکن ہاؤس والے کیس کی مقامی پولیس سے آئی بی کی طرف منتقلی کے چکر میں اس کی پوری رات کالی ہوسکتی تھی۔ میں اسے لے کر نکاس کے راستے کی طرف بڑھا تو کسی نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی۔

ہم سب کا باہر جاکر اسے رخصت کرنا مناسب نہیں تھا۔ بلاوجہ وہ پڑوسیوں کی توجہ کا مرکز بن جاتا۔ ہم نے پھاٹک سے باہر جانے کے بجائے اسے گھر کے دروازے سے ہی رخصت کردیا۔

اس کی گاڑی کا انجن خفیف سی آواز کے ساتھ بیدار ہوا اور پھر وہ آواز تیزی سے دور ہوتی چلی گئی۔

"اوہ! ایک اہم بات تو رہ گئی۔" گاڑی کی آواز معدوم ہونے کے بعد ویرا اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر بولی۔

"سر کے بال منڈوا دو۔ یاد داشت بہتر ہوجائے گی۔" سلطان شاہ نے پُرخلوص انداز میں اسے مشورہ دیا۔

"مجھے ضد نہ دلانا۔" ویرا نے اسے گھورتے ہوئے کہا "میں اپنا سر بھی منڈوا دوں گی۔ یورپ کی لڑکیوں میں یہ فیشن آتا جاتا رہتا ہے۔ تم میرے ساتھ چلنے میں تماشا بن کر رہ جاؤ گے۔"

"اپنی تصحیح کرلو۔ اپنی عمر اور تجربے کی بنا پر اب تم لڑکی نہیں رہی ہو' خاتون بن چکی ہو۔" اس بار سلطان شاہ نے دھیمی آواز میں کہا تھا مگر وہ فقرے میرے کانوں سے محفوظ نہیں رہ سکے۔ میں نے کڑی نظروں سے اسے گھورا اور اس نے مجھ سے نظریں چار ہوتے ہی اپنا سر جھکا لیا۔

"تم کو کون سی بھولی ہوئی بات یاد آرہی تھی؟" غزالہ نے ویرا سے پوچھا۔

"کیلی کا کیا حال ہے اور اس سے بازپرس کی ابتدا کب ہوگی۔" ویرا نے اسے بتایا۔

"اس وقت وہ کچھ کہنے کی پوزیشن میں ہوتا تو ضرور کہتا۔" اول خان نے ڈرائنگ روم میں کھڑے کھڑے کہا "آف دی ریکارڈ میٹنگ کا وقت طے ہوجانے کے بعد ہی وہ کسی اور طرف توجہ دے سکے گا۔ اس سے رابطہ ہو تو مجھے ضرور باخبر رکھنا۔ اب میں چلتا ہوں۔"

وہ خوش مزاج اور مجلسی آدمی تھا۔ سب نے ہی اسے روکنے کی کوشش کی مگر وہ رکنے پر آمادہ نہیں ہوا۔ اس کا پورا دن بہت سخت گزرا تھا۔ آنے والے دن کے آثار بھی کچھ اچھے نہیں تھے۔ ہم نے جلال کے بعد اسے بھی رخصت کردیا۔

جلال کی لائی ہوئی خبریں بہت اہم اور امید افزا تھیں۔ ان پر کسی پیش رفت کے لیے اگلے دن کا انتظار ضروری تھا۔ اسے اور جلال کو رخصت کرنے کے بعد میرا ذہن ایک مرتبہ پھر جہانگیر کی طرف بھٹک گیا۔ اگر گھر پر جلال ہمارا منتظر نہ ہوتا تو میں اسی وقت جہانگیر کے گھر جاکر اسے آتش زنی کی بری خبر سنانے کا ارادہ کرچکا تھا لیکن تاخیر ہوجانے کے باعث میں تذبذب کا شکار ہوگیا۔

جہانگیر ان دنوں بسیار نوشی کی جس بری عادت میں مبتلا ہوچکا تھا اس کے پیش نظر غالب امکان یہ تھا کہ وہ اپنے کمرے میں مدہوش پڑا' سلمیٰ کا کھلونا بنا ہوا ہو۔ بس ایک موہوم سی امید یہ کی جاسکتی تھی کہ سلمیٰ کے ماموں' چوہدری عظمت کے ہیروئن کیس میں پکڑے جانے کے بعد جہانگیر کے دل میں رچا ہوا مجرمانہ احساس کمتری ختم ہوگیا تھا۔ سلمیٰ کے نام نہاد معزز گھرانے کی مالی آسودگی کا راز کھلتے ہی جہانگیر اور سلمیٰ کے مراسم برابری کی سطح پر آگئے تھے۔ شاید اس خوشگوار انقلاب کی وجہ سے جہانگیر نے زیادہ نہ پی ہو اور میاں بیوی ہنس بول رہے ہوں۔

میں نے اس بارے میں کچھ دیر تک سوچا اور پھر جہانگیر کو فون کرنے کا ارادہ کرکے اپنے کمرے میں چلا گیا۔

Downloaded from https://paksociety.com

دوسری گھنٹی پر سلمٰی نے میری کال وصول کی اور میری آواز سنتے ہی فون پر چہکنے لگی "آج کل اٹھتے بیٹھتے میرے دل سے تمہارے لیے دعائیں نکلتی ہیں۔ تم نے ان کو گھر میں محدود کرکے میرے اوپر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ دو تین دن میں یہ بالکل ہی بدل گئے ہیں۔"

"اتنی تعریفیں نہ کرو کہ میرا دماغ خراب ہوجائے۔ ذرا جہانگیر سے میری بات کرا دو۔ وہ کہاں ہے؟" میں نے کسی خوش دلی کا مظاہرہ کرنے کے بجائے اپنے لہجے میں گہری سنجیدگی برقرار رکھی۔ میری خواہش تھی کہ میرے زبان کھولنے سے پہلے وہ اندازہ لگالے کہ میرے پاس اسے یا جہانگیر کو سنانے کے لیے کوئی اچھی خبر نہیں تھی۔

میری توقع پوری ہوئی۔ میرے کانوں میں سلمٰی کی چونکی ہوئی آواز گونجی "کیا بات ہے، تمہاری آواز سے سنجیدگی بلکہ اداسی جھلک رہی ہے۔ کیا آج کسی سے لڑ کر آئے ہو۔"

"بس کچھ ایسا ہی سمجھ لو۔" میں نے اسے مبہم سا جواب دیا "ہر روز آدمی کے ستارے یاوری نہیں کرتے۔ تم نے جہانگیر کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔"

"وہ ڈرائنگ روم میں ٹیلی وژن کے سامنے پاؤں پسارے بیٹھے ہیں۔ میں انہیں ابھی بلاتی ہوں۔ پہلے تم مجھے بتاؤ کہ کیا ہوا ہے۔ آج کل دکان تم ہی چلا رہے ہو۔ وہاں سب خیریت ہے نا؟"

وہ میری توقع سے زیادہ ہوشیار نکلی۔ اس نے براہِ راست ایک نازک سوال کرکے میری مشکل آسان کردی تھی۔ میں نے بوجھل آواز میں کہا "خیریت ہوتی تو میں اس وقت فون نہ کرتا۔ وقت برباد کرنے کے بجائے جہانگیر کو بلادو۔ وہ میری بات آسانی سے سمجھ سکے گا۔"

"توبہ ہے میری۔ کبھی کبھی تم دونوں ایسی الجھی ہوئی باتیں کرتے ہو کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ تم ہولڈ کرو۔ میں انہیں بلاتی ہوں۔"

میں ریسیور کان سے لگائے جہانگیر کی آواز کا منتظر تھا کہ غزالہ نے کمرے میں داخل ہو کر دروازہ اندر سے بولٹ کرلیا۔ میں نے سمجھ لیا کہ وہ ان دونوں کو شب بخیر کہہ کر اپنے کمرے میں آئی تھی۔ میں کسی کی مداخلت کے خوف کے بغیر فون پر بات کرسکتا تھا۔

"جہانگیر کو خبر کرنی ضروری ہے۔" غزالہ کے آنکھوں ہی آنکھوں میں پوچھے جانے والے سوال کے جواب میں، میں نے ریسیور پر ہاتھ رکھے بغیر کہا "سلمٰی اسے بلانے گئی ہے۔"

"اس وقت وہ اپنی دنیا میں مگن ہوگا۔ آپ کی کوئی بات اس کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔" غزالہ یہ کہتی ہوئی باتھ روم میں چلی گئی۔

اسی لمحے جہانگیر فون پر آگیا "تم کہاں ہو؟ میں شام سے تمہارے فون کا انتظار کررہا تھا۔ سلمٰی بتا رہی ہے کہ اس وقت تم پریشان ہو۔"

"تمہاری بیوی پیٹ کی بہت ہلکی ہے۔" میں نے مصنوعی ناراضگی سے کہا "اس نے ذرا سی دیر میں تمہارے کان بھردیے۔"

"کان نہیں بھرے۔ اس نے جو محسوس کیا، مجھے بتادیا۔ آج کل ہم دونوں کے تعلقات بہت اچھے ہوگئے ہیں۔" اس کی دبی دبی آواز آئی۔

"میں نے شاید تم سے پہلے بھی کہا تھا اور اب پھر اپنی بات دہرا رہا ہوں کہ میری وجہ سے تمہارا جو بھی نقصان ہوا یا ہوگا، اسے میں اپنی جیب سے پورا کروں گا۔" میں نے اسے حقیقت سے آگاہ کرنے کے لیے تمہید باندھنی شروع کی مگر اس نے مجھے آگے نہیں بولنے دیا۔

"نفع نقصان کو جہنم میں ڈالو۔ یہ تو چلتا ہی رہتا ہے۔" اس کے خوشگوار لہجے سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اس نے میری بات کو کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔ لمحہ بھر کے توقف کے بعد اس نے اپنی بات جاری رکھی "اب تم سے کیا پردہ۔ تم کو معلوم ہے کہ میرے باپ نے کوئی ورثہ نہیں چھوڑا تھا۔ تمہاری طرح میں بھی کنگال تھا۔ میں نے جو کچھ کمایا ہے، کالے دھندے سے کمایا ہے۔ اس میں سے کچھ مال برباد ہوجائے تو مجھے ذرا بھی ملال نہیں ہوگا۔ تم بات بتاؤ کہ ہوا کیا ہے۔"

"یہ تمہاری فراخ دلی اور بڑائی ہے مگر میری پیشکش اپنی جگہ قائم ہے۔ میں تمہارا ہر نقصان پورا کروں گا۔" میں اسے اصل واقعہ بتانے کی ہمت نہیں کرپا رہا تھا۔

"مجھے معلوم ہے کہ تمہارے لاکھوں ڈالر سلمٰی کی تجوری میں موجود ہیں لیکن تمہارا بھائی بھی کچھ کم مالدار نہیں ہے۔ اب منہ سے کچھ پھوٹو کہ ہوا کیا ہے۔ فارمیسی لٹ گئی یا وہاں ڈاکا پڑا ہے؟"

"خطرات حد سے زیادہ بڑھتے جارہے تھے۔ جانی نقصان کا خطرہ سر پر منڈلاتا دیکھ کر میں نے آج دوپہر کو تمہاری دکان پر تالے ڈلوا دیے تھے مگر آئی مین کمینہ خصلت ثابت ہوا۔ اس نے اپنی پے در پے ناکامیوں سے جھلّا کر، کرائے کے آدمیوں سے کچھ دیر پہلے فارمیسی کو آگ لگوا دی۔ میں ابھی

Downloaded from https://paksociety.com

وہیں سے آرہا ہوں۔"

"میرا کیا گیا؟ سالے نے شی کے مال کو آگ لگوائی ہے۔ مال حرام بود' بجائے حرام رفت۔ وہاں چھ سات لاکھ سے زیادہ کا اسٹاک اور فرنیچر نہیں تھا۔ اس کی مجھے پروا بھی نہیں ہے۔ یہ بتاؤ کہ اس آگ میں کوئی جلا تو نہیں۔ دکان کی اوپر والی منزل پر ایک بڑی فیملی رہتی ہے۔"

"کسی کے جلنے کے بارے میں ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا۔" میں نے دانستہ جھوٹ بولا "میں نے اتنا ضرور دیکھا ہے کہ اس دکان کی دونوں منزلیں جل کر کوئلہ ہوگئی ہیں۔"

"بہت اچھا ہوا کہ تم نے مجھے بتادیا۔ اب بے فکر ہو کر سوجاؤ۔ میں بھی سکھ کی نیند سوؤں گا۔ جب سے فارمیسی شروع کی تھی' روپوں اور پیسوں کے خواب آنے شروع ہوگئے تھے۔ میں منیر اور قمر کو کل ہی دو چار مہینوں کی تنخواہیں دے دوں گا۔ جب مالک جائداد دکان بنوا دے گا تو سوچوں گا کہ کیا کرنا ہے۔"

میرے لیے جہانگیر کی وہ دریا دلی حیران کن تھی۔ میں نے کبھی بھول کر بھی نہیں سوچا تھا کہ وہ اتنے کھلے دل کا مالک ہوگا۔ اس سے میری دوستی بہت پرانی اور گہری تھی لیکن اس سے ذاتی طور پر کبھی مالی لین دین کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی۔ دوسری بڑی بات یہ تھی کہ اسے اپنے اثاثوں پر کوئی گھمنڈ نہیں تھا۔ اس نے کسی عار کے بغیر اپنی آمدنی کے ذرائع کا کھلا اعتراف کرلیا تھا۔ میرے لیے اس کے اس اعتراف کی بس اتنی اہمیت تھی کہ اس نے میرے سامنے کوئی بھرم رکھنے کی کوشش نہیں کی تھی' اپنی زبان سے وہ بات دہرا دی تھی جو پہلے سے میرے علم میں تھی۔

"مجھے ڈر تھا کہ دکان کو آگ لگنے کا صدمہ تمہارے لیے ذہنی جھٹکے کا سبب بنے گا۔" میں نے کہا۔

"اگر وہ تمہیں دکان میں بند کرکے آگ لگواتا تو شاید میرا ذہنی توازن ہی برقرار نہ رہتا۔ دکان کی مجھے پروا نہیں ہے۔ تم دعا کرو کہ اس آگ نے کسی کی گودنہ اجاڑی ہو۔"

میں نے اسے فون کرنے سے پہلے ذہنی تیاری کرلی تھی کہ اس کی کس بات کے جواب میں مجھے کیا جھوٹ بولنا تھا لیکن جہانگیر کی بے نیازی کے سامنے میری وہ تیاری دھری کی دھری رہ گئی تھی۔ اس نے کچھ پوچھا اور نہ مجھے کوئی بہانہ تراشنے کی ضرورت پیش آئی۔

"پوری تفصیل صبح کے اخباروں سے ہی معلوم ہوگی۔ دکان کا حشر دیکھنے کے بعد میں فکرمند ہوگیا تھا کہ تمہیں یہ خبر کیسے سناسکوں گا۔"

"سنو! جب تک گھر والی سے اَن بن رہتی تھی' گھر کاٹنے کو دوڑتا تھا۔ وقت گزاری کے لیے مجھے مجبور ہو کر فارمیسی کے بارے میں سوچنا پڑا۔ ایمان داری سے کام لیا تو روپیہ روپیہ کرکے شام تک چند سو روپے کا منافع جمع ہوتا تھا۔ جعلی دوائیں بیچے بغیر خرچے پورے کرنے مشکل تھے۔ اس دھندے کو تم نے سلمٰی سے مل کر بند کرا دیا' سچ پوچھو تو مجھے دو چار ہزار روپے روزانہ کی آمدنی کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ بینک سے ہر مہینے ڈیڈ پر اتنا سود مل جاتا ہے کہ آرام سے گزر بسر ہورہی ہے۔"

وہ ایک بے تکلف دوست اور ساتھی کی کھلی کھلی باتیں تھیں جو کسی اور ذریعے سے کبھی سامنے نہیں آسکتی تھیں۔ لوگ چور بازاری کرکے ہزاروں بلکہ لاکھوں کماتے ہیں اور بنکوں کا حساب بتاتے ہیں۔ بنکوں سے سود کماتے ہیں اور اسے توڑ مروڑ کر نفع کا نام دینے کی ناکام کوششیں کرتے ہیں۔ اس حمام میں ہر ایک سترپوش بننے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک جہانگیر ایسا نر تھا جو میرے سامنے ننگا ہورہا تھا۔ اسے اپنی کسی برائی کو تسلیم کرنے میں کوئی عار نہیں تھا۔

"اس کا مطلب ہے کہ آج کل تم گھر میں موج اڑا رہے ہو!" دل کا بوجھ ہلکا ہوجانے کے بعد میں نے مزاحیہ لہجے میں کہا۔

"ایسی ویسی موج.... یوں سمجھو کہ شادی کا لطف اب پہلی بار آیا ہے۔ اس کا سارا کریڈٹ تم کو جاتا ہے۔ تم نے اس سالے' ماموں عظمت کو رنگے ہاتھوں نہ پکڑوایا ہوتا تو اپنی سلمٰی بیگم آج بھی اپنی ناک پر مکھی نہ بیٹھنے دیتیں اور میری زندگی عذاب بنی رہتی۔"

"اب تم خوش ہو کہ تم نے ہیروئن کی بہتی گنگا میں ہاتھ دھوئے تو تمہارا سسرالی گھرانا بھی اسی میں اشنان کررہا تھا۔"

"واہ! کیا بات کی ہے تم نے!" جہانگیر پھڑک اٹھا "کبھی بات نکلی تو میں یہ جملہ سلمٰی کو ضرور سناؤں گا۔"

"حماقت کی ضرورت نہیں' وہ مجھ سے بدگمان ہوجائے گی۔" میں نے سنجیدگی سے اسے ڈانٹا۔

"تم سے کیوں بدگمان ہوگی۔ میں اسے یہ تھوڑی بتاؤں گا کہ یہ بات تم نے مجھے سجھائی ہے۔ وہ اس جملے کو میرے دماغ کی پیداوار سمجھ کر سناٹے میں رہ جائے گی۔"

میرا ذہن مسلسل اس کی بے اندازہ فیاضی اور فراخ دلی میں الجھا ہوا تھا۔ میں نے اچانک خیال آنے پر چونک کر اس سے پوچھا "مجھے ایک بات بتاؤ کہ تم نے دکان کا بیمہ تو نہیں کرایا ہوا تھا۔"

Downloaded from https://paksociety.com

"بڑی بڑی پارٹیوں کے سوا کوئی انشورنس نہیں کراتا یا پھر وہ لوگ مجبور ہوجاتے ہیں جو اپنے اسٹاک وغیرہ پر بینکوں سے قرض لیتے ہیں۔ میرا شروع سے ایمان داری سے کام کرنے کا ارادہ تھا اس لیے میں نے یہ فالتو خرچ نہیں پالا تھا۔ تمہیں اچانک یہ خیال کیوں آگیا۔"

"ایسے ہی پوچھ لیا۔ بیمہ ہوتا تو تمہارا نقصان بڑی حد تک پورا ہوسکتا تھا۔"

"لعنت بھیجو اس نقصان پر۔ میں دوستی کی خاطر اس سے بڑا نقصان برداشت کرسکتا ہوں۔ کہیں تم یہ تو نہیں سوچ رہے کہ میں بیمے کی وجہ سے دکان کی طرف سے بے فکر ہوں۔"

وہ بالکل ہی بے مغز نہیں تھا۔ اس نے میرے دل کی بات پکڑلی تھی۔ میں نے زبردستی ہنستے ہوئے کہا "ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ ویسے بھی تمہارا نقصان دوستی کی خاطر نہیں' دشمنی کی وجہ سے ہوا ہے۔"

"آئی مین قابو سے باہر ہوا جارہا ہے۔ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ تم نے بروقت مجھے دکان سے نہ ہٹایا ہوتا تو کیا ہوتا۔"

"وہ بہت آسانی سے تمہیں اپنے چنگل میں لے لیتا۔ وہ اس قدر خود غرض آدمی معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں بلیک میل کرنے سے بھی دریغ نہ کرتا۔"

"آخر اس کا قصہ تمام ہوگا یا یہ ہمارے لیے یوں ہی عذاب بنا رہے گا۔"

"بس یہ سمجھ لو کہ اس کے دن گنے جاچکے ہیں۔ صبح کے اخبار دیکھو گے تو تمہاری آنکھیں کھل جائیں گی۔"

"کئی دنوں سے اخبار اس کے خلاف خاصا زہر اگل رہے ہیں۔ وہ اب تک اپنی لیزر گن سے دو آدمیوں کو ہلاک کرچکا ہے۔"

"تم میرے لیے دعا اور اس کے لیے بددعا کرتے رہو۔ کسی بھی وقت اچھی خبر سننے کو مل سکتی ہے۔"

آئی مین کا تصور اس کے لیے خوف آور اور تکلیف دہ تھا۔ وہ خاصی دیر تک اس کے بارے میں بات کرتا رہا۔ میں اس کی دل جوئی کی خاطر اس کے ہر سوال کا جواب دیتا رہا۔ آخر کافی دیر بعد ہماری گفتگو کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔

○☆○

اگلے دن کے اخبار میں فالکن ہاؤس میں پیش آنے والے خون ریز واقعے کی خبر پہلے صفحے پر جلی سرخیوں سے چھاپی گئی تھی جس میں شہر میں ہونے والی مزید خوں ریزی کا ذمے دار پراسرار آئی مین کو ٹھہراتے ہوئے تین امریکیوں کی ہلاکت کو نمایاں انداز میں اچھالا گیا تھا۔

وہ خبر میرے لیے دلچسپی کا مرکز تھی۔ میں نے ابتدا سے آخر تک پوری تفصیل پڑھ ڈالی۔ اخباری اطلاعات میں تین تبدیلیاں بہت نمایاں تھیں۔ ایس ٹی ایف کے کردار کو پولیس سے بدل دیا گیا تھا۔ تینوں مقتولین کے ناموں اور شناخت کے اظہار سے یکسر گریز کرتے ہوئے انہیں تین نامعلوم غیر ملکی قرار دیا گیا تھا۔ سیاہ فام غیر ملکی کی لیزر گن سے ہلاکت کو آئی مین کے سر تھوپ دیا گیا تھا۔ اخبار میں سب کچھ وہی تھا جو میں چاہتا تھا۔

مرنے والے تینوں افراد کی شناخت چھپنے والی نہیں تھی۔ ان میں سے کسی مرنے والے کی تحویل سے کوئی ایسا کاغذ برآمد نہیں ہوا تھا جس سے اس کی شناخت پر روشنی پڑتی اس لیے ان کے ناموں کی اشاعت التوا میں ڈال دی گئی تھی۔ یہ بات یقینی تھی کہ دن طلوع ہونے کے بعد امریکی حکام اپنے اثر و رسوخ سے کام لیتے ہوئے سرکاری اسپتال کے مردہ خانے پہنچتے اور تینوں لاشوں کو شناخت کرکے اپنے ساتھ لے جاتے۔ مرنے والوں کے نام اگلے دن ان ہی کے حوالے سے منظرعام پر لائے جاسکتے تھے۔

"شاندار خبریں ہیں۔" ویرا نے اخبار دیکھ لینے کے بعد مسرت آمیز لہجے میں کہا "رات کو جلال نے پریس ریلیز کی بات کی تھی تو مجھے اندازہ نہیں تھا کہ اس کے لیے اس قدر بھرپور اور جامع مضمون تیار کیا گیا ہوگا۔ اخبار میں آئی مین کے فرار ہوجانے کا ذکر موجود ہے مگر کیلی یا چوکیدار کی گرفتاری کا تذکرہ سرے سے گول کردیا گیا ہے۔"

"یہ بھی آئی بی والوں کی کوئی مصلحت ہوسکتی ہے۔ ان کے ہمدرد ایک دو روز تک یہ سوچ کر خاموش رہیں گے کہ شاید کیلی بھی کسی طرف فرار ہوگئی ہو اور مطلع صاف ہونے پر اپنے کسی طے شدہ ٹھکانے پر پہنچ جائے۔" میں نے خیال ظاہر کیا۔

اس وقت تک سلطان شاہ بیدار نہیں ہوا تھا اور غزالہ کچن میں مصروف تھی۔ میں ویرا کے ساتھ ناشتے کے انتظار میں میز پر بیٹھا ہوا تھا۔

"یہ نہ کہو۔ تم نے بتایا تھا کہ کیلی' آئی مین کے پیچھے دیوار چڑھ رہی تھی۔ گولی لگتے ہی وہ چیخ مار کر گری تھی۔ آئی مین کو اندازہ ہوگیا ہوگا کہ زخمی ہوجانے کے بعد وہ فرار میں اس کا ساتھ نہیں دے سکے گی۔ آئی مین نے اپنے ہمدردوں کو یہ بات بھی بتادی ہوگی۔"

"ضرور بتائی ہوگی۔" میں نے اعتراف کیا "مگر وہ بد

Downloaded From https://paksociety.com

حواسی کے عالم میں تیزی سے فرار ہوا تھا۔ اسے یہ خوش فہمی ہوسکتی ہے کہ شاید کیلی زخم کھانے کے بعد کسی اور سمت میں فرار ہوگئی ہو۔ یہ محض میرا اندازہ ہے ورنہ گرفتاریوں کا ذکر گول کرنے کا اصل مقصد پریس ریلیز تیار کرنے والے ہی جانتے ہیں۔"

"اب تم راہ پر آئے ہو۔ پہلے اس طرح بات کررہے تھے جیسے ان دونوں نے تم سے مشورہ کرکے فرار کا منصوبہ بنایا ہو۔" ویرا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اب دیکھنا ہے کہ جلال کا فون کب آتا ہے۔" میں نے دھیرے سے کہا۔

ناشتے کے دوران میں اس موضوع پر غزالہ سے بھی سیر حاصل تبادلہ خیال ہوا۔ اس کی نپی تلی رائے تھی کہ اس مرحلے پر محدود خبروں کا جاری ہونا ہی سب سے بہتر تھا تاکہ ہمارے حریف غیر یقینی اور ہیجانی کیفیت میں مبتلا رہیں اور ان کی طرف سے غلطیوں کے ارتکاب کا امکان برقرار رہے۔

دس بجے جلال کا فون آگیا۔ اس کا ڈرائیور مجھے لینے کے لیے نکل چکا تھا۔ میری دانست میں اس کا یہ تکلف غیر ضروری تھا۔ اس کی ہدایت پر میں ذرا سی دیر میں شہر کے کسی بھی حصے میں پہنچ سکتا تھا۔ اس نے بتایا کہ وہ کوئی تکلف یا اہتمام نہیں تھا۔ میں اپنی گاڑی میں اس کے مطلوب مقام تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ وہ عمارت شہر کے انتہائی حساس اور ممنوعہ علاقے میں واقع تھی۔

پچھلی رات اس سے روبرو ملاقات میں دوسری باتوں کے درمیان' میں یہ پوچھنا بھول ہی گیا تھا کہ امریکی عہدے داروں سے اس کی مجوزہ ملاقات میں گفتگو کا ایجنڈا کیا ہوگا۔ میرے لیے پہلے سے یہ جاننا بہت ضروری تھا تاکہ میں پہلے سے کچھ ذہنی تیاری کرسکوں۔ میرے استفسار پر اس نے اختصار کے ساتھ اپنی حکمتِ عملی بیان کردی۔ اس سے گفتگو ختم ہوتے ہی میں تیار ہونے کے لیے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ مجھے دونوں عورتوں کو کچھ بتانے کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی۔ انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ مجھے جلال کے پاس پہنچنا تھا۔

تھوڑی دیر بعد جلال کا ڈرائیور گاڑی لے کر آپہنچا اور میں اس کے ساتھ روانہ ہوگیا۔

ڈرائیور آئی بی کا باقاعدہ ملازم اور جلال کے اعتماد کا آدمی تھا لیکن اس سے کسی نازک موضوع پر بات کرنا مناسب نہیں تھا۔ وہ سفر خاموشی سے طے ہوتا رہا۔ گاڑی گلشن اقبال سے نیشنل اسٹیڈیم کی طرف مڑی اور کارساز روڈ پر ہولی۔

چند منٹ کے مختصر سے سفر کے بعد گاڑی بحریہ کے ایک زمینی مستقر کے پھاٹک کے سامنے رکی تو مجھے اندازہ ہوا کہ احلاس کا مقام میری قیام گاہ سے بہت قریب تھا۔ پھاٹک پر بحریہ کے ایک چاق وچوبند گن مین نے ڈرائیور کا کارڈ دیکھا اور گاڑی کے اندر داخلے کے لیے پھاٹک کھول دیا۔

کارساز روڈ سے اس پھاٹک میں داخل ہوتے ہی کشادگی' نفاست اور ڈسپلن کی ایک نئی دنیا نظر آئی جہاں رہنے بسنے والوں کے قرینے ہی مختلف تھے۔ کئی دفتری عمارات کے سامنے سے گزرنے کے بعد ڈرائیور نے گاڑی ایک طرف موڑی اور ایک پرشکوہ سہ منزلہ عمارت کے پورچ میں لے جاکر روک دی جہاں پختہ گزرگاہ کے اطراف میں زمین اور گملوں میں سجے ہوئے سبزے اور پھولوں کی حیرت انگیز بہتات تھی۔ میں جیسے ہی... دروازہ کھول کر نیچے اترا' برآمدے سے جلال لپک کر میری طرف بڑھ آیا۔

"وہ دونوں مقررہ وقت سے پہلے ہی پہنچے ہوئے ہیں۔" اس نے پرتپاک انداز میں میرا استقبال کرتے ہوئے سرگوشی کی۔

"ان کے لیے ایک ایک پل گزارنا دوبھر ہورہا ہوگا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آج وہ بے بس ہیں۔ انہیں بری طرح رگڑ دینا ہے۔" اس نے مجھے یاد دلایا۔

میں خاموش رہا۔ ان لوگوں پر بلا سبب چڑھائی نہیں کی جاسکتی تھی۔ یہ دیکھنا ضروری تھا کہ دوران گفتگو وہ کیا موقف اور رویہ اختیار کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں جلال کے جذبات میرے لیے قابل فہم تھے۔ میں خود بھی ان کا ہمدرد نہیں تھا مگر ہم کو ان پر دیکھ بھال کر ہاتھ ڈالنا تھا۔

اس بار کسی لمبے چوڑے کانفرنس ہال کے بجائے ایک کشادہ کمرے کا انتخاب کیا گیا تھا جو شاید چھوٹی موٹی رسمی ملاقاتوں کے لیے ڈرائنگ روم کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ کمرا ائرکنڈیشنڈ اور خاصا آراستہ تھا۔ ہم سے پہلے دو تجربے کار سفید فام وہاں موجود تھے۔

جلال ان سے پہلے مل چکا تھا۔ وہ مجھے ساتھ لے کر اندر داخل ہوا تو دونوں امریکیوں کو اخلاقاً اپنی جگہ سے اٹھنا پڑا۔ مجھے خوشی ہوئی کہ مجھے ان پر ابتدا سے ہی نفسیاتی برتری حاصل ہوگئی تھی۔ وہ بہت معمولی سا نکتہ تھا لیکن اپنی جگہ پر اس کی بڑی اہمیت تھی۔

جلال نے پروگرام کے مطابق مجھے کرنل داور کی حیثیت میں ان سے متعارف کرایا۔ ان میں سے ایک کا نام نام پیٹرک اور دوسرے کا نک ہاروے تھا۔ وہ دونوں ایف بی آئی

Downloaded from https://paksociety.com

اور سی آئی اے کے مقامی نمائندے تھے جو بظاہر قانونی حدود میں رہ کر اپنے فرائض سرانجام دیتے تھے۔

"مجھے تم سے مل کر خوشی ہوئی۔" ایف بی آئی کے نک نے مجھ سے گرمجوشی سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا "میں نے اسپیشل ٹاسک فورس کا بہت شہرہ سنا ہے۔ مجھے اشتیاق تھا کہ اس کے کسی ذمے دار افسر سے مل سکوں۔ آج میری یہ خواہش پوری ہو رہی ہے۔"

"مجھے بھی خوشی ہوئی۔" میں نے کسی جوابی گرمجوشی کے مظاہرے کے بغیر سرد مہری سے جواب دیا "کچھ دن پہلے ایک آف دی ریکارڈ اجلاس میں تمہارے چیف کلرک لیری ہف سے ملاقات ہوئی۔ یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ وہ ایک ہارٹ اٹیک میں مرگیا۔ زندہ ہوتا تو شاید آج وہ بھی تمہارے ساتھ آیا ہوتا۔"

میرے اس جارحانہ تبصرے پر نک نے نگاہیں بھر کر میری طرف دیکھا اور اس کے ہونٹوں سے مسکراہٹ کافور ہوگئی "طبی رپورٹ کے مطابق اس کی موت ہارٹ اٹیک کا نتیجہ تھی لیکن اس کے فون کا ریسیور کریڈل سے گرا ہوا تھا۔ یہ بات ابھی تحقیق طلب ہے کہ اسے آخری فون کس نے کیا تھا۔ اس کی موت پراسرار حالات میں واقع ہوئی تھی۔ ہوسکتا ہے کہ کسی نے اسے فون پر کوئی خوفناک دھمکی دی ہو اور لیری یہ جھٹکا برداشت نہ کرسکا ہو۔"

باتیں کرتے ہوئے ہم اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ چکے تھے۔ میرا خیال تھا کہ لیری ہف کی موت قصہ پارینہ بن چکی تھی لیکن اس کے ساتھیوں کے سینوں میں وہ زخم ہرا تھا۔ وہ اتنے بے وقوف نہیں تھے جتنے سمجھے جاتے تھے۔ نک نے کچھ معلوم نہ ہونے کے باوجود لیری کی موت کے بالکل صحیح سبب کی نشان دہی کی تھی۔

"میں تمہاری اس رائے سے متفق نہیں ہوں۔" جلال نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے نک سے کہا "کسی سیکرٹ سروس میں کام کرنے والا اتنا بزدل نہیں ہوسکتا کہ فون پر دھمکی ملتے ہی تڑپ کر لوٹ لگائے اور اپنی جان دے دے۔ لیری فطری موت مرا تھا۔"

جلال کے اس بے رحمانہ تبصرے پر میرا دل باغ باغ ہوگیا۔ اصل گفتگو کا آغاز نہیں ہوا تھا اور نک دباؤ میں آچکا تھا۔

"تم مبالغے سے کام لے رہے ہو۔" نک سٹپٹا کر رہ گیا تھا۔ ٹام نے اس کی مدد کے لیے بات سنبھالنے کی کوشش میں جلال سے کہا "اس کی موت اتنی ڈرامائی اور ہتک آمیز بھی نہیں رہی ہوگی۔ یہ بات یقینی ہے کہ اس کی موت کا آخری فون سے کوئی نہ کوئی گہرا تعلق تھا۔ ہم بہت جلد اس کا کھوج لگالیں گے۔"

"میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ وہ میرا ہم پیشہ تھا۔ اس کی موت پر مجھے دکھ ہوا تھا۔" جلال نے منافقت سے کام لیتے ہوئے ہمدردی ظاہر کی۔

"دراصل پچھلے کافی عرصے سے پاکستان کی فضا امریکی اہلکاروں کو راس نہیں آرہی۔ یہ حقیقت اب تشویش ناک رخ اختیار کرگئی ہے۔" نک نے سنبھل کر کہا۔

"صرف پاکستان نہیں، بھارت بھی اس صف میں شامل ہے۔" میں نے اس کی تصحیح کی "پہلے اوبرائن ڈی ہنٹ ٹریفک کے ایک مشتبہ حادثے میں، دہلی میں مارا گیا پھر حال ہی میں دہلی کے ایک ہوٹل کے کمرے سے جان اسمتھ کی لاش برآمد ہوئی ہے۔ دہلی کی فضا میں بھی تمہارے افسران زیادہ محفوظ نہیں ہیں۔"

"ہم لوگوں کے بارے میں تمہارا حافظہ قابلِ رشک ہے۔" ٹام نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا "مناسب وقت آنے پر ان کی کہانیاں بھی بے نقاب ہوں گی۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بادل کہیں سے اٹھتے ہیں اور برسات کہیں اور ہوتی ہے۔ را کے ذمے دار افسروں کا خیال ہے کہ جان، نریش اور انل کا خون تمہاری طرف سے بھیجے ہوئے تجربے کار قاتلوں کی گردن پر ہے۔"

"پاکستان اور بھارت میں روز اول سے روایتی دشمنی چلی آرہی ہے۔ وہ ایسے گمراہ کن اشارے دے سکتے ہیں۔" جلال بولا "ان کے یہاں کسی اہم آدمی کو چھینک بھی آتی ہے تو وہ پاکستان پر شبہ کرنے لگتے ہیں۔ وہ لوگ پاکستان فوبیا کا شکار ہوچکے ہیں۔"

"یہ متنازع موضوعات ہیں۔" نک نے خشک لہجے میں کہا۔ "ہم ان میں الجھ گئے تو وقت برباد ہوگا۔ آج کے اس اجلاس کا ایجنڈا کیا ہے؟"

"آج کے لیے فالکن ہاؤس کے سوا اور کیا ایجنڈا ہوسکتا ہے!" جلال نے سنجیدگی سے کہا۔

"وہاں جو کچھ ہوا، وہ بہت تباہ کن ثابت ہوسکتا ہے۔ واشنگٹن میں...." ٹام نے بات شروع کی مگر میں نے ترشی سے اس کی بات کاٹ دی۔

"کیا تم کوئی دھمکی دینے کی کوشش کررہے ہو؟"

"یہ دھمکی نہیں، حالات کا بیان ہے۔" ٹام کا لہجہ یکایک نرم پڑگیا "تم مجھ سے اتفاق کرو گے کہ امریکا اور پاکستان کے

Downloaded from https://paksociety.com

درمیان سرکاری سطح پر مفاہمت اور دوستی کی سازگار فضا پائی جاتی ہے۔ ایسے واقعات سے یہ فضا مجروح ہو سکتی ہے۔"

"مائی ڈیر ٹام! سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسے واقعات کیوں رونما ہوتے ہیں؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"یہ جواب تم کو بلکہ جلال کو دینا چاہیے۔ تم قانون سے ماورا ہو۔ جلال ایک قانونی ڈسپلن کا پابند ہے۔" مجھ سے بات کرتے کرتے وہ یکایک جلال کی طرف متوجہ ہو گیا "اس ملک میں تمہارا قانون چلتا ہے۔ تم اس کے نفاذ کے ذمے دار ہو۔ تم کو بتانا چاہیے کہ یہاں غیر ملکیوں اور خاص طور پر امریکیوں کو تحفظ کیوں حاصل نہیں ہے۔"

میں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کیا۔ ٹام کا مجھ سے بات کرتے کرتے یکایک جلال سے مخاطب ہو جانا ہتک آمیز تھا۔ وہ مسلسل جلال کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ چند ثانیوں کے گہرے اور اعصاب شکن سکوت کے بعد میں نے زبان کھولی "بنیادی سوال میرا تھا اس لیے تمہاری بات کا جواب میں ہی دوں گا۔ ایس ٹی ایف قانون سے ماورا ضرور ہے مگر قانون کو پامال نہیں کرتی۔ امریکی ادارے اپنے ملک اور دوسرے ملکوں کے قوانین کو پامال کر کے اپنی من مانیاں کرتے ہیں جس سے بڑی خرابیاں جنم لیتی ہیں۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ کل رات تمہارا ڈپٹی ڈائریکٹر فالکن ہاؤس میں کیا کر رہا تھا۔"

"وہ وہاں جو کچھ بھی کر رہا ہو، کسی کو یہ حق نہیں تھا کہ اسے جان سے مار دے۔" اس نے میرے سوال کا جواب ٹالتے ہوئے کہا۔

"میں تم سے اتفاق کرتا ہوں۔" میں نے سرکی تائید جنبش کے ساتھ کہا "مجرم کبھی کسی اتھارٹی سے اپنے جرم کے ارتکاب کی اجازت نہیں لیتے۔ وہ جو چاہتے ہیں گزر کرتے ہیں۔ کیا نیویارک اور واشنگٹن میں قتل اور ڈکیتیوں کی وارداتیں نہیں ہوتیں۔ سارے مجرم وفاق یا ریاست سے اجازت لے کر جرائم کرتے ہیں؟"

"جان اور ڈیلٹا فورس کے دو کمانڈوز کا خون بہت بھیانک ہے۔ ہمارے لوگ ہل کر رہ گئے ہیں۔" نک نے متاسفانہ لہجے میں کہا۔

"شاید سرکاری سطح پر کبھی علم نہ ہو سکے کہ وہ تینوں فالکن ہاؤس میں کیا کر رہے تھے۔ میں ان کی آف دی ریکارڈ مصروفیات کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔" جلال نے اپنا مطالبہ پیش کر دیا۔

"اور شاید آج کے اجلاس کا یہی مقصد ہے!" نک نے اس سے تائید چاہی۔

"ظاہر ہے۔ ہم اس واقعے کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ ہمیں اس کی تہ تک جانا ہو گا۔"

"فی الحال ہم بھی اندھیرے میں ہیں۔" نک نے ڈھکے ہوئے گلاس میں سے منرل واٹر کا ایک گھونٹ لے کر قدرے توقف کے بعد کہا "ہمارے اپنے ذرائع کراچی میں دہشت گردی کے کسی بڑے واقعے کی منصوبہ بندی کی نشان دہی کرتے رہے تھے۔ ہمارا سفارتی عملہ رات گئے تک صوبائی وزارت داخلہ سے رابطے میں تھا لیکن کہیں سے کچھ نہیں بتایا گیا۔ رات کے دو بجے پریس ریلیز جاری ہونے کے بعد ہمیں ادھوری خبر ملی۔ یہ ہولناک انکشاف لاشوں کو دیکھنے کے بعد ہوا کہ مرنے والے تینوں افراد ہمارے اپنے تھے۔"

"کوئی کسی کو کچھ بتانے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔" اس بار میں نے جواب دیا "مرنے والوں کے چہرے بتا رہے تھے کہ وہ غیر ملکی تھے لیکن ان کے وطن یا ناموں کی شناخت ناممکن تھی۔ وہ تینوں آئی مین کی کمین گاہ کی حدود میں مارے گئے تھے اس لیے ہر چھوٹا بڑا افسر ضرورت سے زیادہ محتاط ورنہ وہ واردات چھپانے والی نہیں تھی۔"

"رات کے آپریشن کا سہرا پولیس کے سر ڈالا گیا ہے کیا یہ درست ہے؟" نک نے براہِ راست میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"تمہیں اس میں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیے۔ ایس ایف کے کام کرنے کی حدود کچھ اور ہیں۔"

"جان بیم گن سے مرا۔ ایک کمانڈو گولی کا نشانہ بنا دوسرے کو زہریلی سوئی استعمال کر کے مارا گیا۔ بیم گن کے ساتھ زہریلی سوئی سے ہونے والی اموات دہلی کے ریکارڈ میں بھی ہیں۔ را والے ان دونوں طریقوں کو ڈپٹی سے منسوب کرتے ہیں۔ وہ رات کو وہاں کیا کر رہا تھا؟" نک میرے دیے ہوئے ابتدائی جھٹکوں سے سنبھل چکا تھا۔

اس کی زبان سے براہِ راست اپنا نام سن کر میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا مگر میں نے مضبوط لہجے میں کہا "پاکستان کے ساتھ ڈپٹی کا نام بھی را والوں کے اعصاب پر سوار ہے۔ اگر وہ دہلی میں تھا تو اب کہاں ہے۔ اس سوال کا جواب را والوں کو دینا چاہیے۔ رات کو وہاں صرف پولیس فورس تھی۔"

"پاکستانی پولیس نے بلو پائپ جیسے زہریلے ہتھیار کب سے استعمال کرنا شروع کر دیے؟" نک کا لہجہ بھی زہریلا ہو گیا "اس کمانڈو کی گردن پر سوئی چبھنے کا نشان بہت واضح ہے۔

Downloaded from https://paksociety.com

"ہمارے ذرائع نے تصدیق کی ہے کہ ڈینی وہاں موجود تھا۔" ٹام نے پرزور لہجے میں کہا۔

نک کے سوال نے مجھے لاجواب کردیا تھا لیکن ٹام کے بولتے ہی مجھے ان کو گڑبڑانے کا موقع مل گیا۔ میں نے قدرے اونچی آواز میں کہا "تم کن ذرائع کی بات کررہے ہو؟ وہاں سے صرف آئی مین فرار ہوا تھا۔ اسی نے تمہارے کانوں میں یہ زہر بھرا ہوگا۔"

"تم الزام تراشی کررہے۔" نک بھڑک کر اپنی جگہ سے کھڑا ہوگیا "تم کو اپنے الفاظ واپس لینا ہوں گے۔"

بات یکایک الجھ گئی۔ چاروں نے ایک ساتھ بولنا شروع کردیا۔ یوں محسوس ہورہا تھا جیسے وہ فضا برقرار رہی تو ذرا سی دیر میں نوبت ہاتھا پائی تک پہنچ جائے گی مگر جلال جہاں دیدہ آدمی تھا۔ اس نے حالات کے بگڑتے ہوئے تیور بھانپ لیے اور ان دونوں کو سمجھا بجھا کر ٹھنڈا کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ بیٹھ جانے کے بعد نک مجھے کینہ توز نظروں سے گھور رہا تھا۔

"شہر کے حالات مخدوش ہیں۔ تمہارے سفارت خانے نے یہاں رہنے والے اپنے شہریوں کو نقل و حرکت محدود کرنے کی ہدایت کی ہوئی ہے۔ تمہارے افسر معمول سے ہٹ کر کہیں جاتے ہیں تو مقامی انتظامیہ ان کو مسلح گارڈ فراہم کرتی ہے پھر جیک اسمتھ خاموشی سے فالکن ہاؤس کیوں گیا۔ اس کے عزائم کیا تھے؟" جلال نے نرمی اور تحمل سے کہا۔

"تم اپنا نکتہ نظر پیش کرتے چلے جاؤ۔ ہم بعد میں بات کریں گے۔" ٹام نے سگریٹ سلگا کر کہا "ہم نے بحث جاری رکھی تو یہ اجلاس بے نتیجہ ثابت ہوگا۔"

"ہمیں جیک کی نیک نیتی پر شبہ ہے۔" جلال نے رسانیت سے کہا۔

"مختصر الزام لگا کر ہمارے صبر کا امتحان مت لو۔" جلال کی خاموشی پر ٹام نے اسے ٹوکا "اس کے حق میں کوئی دلیل رکھتے ہو تو وہ بتاؤ۔"

"جیک آئی مین کی سرپرستی کررہا تھا۔" جلال کا اشارہ پاکر میں نے بولنا شروع کیا "شاید تمہیں لی مارکیٹ میں رونما ہونے والا وہ واقعہ یاد ہو جس میں ایک سیاہ فام غیر ملکی نے لیزر گن استعمال کرکے ایک بے گناہ راہ گیر کا بازو اس کے جسم سے الگ کردیا تھا۔ اس راہ گیر نے جیک کی لاش شناخت کرلی ہے۔ لیزر یا بیم گن فائر کرنے سے پہلے اس کا کسی مقامی سے جھگڑا ہوا تھا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو بری طرح مارا تھا۔ جیک کے چہرے پر ان زخموں کے نشانات ابھی تک موجود ہیں۔"

"کیا تم یہ بتاسکتے ہو کہ جیک لی مارکیٹ کے علاقے میں کیا کررہا تھا۔" ٹام نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"وہاں اس کے کچھ نہ کچھ مفادات ضرور تھے۔ کل اسی علاقے کی ایک قہوہ خانے میں ایک سیاہ کار پر فائرنگ ہوئی۔ کار سوار دھوئیں کا بم پھینک کر فرار ہوگئے۔ اس گاڑی کے نمبر نوٹ کرلیے گئے تھے۔ وہ سیاہ کار فالکن ہاؤس کے پورچ میں موجود ہے۔ غالب امکان یہ ہے کہ وہ کار آئی مین کے استعمال میں تھی۔"

"پہلے آئی مین پر بیم گن استعمال کرنے کا الزام تھا۔ اب تم جیک کی کہانی سنا رہے ہو۔ کیا وہ کسی اور بیم گن کا مالک ہے؟" نک مسلسل خاموش تھا۔ سارے سوالات ٹام کررہا تھا۔

"غالب امکان یہ ہے کہ ایک بیم گن دونوں کے استعمال میں تھی۔ ان دونوں کے درمیان بہت قریبی تعاون تھا۔"

"اس کے باوجود جیک بیم گن کا نشانہ بن گیا۔" ٹام نے استہزائیہ انداز میں پوچھا۔

"آئی مین نے گھر میں اندھیرا کردیا تھا۔ اندھیرے کی وجہ سے وہ جیک کو نہیں پہچان سکا۔ گھبراہٹ میں اسے اپنا دشمن سمجھ کر مار دیا۔" میں نے اطمینان سے جواب دیا۔

"ویری گڈ۔ تم بات سے بات خوب جوڑتے ہو۔ وہ ایک دوسرے کے مددگار تھے پھر بھی آئی مین نے جیک کو مار دیا اور اس کا سبب اندھیرے میں پیدا ہونے والی غلط فہمی تھی۔ تم نے ابھی تک اس کمانڈو کے بارے میں کچھ نہیں بتایا جسے زہر سے مارا گیا ہے۔" ٹام نے کہا۔

"اس کی لاش لان پر پودوں کے کنج کے قریب پائی گئی ہے۔ وہ علاقہ نیم آباد ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ سانپ یا کسی اور زہریلے کیڑے کا شکار ہوا ہو۔"

"یہ بات یہاں کبھی صاف نہیں ہوسکے گی۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ بھی مبہم رہے گی۔ امریکا میں جیک کا پوسٹ مارٹم ہوگا تو پتا چل جائے گا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا تھا۔" ٹام نے طنز سے کہا "کیڑے کے کاٹنے اور سوئی چبھنے میں زمین آسمان کا فرق ہونا چاہیے۔ باریک زخم کی گہرائی سب کچھ واضح کردے گی۔"

اسے معلوم نہیں تھا کہ ڈیلٹا فورس کا ایک کمانڈو جس سوئی کا شکار ہوا، وہ ایس ٹی ایف کے اول خان کی دی ہوئی انگوٹھی کے کھوکھلے نگینے میں جڑی ہوئی تھی۔ نگینے میں بھرا ہوا زہر اس قدر سریع الاثر تھا کہ اس کی خفیف سی مقدار

Downloaded from https://paksociety.com

جسم میں سرایت کرتے ہی دل کے سارے عضلات یک لخت ناکارہ ہوجاتے تھے اور شکار کی فوری موت واقع ہوجاتی تھی۔ اس مقصد کے لیے نگینے میں پوشیدہ سوئی کا سرا بس جلد کو ذرا سا چھیدتا تھا۔ سوئی کا بدن میں گہرائی تک اتارنا قطعی ضروری نہیں تھا۔ اس نشان کو محض زہریلے ڈنک کے نشان کے طور پر پہچانا جاسکتا تھا۔

"فی الحال وہ ایک معمّا ہے۔ اس کے بارے میں کچھ کہنا قبل از وقت ہوگا۔" میں نے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا "یہاں طبّی اور تحقیقی سہولتیں ناکافی ہیں۔ تمہارا یہ خیال درست ہے کہ امریکا میں جیک کی لاش کے پوسٹ مارٹم کے بعد اس کی موت کے صحیح سبب کا تعین ہوسکے گا۔"

"تم بہت مضبوطی سے اس مفروضے پر قائم ہو کہ آئی مین اور جیک کے درمیان ساز باز تھی!" اس بار نک نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"فالکن ہاؤس میں جیک کی لاش ملنے کے بعد اس نظریے پر نظرِ ثانی کی ضرورت نہیں رہتی۔" مجھ سے پہلے جلال بول پڑا "شاید وہ مجھے براہِ راست نک سے مخاطب ہونے سے بچانا چاہ رہا تھا۔ وہ میری باتوں پر ایک بار مشتعل ہوچکا تھا۔ دوبارہ ایسی کوئی صورتِ حال پیدا ہوجاتی تو بدمزگی کے ساتھ اجلاس کے خاتمے کے سوا کوئی چارہ نہ رہتا۔

"تم نے جیک کے خلاف اپنے ترکش کے اتنے تیر چلالیے ہیں تو یہ بھی بتادو کہ وہ لی مارکیٹ کے ایک مخصوص علاقے میں گہری دلچسپی کیوں لے رہا تھا۔ اس کے لیے وہاں کیا رکھا ہوا تھا۔"

"یہ بات ہمارے لیے بھی الجھن کا سبب بنی ہوئی تھی۔" ٹام کے اس سوال کے جواب میں، میں نے کہا "کل رات اسی علاقے میں دواؤں کی ایک دکان پر نامعلوم لوگوں نے پیٹرول چھڑک کر آگ لگا دی۔ بعد میں اس جلتی ہوئی دکان پر فائرنگ بھی کی گئی۔ تحقیقات سے پتا چلا ہے کہ وہ دکان جہانگیر نامی شخص کی ملکیت ہے جو کسی زمانے میں ڈینی کا گہرا دوست تھا۔ یہ پورا جھگڑا ڈینی اور آئی مین کا معلوم ہوتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ آئی مین نے اس دکان کو آگ لگوا کر جہانگیر کو کوئی پیغام دینے کی کوشش کی ہو۔"

"یہ ڈینی اور آئی مین کا جھگڑا تھا تو جیک کو اس میں ملوث ہونے کی کیا ضرورت تھی؟" ٹام نے بے ساختہ پوچھا۔

"اب اتنے انجان نہ بنو ٹام!" اس بار مجھے اس پر طنز کرنے کا موقع مل گیا "ڈینی امریکی حکومت کو مطلوب ہے۔ اس کی گرفتاری یا موت بہت بڑا انعام مقرر ہے۔"

"میں انجان نہیں بن رہا۔ یہی کہہ رہا ہوں کہ جب آئی مین ڈینی کے پیچھے لگا ہوا تھا تو جیک کو اس پر اپنا وقت برباد کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"آئی مین یہاں بدنام ہوچکا ہے۔ اس ہوا خیزی کے ساتھ امریکی حکومت نے اس پر سے ہاتھ اٹھالیا ہے۔ ان کے ریکارڈ پر شی ایک صاف ستھری این جی او ہے جو امریکا میں ہیروئن کے انسداد کا کام کررہی ہے۔ عالمی جرائم سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے نہ پاکستان میں اس کی کوئی شاخ رہی ہے۔ ایسے حالات میں آئی مین یہاں زیادہ دنوں تک نہیں ٹک سکتا۔ جیک اس کی مدد کے لیے میدان میں اتر آیا تاکہ ڈینی کے فتنے کو جلد از جلد کچلا جاسکے۔"

"یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جیک کو بڑی انعامی رقم کا لالچ لے ڈوبا ہو۔" جلال نے میری بات پوری ہوتے ہی لقمہ دیا۔

"تم کو کوئی اور بات یاد آرہی ہو تو وہ بھی کہہ ڈالو تاکہ کچھ باقی نہ رہے۔" ٹام نے خاص طور پر مجھ سے کہا۔

"اتنا کچھ جان لینے کے بعد بھی تم تشنگی محسوس کررہے ہو تو میں افسوس کے اظہار کے سوا کیا کرسکتا ہوں۔" میں نے مایوسی سے جواب دیا۔

"آئی مین کے بارے میں ہم کچھ نہیں جانتے۔ ہمارے لیے ابھی تک وہ ایک مفروضہ شخصیت سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔" ٹام نے قدرے توقف کے بعد کہا "مگر کسی نادیدہ ہاتھ کے اشارے پر چند روز سے یہاں کے اخبارات اس کے نام کی آڑ لے کر امریکیوں کے خلاف خطرناک مہم چلا رہے ہیں۔ جس طرح ہر مجرم پولیس سے نفرت کرتا ہے اسی طرح ترقی پذیر اور پس ماندہ ملکوں کے بیشتر لوگ امریکا کو پسند نہیں کرتے۔ یہ ایک افسوسناک عالمی رجحان ہے جس کے ازالے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔ ہماری حکومت یہ پسند نہیں کرتی کہ کسی دوست ملک میں اس رجحان کو ہوا دینے کی کوششیں کامیاب ہوں۔ میں نک کے ساتھ یہاں رہتا ہوں۔ شاید ہماری پے در پے رپورٹوں کے بعد جیک کو تحقیقات کے لیے یہاں بھیجا گیا ہو۔ اس نے ہم سے الگ رہ کر ذاتی طور پر آئی مین کے بارے میں کام شروع کردیا۔ لاشوں کی شناخت کے بعد ہمیں پتا چلا ہے کہ فالکن ہاؤس کیلی بائرن نامی امریکی عورت نے کرائے پر لیا ہوا تھا۔ جیک اپنے محافظوں کو لے کر اس سے ملنے گیا تاکہ آئی مین کے بارے میں کچھ مواد حاصل کرسکے۔ وہاں پولیس یا پھر اسپیشل ٹاسک فورس نے گھیرا ڈالا اور وہ تینوں بے موت مارے گئے۔ تمہاری کہانی میں کیلی کا کوئی ذکر نہیں ہے۔"

Downloaded from https://paksociety.com

ٹام نے وہ جوابی کہانی شاید اسی وقت سوچی تھی۔ میں نے تلخی سے کہا "کیلی کا ذکر بھی آجائے گا۔ فی الحال یہ سوچو کہ جیک کو فالکن ہاؤس کے بارے میں کیا الہام ہوا تھا۔ آئی مین مفروضہ شخصیت ہے تو نادر، ونود، جیک اور پھر فالکن ہاؤس کے پڑوس میں ایک ملازم کو بیم گن سے مارنے والا سفید فام مرد کون ہے۔"

"یہ شوشا کہاں سے چھوڑا گیا کہ بیم گن چلانے والا سفید فام مرد ہے؟" ٹام نے چونک کر مجھ سے پوچھا۔

"ملازم کو مار کر بدحواسی میں گاڑی لے بھاگنے والے کو اس گھر کے مالک اور چوکیدار نے دیکھ لیا تھا۔" میں نے گہرے طنز سے کہا "کیا تم اب بھی اصرار کرو گے کہ وہ فرضی شخصیت ہے؟"

"میں نے "ابھی تک" کے الفاظ استعمال کیے تھے۔ کوئی ٹھوس شہادت سامنے آگئی تو ہم اسے مان لیں گے۔" اس نے عیاری سے جواب دیا "اگر فالکن ہاؤس میں آئی مین یا کوئی اور موجود تھا تو اس کے بارے میں کیلی ہی کچھ بتا سکتی ہے۔ وہ کہاں ہے؟"

اس نے کیلی کے بارے میں دوسری بار سوال کیا تھا۔ میں نے کہا "وہ محفوظ ہاتھوں میں ہے۔ اس کی گرفتاری کو خفیہ رکھا جارہا ہے۔ اندیشہ ہے کہ منتقم مزاج آئی مین اپنے خلاف اس واحد گواہ کو جان سے مارنے کی کوشش کرے گا۔ کیلی کی زبان چل پڑی تو بہت کچھ کھل کر سامنے آجائے گا۔"

"ہم دونوں کیلی سے مل سکتے ہیں؟" نک نے اپنی جگہ پر بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے پوچھا۔

"اس آف دی ریکارڈ اجلاس میں ایسی کوئی بات طے نہیں کی جاسکتی۔ باضابطہ درخواست کرکے اسلام آباد سے اجازت لے لو۔ کیلی سے تمہاری ملاقات ہوجائے گی۔"

"شاید جیک کو کہیں سے یہ ٹپ مل گئی تھی کہ کیلی سے آئی مین کے بارے میں معلومات حاصل ہوسکتی ہیں۔ وہ شخص پاکستان میں ہمارے ملک کو بدنام کررہا ہے۔ وہ جیک کے قابو میں آجاتا تو جیک اسے تم ہی لوگوں کے حوالے کردیتا۔ تمہاری باتوں سے اب شبہ ہورہا ہے کہ یہاں کوئی نہ کوئی شی کے نام کی آڑ میں گند پھیلا رہا ہے۔" نک نے مضطربانہ لہجے میں کہا۔

"مجھے سب سے زیادہ خوشی اس بات کی ہے کہ تم لوگ ترقی پذیر اور پس ماندہ ملکوں کے عوام میں امریکا کے خلاف بڑھتی ہوئی نفرت سے واقف ہو۔ یہ اور بات ہے کہ تم اس نفرت کو اپنے زاویے سے دیکھتے ہو جب کہ اس کے اسباب دوسرے اور بالکل حقیقی ہیں۔"

"یہ حکومتوں کے معاملات ہیں۔" ٹام نے فراخ دلی سے کہا "اس بارے میں وہی فیصلے کرکے اپنی پالیسیاں بنا سکتی ہیں۔"

"تم کو جہانگیر پر بھی ہاتھ ڈالنا چاہیے۔" نک بولا "ہوسکتا ہے کہ آئی مین نے اس سے رابطہ کیا ہو اور اختلافِ رائے کے بعد اس کی دکان کو آگ لگادی گئی ہو۔"

"تم بے فکر رہو۔ اسے دیکھا جارہا ہے۔ ہم جلد از جلد اس خوں ریزی کا خاتمہ چاہ رہے ہیں۔" میں نے اسے یقین دہانی کی۔

"وہ ڈینی کے بارے میں بھی جانتا ہوگا۔ اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

"ڈینی خطرناک آدمی ہے۔" میں نے سوچتے ہوئے جواب دیا۔ اس کا آزاد رہنا زیادہ خطرناک ہے مگر جس انداز میں اسے گھیرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں وہ پسندیدہ نہیں ہیں۔"

"یہ حیرت ہے کہ وہ ایک فرد ہوتے ہوئے متعدد اداروں کی گرفت میں کیوں نہیں آتا۔"

"بات وہی ہے کہ عام لوگ امریکا سے نفرت کرتے ہیں۔ امریکا جس کا دشمن ہو، لوگ اسے ہیرو بنادیتے ہیں۔ پاکستان میں بہت سے لوگ اسے دیکھے بغیر دل وجان سے چاہتے ہیں کیونکہ وہ امریکی مفادات پر کاری ضربیں لگانے کی شہرت رکھتا ہے اور امریکا نے اس کی گرفتاری کے لیے بڑا انعام مقرر کیا ہوا ہے۔"

"اور ویرا کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟" نک دوستانہ فضا پیدا ہونے کے بعد اس سے فائدہ اٹھانا چاہ رہا تھا۔

"اس کے بارے میں تمہاری معلومات مجھ سے زیادہ ہونی چاہئیں۔ وہ ایک انا پرست اور ضدی لڑکی ہے۔ کبھی ڈینی کے ساتھ رہتی ہے تو کبھی اس سے علیحدگی اختیار کرلیتی ہے۔ ہمیں اس سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔"

"تمہیں دلچسپی ہو یا نہ ہو مگر وہ ہمیں مطلوب ہے۔ اس پر بھی برابر کا انعام رکھا گیا ہے۔" نک نے مجھے ترغیب دلائی۔

"میں جانتا ہوں کہ تم اسے سزا دے کر دوسرے امریکیوں کے لیے عبرت بنانا چاہ رہے ہو مگر اس کے لیے تمہیں خود کام کرنا ہوگا۔ انعام کے لالچ میں ہم جیک کی طرح اپنی حدود سے تجاوز نہیں کرتے۔"

"جیک نے اپنی حدود سے کون سا تجاوز کیا تھا؟" اس

Downloaded from https://paksociety.com

نے حیرت سے پوچھا۔

"یہاں رہ کر کام کرنے کے لیے اسے ہم لوگوں پر اعتماد کرنا چاہیے تھا۔ اس نے بالا ہی بالا سب کچھ کر گزرنے کی کوشش کی اور بے بسی کی موت مارا گیا۔ تم دونوں کو بھی میرا یہی مشورہ ہے کہ پاکستان میں کوئی کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہو تو مقامی انتظامیہ کو اپنے ساتھ لے کر چلو ورنہ تم بھی جیک جیسے انجام سے دوچار ہو سکتے ہو۔"

"ہمارے تجربات کچھ تلخ ہیں۔ مقامی ایک خاص حد تک ہمارا ساتھ دیتے ہیں پھر عین وقت پر دغا دے جاتے ہیں۔" اس نے شکوہ کیا۔

"تم عام مقامیوں کو خرید کر پیش قدمی کرنے کی کوشش کرتے ہو اور مار کھا جاتے ہو۔" جلال نے میری بات کی وضاحت کی "کرنل داور قانون کے محافظوں کی باضابطہ اور بلامعاوضہ خدمات حاصل کرنے کا مشورہ دے رہا ہے۔ وہ تمہارے لیے سلامتی اور عافیت کی راہ ہوگی۔"

"اگر ڈینی اور ویرا پر مقرر کیے ہوئے انعامات واپس لے لیے جائیں تو ان دونوں کی عوامی حمایت میں کمی آسکتی ہے؟" ٹام نے پوچھا۔

"نمایاں کمی آنی چاہیے۔" جلال نے بے ساختہ جواب دیا "تجربہ یہی بتاتا ہے۔"

"میں نے تمہاری یہ تجویز نوٹ کرلی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بات کسی بڑے کی سمجھ میں بھی آجائے۔ ہر ملک کی عوامی نفسیات الگ ہوتی ہے۔"

"تم مجھے لیری کے مقابلے میں زیادہ ذہین اور سمجھ دار نظر آتے ہو کیونکہ تم نے ابھی تک بھارتی مفادات پر زیادہ بات نہیں کی۔" میں نے ان دونوں کو چڑھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "لیری بھارتی مطالبات منوانے کے لیے ہر حد سے گزر جانے پر آمادہ تھا۔ تم لوگوں کی یہ پالیسی پاکستان میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔" اس طرح ہم یہاں بسنے والے کروڑوں لوگوں کا انفرادی اور اجتماعی غم وغصہ مول لیتے ہو جب کہ تمہیں مطلوبہ مقاصد بھی حاصل نہیں ہوتے۔"

"اب ہم اپنے ایجنڈے سے بھٹک رہے ہیں۔" نک نے اجازت طلب نظروں سے باری باری ہم دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "تمہارے بلائے ہوئے اس اجلاس کے مقاصد پورے ہو چکے ہوں تو ہم اجازت چاہیں گے۔"

جلال نے اپنی کرسی چھوڑ دی جو اجلاس کے خاتمے کے اعلان کے مترادف عمل تھا۔

"میرا خیال ہے کہ آئی مین' کیلی' ڈینی اور ویرا کے سلسلے میں ہمارے درمیان کافی مفاہمت ہو گئی ہے۔ میں اپنی پیدا کی ہوئی ابتدائی تلخی پر معذرت خواہ ہوں اور امید کرتا ہوں کہ ان چاروں اہم افراد کے بارے میں ہمارے درمیان اہم معلومات کا تبادلہ شروع ہو جائے گا۔" نک نے میرے ساتھ دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"تم بھول رہے ہو کہ اس ملاقات کی کوئی بات ریکارڈ پر نہیں آئے گی۔ اسی لیے کھل کر بات کی گئی ہے۔ معلومات کے جو ذرائع چل رہے ہیں تمہیں ان ہی سے سب کچھ معلوم ہوتا رہے گا۔"

"کرنل داور! تم عظیم آدمی ہو۔" اپنی رفتار دھیمی کرکے نک نے اچانک میرے کان میں سرگوشی کی "ہم نے وزارت خارجہ کے ذریعے تمہارا سروس پروفائل مانگا تھا جو آج تک نہیں مل سکا۔ میری ایجنسی فخر سے تمہیں اپنی صفوں میں جگہ دے گی۔"

"شکریہ نک! میں اپنی بے نوا تنظیم میں بہت خوش ہوں۔" میں نے نارمل آواز اور لہجے میں جواب دیا۔

جلال اور ٹام آگے تھے۔ میری آواز سن کر جلال چونک پڑا "کس بات پر نک کا شکریہ ادا کر رہے ہو؟"

"نک مجھے امریکی ایجنسی میں ملازمت دلوا رہا ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے' نک کی سرگوشیانہ پیشکش کا اعلان کردیا۔

چاروں بے ساختہ ہنس پڑے۔ آغاز کے مقابلے میں اجلاس کی اختتامی فضا بہت سازگار تھی۔

وہ مراعات یافتہ اور امریکا کے سرکاری اہل کار ضرور تھے مگر سفارت کار نہیں تھے۔ اس لیے عام شہری نمبر پلیٹ والی کار میں ڈرائیور کے ساتھ آئے تھے۔ پورچ سے انہیں رخصت کرکے جلال مجھے برآمدے میں چھوڑ کر چند منٹ کے لیے اندر گیا اور بحریہ کے متعلقہ افسران کا شکریہ ادا کرنے کے بعد لوٹ آیا۔ جب تک ہم لوگ باتوں میں مصروف رہے' بیرونی گارڈز کے سوا ہمیں کسی فوجی وردی کی جھلک نظر نہیں آئی تھی۔ گارڈز سے ہاتھ ملا کر جلال اپنی گاڑی میں سوار ہوا اور میں بھی اس کے ساتھ وہاں سے روانہ ہو گیا۔

"تمہارے ڈرائیور کی موجودگی میں کھل کر بات کی جاسکتی ہے؟" کارساز روڈ پر نکل آنے کے بعد میں نے انگریزی میں جلال سے پوچھا۔

جلال بے ساختہ ہنس پڑا "اس کی وضع قطع پر نہ جاؤ۔ یہ میرا پرسنل اسسٹنٹ ہے اور سیاسیات میں ایم اے ہے۔" اس نے اردو میں جواب دیا "تم اس کی پروا نہ کرو۔ یہ میری

Downloaded from https://pksociety.com

ہدایات کے بغیر کچھ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے مگر پستول سے نشانہ بے خطا لگاتا ہے۔ کیوں اکبر! میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"نو سر... بس مہربانی ہے آپ کی۔" اکبر نے سڑک پر سے اپنی توجہ ہٹائے بغیر کہا۔

"آج کا اجلاس معرکے کا رہا۔ کاش یہ آف دی ریکارڈ نہ ہوتا۔" میں نے حسرت سے کہا "آج ان دونوں نے اپنا تھوکا ہوا چاٹا ہے۔"

"ہم چاروں اپنے اپنے تحفظات کے ساتھ آئے تھے اس لیے آغاز میں سب کی کھوپڑیاں اچانک گرم ہوگئیں مگر بعد میں سب کچھ اعتدال پر آتا چلا گیا۔" جلال نے ہنس کر کہا۔

"لیری کے مقابلے میں یہ دونوں بہت معقول اور اعتدال پسند تھے۔ دلائل کے سامنے کٹ حجتی سے کام نہیں لیا۔"

"مگر آخر میں چال چل گئے کہ آئی مین' جیک کے ہاتھ آجاتا تو وہ اسے ہمارے حوالے کردیتا۔"

"اس کے سوا وہ اور کیا کہہ سکتے تھے..... مگر اس وقت ہم کہاں جارہے ہیں؟" بات کرتے کرتے میں نے چونک کر پوچھا۔

"فکر نہ کرو۔ میں تمہیں اغوا نہیں کررہا۔ ہم صدف مینشن جارہے ہیں۔"

"کیلی کہاں ہے؟ اس کا کیا حال ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"اسے رات کو ہی صدف مینشن منتقل کردیا گیا تھا۔ اس کے کولھے کی ہڈی محفوظ ہے۔ گولی جلد اور گوشت کو پھاڑتی ہوئی نکل گئی ہے۔"

"تو پھر زخم معمولی ہے۔ اس سے باز پرس کی جاسکتی ہے۔" میں نے کہا "اس سے تمہاری ملاقات ہوچکی ہے؟"

"مجھے ادھر جانے کا وقت نہیں مل سکا۔ میرے لیے تک اور ٹام سے ملاقات بہت زیادہ اہم تھی۔ بہت سی ایسی ناگفتہ باتیں جو سرکاری طور پر کسی امریکی افسر سے نہیں کہی جاسکتیں۔ ہم نے وہ تمام باتیں ان دونوں کے ذریعے آگے پہنچادی ہیں۔ شاید اب وہ لوگ سمجھ لیں گے کہ جیک کے قتل پر زیادہ شور کرنا بے سود ہوگا۔"

راستہ خراب تھا اور ٹریفک کا ہجوم بھی زیادہ تھا۔ جلال نے کھڑکیوں کے شیشے چڑھا کر کار ائرکنڈیشنر چلوا دیا۔ باہر کا شور دب گیا تو ہمارے درمیان باتوں کا سلسلہ پھر شروع ہوگیا۔ اس دوران میں اس نے بتایا کہ پچھلی رات فالکن ہاؤس کے چپے چپے کی تلاشی لی گئی مگر وہاں سے روز مرہ استعمال کی اشیا اور ملبوسات کے سوا کوئی ایسی چیز نہیں مل سکی جس سے کیلی اور آئی مین کے بارے میں معلومات حاصل ہوتیں۔ اس کے آدمیوں کو وہاں خاص طور پر پاسپورٹوں کی تلاش تھی جو ناکام رہی۔

کچھ دیر بعد ہم صدف مینشن کی پُرہول آسیبی عمارت میں تھے۔ اس قدیم عمارت کی ساخت کچھ ایسی تھی کہ وہاں سورج کی کرنوں کا سرے سے کوئی گزر نہیں تھا۔ دھیمی روشنی والے قمقموں کی ٹمٹماتی ہوئی زرد روشنی میں یہ پتا ہی نہیں چل رہا تھا کہ وہ دن کا وقت تھا یا رات گہری ہوچکی تھی۔ باہر کے مقابلے میں اندر وقت ٹھہرا ہوا تھا۔

اندر پہرا دینے والے دونوں مسلح محافظوں سے سلام دعا کرتا ہوا جلال زیریں منزل کے اس سیل کے دروازے پر پہنچ گیا جہاں کیلی اپنے ستے ہوئے چہرے کے ساتھ ایک چارپائی پر بے دست وپا پڑی ہوئی تھی۔ اس کے چاروں ہاتھ پیر چارپائی کے فریم کے ساتھ اس طرح کسے ہوئے تھے کہ وہ اپنی مرضی سے ہل جل بھی نہیں سکتی تھی۔ اس کے بدن پر وہی خون آلود لباس نظر آرہا تھا جو وہ پچھلی رات ہماری کارروائی کے دوران پہنے ہوئے تھی۔

پچھلی رات کی افراتفری میں بھی میں کیلی کے حسن کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔ اسے دیکھ کر ہمارا جان لینا پڑا کہ صنف نازک کے معاملے میں آئی مین بہت نفیس ذوق کا مالک تھا۔ اس وقت کیلی کا سفید چہرہ خوف سے قدرے زرد پڑا ہوا تھا۔

"میں بہت اذیت میں ہوں۔" وہ ہمیں دیکھتے ہی درد ناک آواز میں کراہی "تم نے مجھے کسی چوپائے کی طرح باندھ کر کیوں ڈالا ہوا ہے؟"

"اپنے اس انجام کے اسباب سے تم اچھی طرح واقف ہو۔" میں نے سرد مہری سے کہا "ہمیں تمہاری دلکش ذات سے ذرا بھی دلچسپی نہیں ہے۔ تم اس چارپائی پر پڑے پڑے سوکھ کر مرجھی جاؤ تو ہمیں کوئی پروا نہیں ہوگی۔ ہمارے چلے جانے کے بعد اگلے چوبیس گھنٹوں تک تم کسی انسان کی شکل نہیں دیکھ سکو گی۔"

تنگ وتیم تاریک اور متعفن سیل میں پڑی ہوئی کیلی کے لیے وہ باتیں میری توقع سے کم دہشت ناک ثابت ہوئیں۔ اس نے چیخنے چلّانے کے بجائے خوف زدہ آواز میں کہا "تم یہاں کے کوئی سرکاری آدمی ہرگز نہیں ہو۔ سرکاری قید خانے اتنے ویران اور وحشت ناک نہیں ہوتے۔ جب

Downloaded from https://paksociety.com

تمہیں میری ذات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے تو مجھے باندھ کر یہاں کیوں ڈالا گیا ہے۔"

"کیلی بائرن!" میں نے دانستہ اس کا پورا نام لے کر کہا "ہمیں تمہارے ساتھی کے بارے میں مکمل معلومات درکار ہیں۔"

"میرا کوئی ساتھی نہیں ہے۔ میں فالکن ہاؤس میں تنہا رہ رہی تھی۔" اس نے بلند آواز میں احتجاج کیا۔

"اس جھوٹ پر قائم رہو گی تو تمہارے کولھے کی ڈریسنگ کھول کر اس زخم میں مرچیں بھر دی جائیں گی۔ ہم دونوں میں سے کوئی تمہارے وجود کو ہاتھ نہیں لگائے گا۔ ایک عورت یہاں آکر تمہارا دماغ درست کردے گی۔ اس بھول میں نہ رہنا کہ تم اپنی اداؤں سے ہمیں اپنے کسی دام میں پھانس لو گی۔"

"تم مجھے زیادہ دیر تک اپنی قید میں نہیں رکھ سکتے۔" وہ چیخی "مرد ہو کر تمہیں ایک عورت کو دھمکاتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔"

مجھے یہ احساس اس سیل میں پہنچنے کے بعد ہوا تھا کہ کیلی ایک نرم و نازک سی عورت تھی۔ اس سے وہ باتیں کرتے ہوئے میں سبکی محسوس کر رہا تھا۔ اس ڈھیٹ عورت سے پوچھ گچھ کے لیے ویرا یا غزالہ ہی موزوں ہو سکتی تھی۔ اس وقت میں پیش قدمی کر چکا تھا۔ میری پسپائی کیلی کو شیر کر دیتی۔ میں نے کہا "اس بھول میں نہ رہنا کہ کوئی یہاں آکر تمہیں چھڑا لے گا۔ اس جگہ ہماری مرضی کے بغیر پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔ ہم چھوئے بغیر تمہیں سڑا کر ختم کر دیں گے۔"

جلال نے شاید میرے چہرے پر تذبذب کی پرچھائیاں دیکھ لیں۔ اسے معلوم تھا کہ میں مردانہ لڑائیوں کا عادی تھا۔ عورتوں سے الجھنا میرے بس سے باہر تھا مگر اسے ہر جنس کے مجرموں سے نمٹنا پڑتا تھا۔ وہ اس کی پیشہ ورانہ مجبوری تھی۔ اس نے میری بات پوری ہونے پر سفاکانہ لہجے میں کہا "میرا ساتھی شاید تم پر ہاتھ نہ اٹھائے مگر میں تھپڑ مار مار کر تمہارا چہرہ لہولہان کردوں گا۔"

وہ ہاتھ اٹھا کر کیلی کے سرہانے کی طرف بڑھا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ اس کی کھوکھلی دھمکی تھی۔ جلال کی رفتار سست تھی۔ کیلی کی آنکھوں کے ڈھیلے خوف سے کشادہ ہو گئے اور وہ مچل کر رسیوں سے اپنے ہاتھ آزاد کرانے کی کوشش کرنے لگی۔

جلال نے اس کے سر پر پہنچ کر ہاتھ فضا میں اٹھایا ہی تھا کہ وہ چیخ پڑی "ٹھہرو، مجھے ہاتھ نہ لگاؤ، مجھے بتاؤ کہ تم کیا چاہتے ہو؟"

"سب سے پہلے یہ بتاؤ کہ تم دونوں کے پاسپورٹ کہاں ہیں؟" جلال نے اپنا ہاتھ گرائے بغیر دھمکی آمیز لہجے میں پوچھا۔

"وہ کچن میں مسالے کے ایک ڈبے میں رکھے ہوئے ہیں۔" وہ گھبرائی ہوئی آواز میں بولی۔

جلال کا فضا میں اٹھا ہوا ہاتھ نیچے گر گیا اور وہ خاموشی سے میرے پاس لوٹ آیا۔ اس نے بہت ذہانت سے کام لے کر ایک سوال میں متعدد سوالوں کے جواب پوچھ لیے تھے۔ اگر ان دونوں کے پاسپورٹ ہمارے ہاتھ آجاتے تو تصویر کی مدد سے آئی مین کو شناخت کرنا اور پکڑنا بہت آسان ہو جاتا۔

وہ بالکل سامنے کی بات تھی کہ پچھلی رات آئی مین کی مکمل بے خبری میں فالکن ہاؤس میں آپریشن کیا گیا تھا۔ وہ بہت عجلت اور گھبراہٹ کے عالم میں عین وقت پر اپنی اس کمین گاہ سے فرار ہونے میں کامیاب ہوا تھا۔ وہ اس کے لیے خطرے کی گھڑی تھی اور وہ شاید بیم گن کو اپنے سرہانے رکھ کر سوتا تھا اس لیے اسے اپنا وہ نادر ہتھیار ساتھ لے جانے کا موقع مل گیا تھا جس کی مدد سے اس نے اپنی راہ میں رکاوٹ بننے والے پڑوسی کے ملازم کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بیم گن کے سوا اسے کوئی اور چیز اپنے ساتھ لے جانے کا موقع نہیں ملا۔ اس کی چھوڑی ہوئی چیزوں میں پاسپورٹ سب سے زیادہ اہم تھا۔

"تمہارے ساتھی کا نام کیا ہے اور وہ کب سے یہاں آیا ہوا ہے؟" جلال نے چند ثانیوں بعد کیلی سے دوسرا سوال کیا۔

پہلے سوال کا جواب دینے کے بعد کیلی کی مزاحمت دم توڑ چکی تھی۔ اس نے بے جان آواز میں کہا "ہم تین مہینے سے یہاں آئے ہوئے ہیں۔ اس کا نام بن ڈیوڈ ہے۔" کیلی کی زبان سے آئی مین کا نام سنتے ہی میرے کان کھڑے ہو گئے۔ اپنے نام سے وہ یہودی معلوم ہوتا تھا۔ شاید اسی لیے پاکستان اور پاکستانیوں کا کٹر دشمن تھا۔

وہ دونوں کوائف ایسے تھے جو ہمیں آئی مین کے پاسپورٹ سے مل سکتے تھے لیکن جلال کو اپنی پوچھ گچھ کی ابتدا کرنے کے لیے کسی نہ کسی سوال کا انتخاب کرنا تھا۔ اس نے مناسب یہ سمجھا کہ بنیادی بات سے آغاز کیا جائے۔ اس کے پہلے سوال کا جواب چشم کشا تھا۔ بن ڈیوڈ کی پاکستان آمد اور جیک کے ساتھ اس کے قریبی مراسم کی وجہ سے یہ بات بھی عیاں تھی کہ امریکی انتظامیہ پر یہودی کس حد تک اثر و نفوذ

Downloaded from https://paksociety.com

رکھتے ہیں۔ اس مذہب سے تعلق رکھنے والوں کی پاکستان سے دشمنی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہی تھی۔

"یہ تین مہینے تم نے کہاں گزارے؟" جلال نے اس کے پہلے جواب پر کوئی تبصرہ کرنے کے بجائے نیا سوال کیا۔

"بی باون میں۔" اس بار کیلی نے بلا توقف جواب دیا "ہم نے کراچی آنے کے بعد پہلے تین دن ایک ہوٹل میں گزارے پھر ایک ہی وقت میں بی باون اور فالکن ہاؤس کرائے پر لے لیے۔ ڈیوڈ کا خیال تھا کہ کبھی ہمیں ہنگامی حالات میں بی باون سے نکلنا پڑا تو ہم اِدھر اُدھر بھٹکنے کے بجائے فالکن ہاؤس میں پناہ لے سکیں گے مگر تم نے ہمیں وہاں سے بھی بے گھر کردیا۔"

"تم کو معلوم ہے کہ وہ تمہارے زخمی ہونے کی پروا کیے بغیر وہاں سے فرار ہوگیا تھا۔"

"مجھے اس کی طرف سے بدگمان کرنے کی کوشش مت کرو۔" وہ ایک گہرا سانس لے کر بولی "مجھے معلوم ہے کہ اس کی مصروفیات خطرناک تھیں۔ وہ خطروں سے کھیلنے والا سورما ہے۔ جب دشمن بری طرح غالب آنے لگے تو بہادری یہی ہے کہ اپنی جان بچالی جائے۔ وہ فرار نہ ہوتا تو شاید تم اسے مار ڈالتے۔ تمہارے لیے مجھے مارنا مشکل تھا کیونکہ تمہیں ڈیوڈ کے بارے میں اپنے بہت سے سوالوں کے جواب درکار تھے جو صرف میں فراہم کرسکتی تھی۔"

"وہ کس خطرناک سرگرمیوں میں ملوث تھا؟" جلال نے اپنی جرح جاری رکھی۔ میں نے اپنی زبان بند رکھی تھی۔

"مجھے نہیں معلوم۔ بس اتنا پتا تھا کہ وہ کوئی خطرناک چکر چلا رہا ہے۔ مجھے اس کی محبت درکار ہے۔ اس کے کاموں سے مجھے کوئی سروکار نہیں رہا۔"

"تم جھوٹ بول رہی ہو۔ بی باون میں اس کے لیے آنے والے فون پہلے تم سنتی تھیں۔ تمہارے اطمینان کے بعد وہ کسی سے بات کرتا تھا۔"

"مجھے دو نام معلوم تھے ان کے سوا وہ کسی سے بات نہیں کرتا تھا۔" گھنڈ ٹوٹ جانے کے بعد کیلی روانی سے ہر سوال کا جواب دیتی چلی جارہی تھی۔

"میں وہ دونوں نام جاننا چاہتا ہوں۔" جلال نے مطالبہ کیا۔

"چوپڑا اور راجا۔" کیلی نے چوپڑا کا نام لے کر ہم دونوں کو چونکا دیا۔ میں نے یہ سوچا بھی نہیں تھا کہ راکا کوئی ایجنٹ آئی مین کے قریبی رابطے میں بھی ہوسکتا ہے۔ مجھے خوشی ہوئی کہ اس وقت چوپڑا جلال کی قید میں تھا۔ ہم آسانی کے ساتھ اس سے اپنا حساب بے باق کرسکتے تھے۔

"یہ دونوں کون ہیں اور کیا کرتے ہیں؟" جلال نے انجان بن کر اس سے پوچھا۔

"میں بتا چکی ہوں کہ مجھے ان باتوں سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ میں ان کے نام اور آوازیں پہچانتی تھی۔ باقی باتیں وہ خود کرتا تھا۔"

"وہ تمہارا ہم وطن ہے۔ شاید ہم مذہب بھی ہوگا۔" جلال نے صیہونیت کا ذکر درمیان میں لائے بغیر سوال کیا اور کیلی کی گردن اثبات میں ہل گئی۔

"اب وہ کہاں مل سکے گا؟" جلال نے مجھے سگریٹ پیش کرتے ہوئے کیلی سے اگلا سوال کیا۔

"میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ وہ زخمی شیر کی طرح شہر میں کہیں پڑا ہوا پیچ و تاب کھا رہا ہوگا۔ میری یہ بات یاد رکھنا کہ وہ پلٹ کر تم سے ضرور بدلہ لے گا۔"

"جب تک تم ہماری قید میں رہو گی۔ وہ ہمارا رخ نہیں کرے گا۔ اسے معلوم ہے کہ اس کی اچھل کود تمہیں مہنگی پڑے گی۔"

"شاید وہ میری بھی پروا نہ کرے۔" کیلی نے نیم دلانہ لہجے میں کہا "غصے میں وہ اندھا ہوجاتا ہے۔"

مجھے حیرت تھی کہ کیلی مسلسل سچ بولے جارہی تھی۔ ڈیوڈ یا آئی مین نے گولڈن فارمیسی کو آگ لگوا کر یہ ثابت کردیا تھا کہ وہ نتائج کی پروا کیے بغیر من مانی کر گزرنے والوں میں سے ہے۔ اس واقعے سے دوسری بات یہ سامنے آئی تھی کہ اس کے ایسے لوگوں سے بھی روابط تھے جن کے وجود سے کیلی بے خبر تھی۔ ایسا نہ ہوتا تو جہانگیر کی دکان کو آگ لگا کر فائرنگ کرنے والے کہاں سے آتے۔ چوپڑا اور راجا قید میں ہونے کی وجہ سے ایسی کوئی منصوبہ بندی کرنے کے قابل نہیں رہے تھے۔ بی باون میں فون نمبر کی وجہ سے ایک چوٹ کھانے کے بعد ڈیوڈ نے اپنا طریقہ کار بدل دیا تھا۔ اس نے اپنے اعتماد کے آدمیوں کو بھی فالکن ہاؤس کا فون نمبر نہیں دیا تھا۔ وہ ان کے پیغام وصول کرنے کے بجائے انہیں فون کرکے خود رپورٹیں لینے لگا تھا۔ شاید اسی دوران میں اس نے نئے رابطے استوار کیے تھے جن میں خالد کا کردار کلیدی ہوسکتا تھا۔ راجا اور چوپڑا کے منظر سے ہٹ جانے کے بعد وہی ایک ایسا مقامی رہ گیا تھا جس پر ڈیوڈ اعتماد کرتا تھا۔

خوش قسمتی سے اس وقت آئی مین کے سارے اہم مہرے ہمارے قبضے میں آچکے تھے۔ کیلی کے بیان کی روشنی میں ان سے کئی نئی باتیں اگلوائی جاسکتی تھیں۔ اس کام کے لیے وقت درکار تھا جس کی ہمارے پاس کمی تھی۔ دکان کر

Downloaded from https://paksociety.com

آگ لگانے والوں سے بعد میں نمٹا جا سکتا تھا۔ اس وقت ہماری پہلی ترجیح ڈیوڈ کی ذات تھی۔ وقت مل جانے پر وہ شہر میں کوئی بھی بڑی واردات کر سکتا تھا۔ کیلی کے ذریعے ڈیوڈ اور چوپڑا کے مراسم کا راز فاش ہونے کے بعد یہ امکان بھی نظر آنے لگا تھا کہ چوپڑا نے اپنے چار آدمیوں کو ڈیوڈ کے ایما پر تخریب کاری کا مشن سونپا ہو۔

"تم نے زبان کھول کر خود کو کچھ رعایتوں کا حق دار بنا لیا ہے۔ فی الحال تمہاری رسیاں کھول دیں جائیں گی اور تمہیں کھانا بھی فراہم کیا جائے گا۔" جلال نے کیلی سے کہا۔

"میں رعایتوں کے بجائے آزادی چاہتی ہوں۔" اس نے تیزی سے کہا "تمہاری باتوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ڈیوڈ کے کسی جوابی وار کو روکنے کے لیے تم مجھے یرغمال بنائے رکھو گے۔"

"میں نے صرف ایک امکان ظاہر کیا تھا۔ ہم اپنے بچاؤ کے لیے دشمن کی عورتوں کو آڑ لینے والوں میں سے نہیں ہیں۔" جلال نے ترشی سے جواب دیا "فالکن ہاؤس کے کچن سے دونوں پاسپورٹ ملتے ہی تم کو رہا کر دیا جائے گا۔ تم آزادی ملنے پر کہاں جانا پسند کرو گی؟"

"ابھی میں چلنے پھرنے سے معذور ہوں۔ میں کسی ہوٹل کے بجائے اپنے قونصل خانے سے رجوع کرنا چاہوں گی۔"

"یہ بہت اچھا ہوگا۔" جلال نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا "ٹام اور نک یہ جان کر خوش ہوں گے کہ ہم نے کیلی کو ان کے حوالے کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

"یہ دونوں کون ہے؟" سیل کی گھٹی گھٹی فضا میں کیلی کی اشتباہ آمیز آواز ابھری۔

"فکر نہ کرو۔ دونوں امریکی ایجنٹ ہیں اور تمہارے خیر خواہ ہیں۔" جلال نے اپنی دانست میں بات ختم کرتے ہوئے کیلی کو یقین دلایا۔

"ہم جیک اسمتھ اور اس کے آدمیوں کو بھول رہے ہیں۔" میں نے جلال کو یاد دلایا۔

"ہاں۔" میری بات پر وہ چونک کر دوبارہ کیلی سے مخاطب ہو گیا "جیک اور اس کے دونوں آدمی فالکن ہاؤس میں کیا کر رہے تھے۔"

"جیک کچھ دنوں سے ڈیوڈ کا مشیر بنا ہوا تھا۔ وہ ڈیوڈ سے ملنے کے لیے آتا رہتا تھا۔ پرسوں یا شاید اس سے ایک دن پہلے کسی نے اسے بہت بری طرح مارا تھا۔ وہ امریکا سے محافظوں کے آنے تک ڈر کر کہیں چھپ گیا تھا۔ آج اس کے لیے چھ کمانڈوز آئے جن کو تین شفٹوں میں باری باری اس کے ساتھ رہنا تھا۔ جیک نے وہ تجویز مسترد کر دی۔ کل شام دو کمانڈوز کو لے کر مستقل طور پر فالکن ہاؤس آ گیا تاکہ ہر وقت ڈیوڈ سے رابطے میں رہ سکے.... وہ کہاں ہے؟"

"تم ڈیوڈ کی سرگرمیوں سے بے خبر ہو۔ وہ سب کچھ جانتا ہوگا۔" جلال نے پوچھا۔

"سب کچھ نہیں تو بہت کچھ ضرور جانتا ہوگا۔ وہ دونوں بہت تیزی سے ایک دوسرے کے قریب آئے تھے۔"

"اگر تم نے سچ بولا ہے تو اب ہم دوبارہ تمہارے پاس نہیں آئیں گے۔ چند گھنٹوں میں تمہیں آزادی مل جائے گی۔" جلال یہ کہہ کر واپس مڑ گیا۔

"ذرا اب چوپڑا کے جبڑے ہلا دیں۔ وہ کس طرف بند ہے۔" میں نے راہ داری میں پہنچتے ہی کہا۔

"جذباتی ہونے کی کوشش نہ کرو۔" جلال نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے سمجھایا "اس وقت ہمیں صرف ڈیوڈ پر دھیان دینا چاہیے۔"

میں چپ رہا۔ جو بات جلال کہہ رہا تھا' وہی میں چند منٹ پہلے سوچ رہا تھا۔ شاید وہ کیلی کے سامنے ناکامی کی جھنجلاہٹ تھی جو میں لاشعوری طور پر چوپڑا پر اتارنی چاہ رہا تھا۔ جلال راہ داری کے اس کونے کی طرف جا رہا تھا جہاں مختصر سی لائبریری اور دفتر کے ساتھ ریٹائرنگ روم بنا ہوا تھا۔

جب جلال نے دفتر میں موجود چپراسی کو کیلی کے بارے میں ہدایات دینا شروع کیں تو میں ان کی نوعیت سن کر پریشان ہو گیا۔ معلوم ہو رہا تھا کہ آئی بی میں کوئی بھی وہ نہیں تھا جو نظر آ رہا تھا۔

چپراسی کیلی کی رسیاں کھولنے گیا تو جلال نے ریسیور اٹھا کر ایک فون نمبر ملایا اور اپنے کسی آدمی کو فالکن ہاؤس کے کچن میں پاسپورٹوں کی تلاش کے بارے میں بریف کرنے لگا۔ قرائن یہ بتا رہے تھے کہ پاسپورٹ ملنے تک وہ صدف مینشن میں رکنے کا ارادہ کر چکا تھا۔

وہ فون پر گفتگو سے فارغ ہو کر میری طرف متوجہ ہو گیا اور بولا "میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیلی کا کیا کیا جائے۔"

"تم اس سے وعدہ کر چکے ہو کہ پاسپورٹ ملنے پر اسے رہا کر دو گے۔" میں نے حیرت سے کہا "کیا اسے رہا کرنے سے ڈیوڈ اور جیک کے بارے میں گواہی کمزور نہیں ہو جائے گی۔ وہ اس گھناؤنے کھیل کے خلاف مضبوط ترین گواہ کی حیثیت رکھتی ہے۔"

"صدف مینشن کے ہر سیل میں آوازیں اور تصویریں ریکارڈ کرنے کا خود کار نظام نصب ہے۔ میں نے کیلی کا پورا بیان ریکارڈ کیا ہے۔ میں ٹام یا نک سے یہ یقین دہانی ضرور لوں گا کہ کیلی کو میری کلیرنس کے بغیر پاکستان سے باہر بھیجنے کی

Downloaded from https://paksociety.com

کوشش نہیں کی جائے گی۔ اس طرح یہ معاملہ یہیں دب جائے گا۔"

"وہ ڈیوڈ' جیک اور چوپڑا کے خلاف بہترین گواہ ہے۔ چیک مرگیا۔ ڈیوڈ کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ چوپڑا کا کیس تمہارے گلے کی ہڈی بنا ہوا ہے۔"

"تم غلط اندازہ لگا رہے ہو۔ وہ میرے گلے کی ہڈی نہیں بنا۔ اس کے خلاف اتنا مضبوط کیس ہے کہ کیلی کی گواہی کے بغیر اسے سزائے موت تک ہوسکتی ہے۔"

"پھر تم اس کے بارے میں کیوں فکرمند ہو؟ آنکھیں بند کرکے اپنے پروگرام پر عمل کرڈالو۔"

"اسے رہا کرنا ہی ہے۔ میں سوچ رہا ہوں کہ نک وغیرہ کو بیچ میں نہ ڈالا جائے۔ وہ سمجھیں گے کہ ہم ان کی دھمکیوں سے مرعوب ہوگئے ہیں۔"

"تم غلط اندازہ لگا رہے ہو۔ پوری گفتگو کی روشنی میں وہ ایسا سوچ ہی نہیں سکتے۔ اسے براہِ راست قونصل خانے بھجوانے سے بہتر ہے کہ ان دونوں پر احسان رکھا جائے۔"

"میرے پاس تیسرا متبادل بھی ہے۔ میں اسے بے ہوش کرکے کسی پارک میں ڈلوا دوں گا۔"

"وہ زخمی ہے۔ کوئی بھی خدا ترس پاکستانی اسے اس کے قونصل خانے تک پہنچادے گا۔ اس وقت وہ ہر دسترس اور یقین دہانی سے آزاد ہوگی۔"

"تو تمہارا مشورہ ہے کہ میں اسے نک کے حوالے کردوں۔ وہ ایف بی آئی کا آدمی ہے۔ بہتر رہے گا۔"

"اللہ کا نام لے کر یہی کر گزرو۔ کیا تم نک کو یہاں بلاؤ گے؟" میں نے متجسس لہجے میں پوچھا۔

"خدا کا نام لوڈینی۔ انہیں میں صدف مینشن کی ہوا بھی نہیں لگنے دوں گا۔ کیلی کو بے ہوش کرکے اسٹریچر پر یہاں سے نکالیں گے اور ایمبولینس میں لے جاکر کسی مقررہ مقام پر اس کے حوالے کردیں گے۔"

"یہی بہتر رہے گا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا "سنا ہے کہ صدف مینشن میں آنے جانے والی ایمبولنسوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ آس پاس رہنے والے اس عمارت کے سائے سے بھی بچ کر گزرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہاں دن رات مردے آتے جاتے رہتے ہیں۔"

"یہ گنجان آباد علاقہ ہے۔ قیدیوں کو لانے اور لے جانے کے لیے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے۔" اس نے بے بسی سے کہا۔

اسی لمحے جلال کے موبائل فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ اس کی ابتدائی باتوں سے ہی اندازہ ہوگیا کہ فون پر کوئی بہت بڑی خبر نہیں سنائی گئی تھی۔

"دیکھ لو۔" مختصر سی گفتگو ختم کرتے ہی اس نے شکست خوردہ لہجے میں کہا "میں کہہ رہا تھا کہ ہمارے پاس وقت کم ہے۔ دشمن بہت تیزی دکھا رہا ہے۔ ابھی چند منٹ کے وقفے سے شہر میں دو بم دھماکے ہوئے ہیں۔ کم از کم گیارہ افراد کے زخمی ہونے کی اطلاع ہے۔"

"ڈیوڈ اتنی تیزی نہیں دکھا سکتا۔" میں نے بے یقینی سے کہا "وہ غصیلا ضرور ہوگا مگر لومڑی کی طرح چالاک اور محتاط ہے۔ اس کے رابطے بھی بہت محدود ہیں' ہو نہ ہو' یہ کام چوپڑا کے تیار کیے ہوئے دہشت گردوں کا ہی ہوسکتا ہے۔ وہ سرکاری قیدی نہ ہوتا تو میں اسی وقت اس کی گردن توڑ دیتا۔"

"اس خبر نے میری طبیعت مکدر کردی ہے۔ کیلی کی زبان کھلوانے کی ساری خوشی کافور ہوگئی۔" جلال نے غم و غصے سے کہا۔

"ہمارے ساتھ کچھ عرصے سے یہی ہو رہا ہے۔ جب بھی ہم کوئی بڑی کامیابی حاصل کرتے ہیں' دشمن جھلا کر ایسی کوئی اوچھی کارروائی کرگزرتا ہے۔"

"ان دو دھماکوں کے بعد ایک مشتبہ شخص کا نام سامنے آیا ہے۔ پوری تیزی سے اس کی تلاش جاری ہے۔ وہ پکڑا گیا تو بہت کچھ سامنے آجائے گا۔"

تھوڑی سی خوشی کے ان ہلکے پھلکے لمحات میں ملنے والی اس بری خبر نے میرا دل بھی اداس کردیا۔ میں مجرموں کا لہو بہانے کے معاملے میں جس قدر سفاک تھا' بے گناہوں کی خوں ریزی کے معاملے میں اس سے زیادہ نرم دل اور حساس تھا۔ گیارہ آدمیوں کے بارے میں وہ خبر آئی تھی۔ صبح اخبارات نے تصدیق کردی تھی کہ گولڈن فارمیسی کی آگ میں دو بچے جھلس گئے تھے جن میں سے ایک کی حالت تشویش ناک تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے ہمارے حریفوں نے ایکا کرکے شہر میں زخم ہی زخم بکھیرنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد صدف مینشن کے فون پر فالکن ہاؤس سے خبر آئی کہ کچن سے کیلی بائرن اور بن ڈیوڈ کے ناموں کے دو امریکی پاسپورٹ مل گئے تھے۔

"بن ڈیوڈ کی تصاویر کی نقلیں بنوا کر پورے فیلڈ اسٹاف میں پھیلا دو" جلال نے دونوں پاسپورٹ مل جانے کی نوید مجھے سناکر ماؤتھ پیس میں اپنے آدمی سے کہا "ڈیوڈ بہت خطرناک اور بے رحم قاتل ہے۔ وہ جہاں بھی نظر آجائے' سائے کی طرح اس کا پیچھا کیا جائے۔ ہر شخص دفتر کو رپورٹ کرے گا۔ میں دفتر کے رابطے میں رہوں گا۔"

Downloaded from https://paksociety.com

"کام کچھ سمٹتا ہوا نظر آرہا ہے" اپنے اور اس کے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے میں نے جبری مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "جب تک ڈیوڈ ہمارے ہاتھ نہیں آجاتا' میں کام کو سمٹا ہوا نہیں سمجھ سکتا" اس نے پر تشویش لہجے میں کہا۔

"یہ نہ کہو۔ کچھ دیر پہلے ہمیں اپنے بدترین حریف کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔ اس وقت اس کے کوائف کے ساتھ تصویر بھی ہمارے پاس آچکی ہے۔ یہ کوئی چھوٹی کامیابی نہیں ہے۔"

"بس اب زیادہ نہ چھیڑو۔ جس کامیابی میں انسانی خون کی سرخی شامل ہو' اس کا خمار ختم ہوجاتا ہے۔"

میں نے خاموشی اختیار کرلی۔ بظاہر سنگ دل' سفاک اور بے مہر نظر آنے والا وہ شخص ہر سیکرٹ ایجنٹ کی طرح اندر سے بہت حساس تھا۔ ایسے لوگ جب دشمن سے ٹکراتے ہیں تو ان کے دل جذبات سے عاری ہوکر فولاد کے بن جاتے ہیں۔ خون کی ندیاں بہاتے ہوئے انہیں ذرا بھی ملال نہیں ہوتا۔ اس کشت وخون کو وہ شاید اپنی کامیابی سمجھ کر نازاں رہتے ہیں لیکن جب کوئی بات ان کے مضراب دل کے تاروں کو چھیڑ دیتی ہے تو وہ اس قدر نرم دل اور حساس ہوجاتے ہیں کہ ان سے بات کرتے ہوئے بھی خوف آنے لگتا ہے۔ اس وقت بہتر یہی تھا کہ میں جلال کو نہ چھیڑوں۔ اسے اس کے حال پر چھوڑ دوں۔ غم واندوہ کی لہر گزر جانے کے بعد وہ دھیرے دھیرے خود ہی نارمل ہوسکتا تھا۔

جلال نے اپنی میز میں لگا ہوا گھنٹی کا بٹن دبانے کے بجائے آواز دے کر اپنے آدمی کو بلایا جو چپراسی کے روپ میں باہر موجود تھا۔

"سر! لڑکی کے ہاتھ پیر کھول دیے ہیں۔ وہ بہت خوش ہے کہ اس سے کیا ہوا ایک وعدہ کسی تاخیر کے بغیر پورا ہوگیا ہے۔ اس نے چارپائی سے اترنے کی کوشش کی تھی لیکن زخم میں تکلیف کی وجہ سے اپنی ٹانگوں پر کھڑی ہونے میں کامیاب نہیں ہوسکی۔"

"یہ اچھا ہے۔ وہ جب تک یہاں ہے' اپنے سیل میں پڑی رہے گی۔ اس کی شکم پری کا بندوبست کرنے سے پہلے اسے ایک شاٹ دے دو تاکہ کھانا کھاتے ہی وہ غفلت کی گہری نیند سوجائے۔ تھوڑی دیر بعد میں اسے یہاں سے نکال لے جاؤں گا" جلال کی بات سن کر اس نے اپنے سر کو ہلکا سا خم دیا اور دفتر سے چلا گیا۔

"تم نے اسے یہ نہیں بتایا کہ لڑکی کو بے ہوش کرنے کے بعد ایمبولینس میں منتقل کرنا ہے" چپراسی کے جانے کے بعد میں نے کہا۔

"ان باتوں کو بار بار دہرانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ وہ جانتا ہے کہ بے ہوش لڑکی کو عام گاڑی میں لے جانے کی کوشش کی گئی تو صدف مینشن کے باہر تماشا دیکھنے والوں کا ٹھٹ لگ جائے گا۔ ہم باہر نکلیں گے تو ایمبولینس روانگی کے لیے تیار ہوگی" جلال نے ہنس کر کہا۔ اس کے ذہن پر چھا جانے والی اداسی کی کہر ڈھلنا شروع ہوگئی تھی۔

"جب میں یہاں آئی تھی' تو چوپڑا کا دیدار تو کرادو" میں نے فرمائش کی "ابھی تک میں نے اس کا نام ہی سنا ہے۔ اس خبیث کی صورت نہیں دیکھی۔"

جلال نے اپنی ادھ جلی سگریٹ ایش ٹرے میں مسل دی اور کرسی چھوڑ کر اٹھ گیا "آؤ' ایک نظر اسے بھی دیکھ لیں۔"

ہم دونوں راہ داری میں نکلے تو میرا خیال تھا کہ چوپڑا اسی منزل کی کسی کوٹھری میں کسی کے پڑوس میں بند ہوگا لیکن جلال پوری راہ داری طے کرکے خستہ چوبی زینوں کی طرف بڑھ گیا۔

زینوں کے پرانے اور گھسے ہوئے تختے ہم دونوں کے بوجھ تلے چرچرائے تو میں دانستہ جلال کے پیچھے ہوگیا۔ میری اس حرکت پر جلال نے محظوظ ہوتے کہا "فکر نہ کرو۔ ہمارے بوجھ سے یہ تختے نہیں ٹوٹیں گے۔ اس عمارت کی ہر چیز پختہ اور مضبوط ہے۔ یہاں کی ظاہری حالت کو دانستہ وحشت ناک اور خوف آور رکھا گیا ہے۔"

"مجھے معلوم ہے" میں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے جواب دیا "صدف مینشن میرے لیے اجنبی نہیں ہے۔ تمہاری عنایت سے میں پہلے بھی یہاں وارد ہوچکا ہوں۔"

اوپر کا حال نیچے سے زیادہ ابتر نظر آرہا تھا۔ چھت اور دیواروں سے مکڑیوں کے بڑے بڑے اور گندے جالے لٹکے ہوئے تھے۔ کئی جگہ موٹی موٹی چھپکلیاں شکار کی گھات میں دیواروں سے چپکی ہوئی تھیں۔ دھول میں اٹے ہوئے کمزور بلب اندھیرے سے لڑنے کی ناکام کوشش کررہے تھے۔ چھت کی کڑیوں سے کہیں کہیں چمگادڑیں الٹی لٹکی ہوئی بسیرا کررہی تھیں۔ دن اور رات کا اندازہ لگانے کے لیے ان کی حیوانی جبلت بلب کی روشنی یا کسی اور چیز کی محتاج نہیں تھی۔

سیڑھیوں کی احتجاجی آوازوں اور ہمارے قدموں کی چاپ نے چوپڑا کو چوکنا کردیا تھا۔ وہ ایک کشادہ اور کھلے کمرے میں فرش پر ٹانگیں لمبی کرکے بیٹھا ہوا تھا۔ بے ترتیبی سے بکھرے ہوئے بالوں اور بے خوابی سے متورم سرخ آنکھوں نے اس کا چہرہ ڈراؤنا بنادیا تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ اس کا شیو کٹ من کا بڑھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں آہنی

Downloaded from https://paksociety.com

ہتھکڑی کا جوڑا اور پیروں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ وہ لمبی مدت کا سرکاری قیدی تھا اس لیے اسے بالکل بے دست وپا کرکے نہیں رکھا گیا تھا۔ وہ ایک محدود دائرے میں نقل وحرکت کرسکتا تھا۔

"تت... تم پھر آگئے!" ناکافی روشنی میں جلال کے چہرے پر نظر پڑتے ہی چوپڑا کے ہونٹوں سے سرسراتی ہوئی' آسیب زدہ سی آواز خارج ہوئی۔

"جب تک تم میرے مہمان ہو میں تمہاری خبرگیری کرتا رہوں گا" جلال نے ہڈیوں میں اتر جانے والی سرد آواز میں کہا "اس دور سے گزرتے ہوئے تم کو ایک ایک کرکے اپنے سارے گناہ یاد آجائیں گے۔"

"میں بھگوان کی سوگند کھاتا ہوں' میں نے تم کو ہرہات بتادی ہے" رندھی آواز میں جواب دے کر وہ یکایک رو پڑا۔

"راکشش! اپنے منہ سے بھگوان کا نام نہ لے" میں نے بڑھ کر بائیں ہاتھ سے اس کے بال تھامے اور داہنے ہاتھ سے اس کے رخسار پر ایک زناٹے دار تھپڑ رسید کردیا۔

صدف مینشن کے درودیوار اس کی روح فرسا چیخ سے لرز اٹھے۔ کڑیوں سے الٹی لٹکی ہوئی چیگادڑیں خوف زدہ ہوکر ٹرچ ٹرچ کی آوازیں نکالتی ہوئی' فضا میں پھڑپھڑانے لگیں۔

جلال نے ہولے سے میرا بازو دبا کر مجھے یاد دلانے کی کوشش کی کہ میں نے وہاں آنے سے پہلے اس پر ہاتھ نہ اٹھانے کا وعدہ کیا تھا۔ اپنا وہ وعدہ مجھے بھی یاد تھا لیکن موت کے اس ہرکارے کی منحوس شکل دیکھ کر میرے لیے اپنے اوپر قابو پانا دشوار ہوگیا تھا۔

میں اس خبیث چہرے کو ذہن نشین کرتا ہوا الٹے قدموں پیچھے ہٹ آیا۔

"مجھے بتاتے کیوں نہیں کہ تم لوگ کون ہو اور مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ تم مجھ سے جو کچھ سننا چاہتے ہو' میں بتانے کے لیے تیار ہوں لیکن مجھے نہ مارو۔ میرا رواں رواں اور جوڑ جوڑ دکھ رہا ہے" اس نے رودینے والی آواز میں فریاد کی "مجھے پتا ہوتا کہ تم لوگ اتنے ظالم ہو تو میں شروع سے ہی سب کچھ بتا تا چلا جاتا۔"

ہم دونوں میں سے کسی نے اس کی باتوں کا جواب دینے کی زحمت نہیں کی۔ جلال اس کی رونمائی کے لیے آیا تھا۔ میں نے اسے دیکھ لیا تھا۔ ہم دونوں اس اجاڑ زنداں سے واپس چل دیے۔

"کاش تم اس پر کوئی الزام ثابت نہ کرسکو اور یہ عدالت سے بری ہوجائے" دوبارہ دفتر میں پہنچنے کے بعد میں نے دعائیہ انداز میں کہا۔

"کیوں؟ کیا اس کی ابتر حالت دیکھ کر تمہیں اس پر رحم آرہا ہے؟" جلال نے چونک کر پوچھا۔

"اسے قانون اور عدالت سے رہائی مل جائے تو میں اپنے ہاتھوں سے اس کے بدن کے چیتھڑے اڑاؤں گا۔ ہم لوگوں سے ہونے والی لڑائی میں یہ بے گناہ پاکستانیوں کا خون پی کر پروان چڑھ رہا ہے" میں نے اپنے غصے کی لہر قابو پاتے ہوئے کہا "پتا نہیں تم نے میرا ہاتھ کیوں روک دیا۔"

"مجھے بھی اس سے ہمدردی نہیں ہے۔ دراصل خوف اور دہشت کی وجہ سے اس کا بلڈ پریشر مسلسل گرا ہوا ہے۔ لیری ہف کی مثال تمہارے سامنے ہے۔ فون پر تمہاری دھمکیاں سن کر اس پر دل کا دورہ پڑا اور وہ آناً فاناً مرگیا۔ میں نہیں چاہتا کہ چوپڑا بھی اسی طرح ہمارے ہاتھوں سے نکل جائے۔ سچ پوچھو تو اس وقت میں مجبور ہوکر اس کمینے کی تیمارداری کررہا ہوں۔ بہتر غذاؤں کے ساتھ اسے دوائیں بھی دی جارہی ہیں لیکن ایسا معلوم ہورہا ہے جیسے انجام نظر آجانے کے بعد اس کی بھوک اور پیاس اڑ چکی ہے۔"

"اسے شراب پلاؤ!" میں نے سنجیدگی سے مشورہ دیا "نشے کی ترنگ میں یہ اپنے سارے دکھ درد بھول جائے گا۔ اس کی بھوک بھی چمک اٹھے گی۔"

"تم نے بالکل صحیح مشورہ دیا ہے۔ یہ لوگ شراب کے عادی ہوتے ہیں۔ میرا دھیان اس طرف نہیں گیا تھا۔"

جلال نے ایک مرتبہ پھر چپراسی کو بلالیا۔ اس سے پوچھنے پر پتا چلا کہ صدف مینشن میں الکحل کا وجود نہیں تھا۔ جلال نے اسے چوپڑا کے لیے ریڈ لیبل اسکاچ کی ایک بڑی بوتل کا بندوبست کرنے کے لیے کہا۔ اس وقت پتا چلا کہ ملک بھر میں شراب ممنوع ہونے کے باوجود نسٹر روڈ کے اطراف کی گنجان آبادیوں میں اس کی فراوانی تھی۔ ہر گلی میں کوئی نہ کوئی دکان دار یا پان والا چوری چھپے دیسی اور ولایتی شراب اور اسمگل کی ہوئی سگریٹوں کا دھندا کررہا تھا۔ بعض دکانوں پر کولڈ ڈرنک کی بوتلوں میں ملاکر گاہکوں کو کھلی ہوئی شراب بھی بیچی جاتی تھی۔

جلال کو فالکن ہاؤس سے آنے والے دونوں پاسپورٹوں کا بے چینی سے انتظار تھا۔ اسے یقین تھا کہ اس کا آدمی غیر ضروری طور پر ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرے گا۔ اس وقت سے فائدہ اٹھانے کے لیے میں نے اسے نک سے فون پر بات کرنے کے لیے کہا۔ جلال نے اپنی رسٹ واچ دیکھی اور سر ہلا کر فون کی طرف متوجہ ہوگیا۔ میں دفتر سے باہر نکل گیا۔

میرے لیے صدف مینشن کی وہ عمارت ابتدا سے ہی خیال گیر رہی تھی۔ اس بی وی نے وہاں گھٹن' وحشت

Downloaded from https://paksociety.com

اور سراسیمگی کا جو سماں پیدا کیا ہوا تھا' وہ بدترین جیلوں میں بھی عنقا تھا۔ اصل خوبی یا خرابی اس عمارت کی قدیم طرز کی بناوٹ میں تھی۔ اپنے محل وقوع اور بیرونی ساخت کے اعتبار سے وہ ایک رہائشی عمارت نظر آتی تھی جسے کسی پردے دار ہندو خاندان نے اپنے لیے بنوایا تھا۔ چوبی اور وزنی صدر دروازے کے اوپر بنی ہوئی مورتیاں اس عمارت کے اصل مالکوں کی عکاسی کرتی تھیں۔ عمارت بناتے ہوئے اس بات کا خاص خیال رکھا گیا تھا کہ باہر سے گزرنے والوں کو اندر کے بارے میں کوئی سن گن نہ مل سکے۔ باہر سے سپاٹ سنگی دیواروں کا قلعہ نظر آنے والی اس عمارت میں ہر رہائشی سہولت دستیاب تھی جسے آئی بی والوں نے ردوبدل کے بعد اپنے کام میں لیا ہوا تھا۔

میں دفتر سے نکل کر ٹہلتا ہوا داخلی ہال تک گیا جہاں سے چوبی زینے اوپر جا رہے تھے۔ گپ شپ میں مصروف محافظ مجھے دیکھتے ہی مستعدی سے سیدھے کھڑے ہوگئے۔ چند ثانیوں بعد میں نے محسوس کیا کہ میں نے اس خشک ماحول میں ان دونوں کی دلچسپ خلوت میں مداخلت بے جا کی تھی۔ میں پلٹا اور کیلی کے سیل میں پہنچ گیا۔

اس کے ہاتھ پیر آزاد تھے مگر وہ بدستور چارپائی پر پڑی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی اس کی آنکھوں میں امید کی ہلکی سی چمک پیدا ہوگئی۔ اس نے کمزور آواز میں کہا "اچھا ہوا کہ تم آگئے۔ تم شریف اور نرم دل آدمی ہو۔ تمہارا ساتھی بہت بے رحم ہے۔ ذرا مجھے سہارا دے کر نیچے اتارو۔ اس ڈھیلے بستر پر پڑے پڑے میری بوٹیاں دکھنے لگی ہیں۔ میرے لیے کھانا آنے والا ہے۔ میں نیچے بیٹھ کر کھانا چاہتی ہوں۔"

"میرے ایک سوال کا جواب دے دو تو تمہیں بستر سے اتارا جا سکتا ہے" میں نے کہا۔

"میں تمہارے ساتھی کے ہر سوال کا جواب دے چکی ہوں۔ کچھ رہ گیا ہے تو تم بھی پوچھ لو" وہ تھکی تھکی آواز میں بولی۔

"ڈیوڈ پاکستان میں کیا مشن لے کر آیا تھا؟" میں نے آہستگی سے پوچھا۔

"میں بتا چکی ہوں کہ مجھے اس کی سرگرمیوں سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ اڑتی اڑتی کچھ باتیں میرے کانوں میں پڑ جاتی تھیں جن پر میں زیادہ دھیان نہیں دیتی تھی۔ مجھے اتنا اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ یہاں ہیروئن کا کوئی چکر چلا رہا ہے اور ڈینی نامی کسی شخص کو مارنے کی فکر میں ہے۔"

"ڈینی تک پہنچنے کے لیے وہ دوسروں کے فراق میں بھی رہا ہوگا؟" میں نے اسے یاد دلایا۔

"میں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ ہمارے درمیان ایسی باتوں پر کوئی گفتگو نہیں ہوتی تھی۔"

اس کی باتوں کا نچوڑ پہلے ہی سامنے آگیا تھا۔ میں نے براہِ راست سوال کرکے اپنی خلش دور کرلی۔ اس نے حتی طور پر کچھ نہیں بتایا لیکن ڈیوڈ کی دلچسپی کے دو نکات کا ذکر کرکے اس نے بالواسطہ طور پر بہت کچھ کہہ دیا تھا۔

ہیروئن کے کاروبار کے بارے میں راجا اور خالد نے جو کچھ کہا تھا' اس کی روشنی میں وہ ایک بے سروپا دھندا نظر آتا تھا۔ راجا کو اپنی گرہ سے دس ہزار روپے فی کلو دے کر ڈیوڈ ہیروئن کی مارکیٹ میں کوئی بڑی کامیابی حاصل نہیں کرسکتا تھا۔ راجا بدنیتی پر اتر آتا تو ایک بڑی رقم آسانی سے ہضم کرسکتا تھا۔ خالد بازار کے چکر لگا کر اس کی بے ایمانی نہیں پکڑ سکتا تھا۔ ایک ایسا کام جس کا انحصار صرف دو افراد پر ہو' شی جیسی بڑی تنظیم کا ہدف نہیں ہوسکتا تھا اور نہ اس کے لیے ڈیوڈ کو امریکا سے پاکستان آنے کی ضرورت تھی۔ ایسی صورت میں کیلی کے بیان کا صرف دوسرا نکتہ رہ جاتا تھا جس کے بارے میں وہ خود زیادہ پر یقین نہیں تھی۔

میں دروازے کی طرف پلٹا تو کیلی نے میری وعدہ خلافی پر احتجاج کرتے ہوئے مجھے میرا وعدہ یاد دلایا۔ میں نے اسے بتایا کہ میں نے اسے بستر سے اتارنے کی بات ضرور کی تھی' یہ ہرگز نہیں کہا تھا کہ اسے خود بستر سے اتاروں گا۔ مجھے معلوم تھا کہ کیلی کو کھانا کھلانے کے بعد بے ہوشی کی حالت میں آخرکار بستر سے اتارا بلکہ لے جایا جانے والا تھا۔

وہ جھلا کر مجھے برا بھلا کہتی رہ گئی مگر میں اس کی کسی بات پر کان دھرے بغیر وہاں سے نکل کر دفتر کی طرف چل دیا۔

اس دوران میں جلال نے نک سے بات کرلی تھی۔ وہ بارہ بجے کیلی کو لینے کے لیے کانفٹن کے ویران ساحلی علاقے میں پہنچنے والا تھا۔

مجھے نک کے بارے میں بات آگے بڑھانے کا موقع نہیں مل سکا کیونکہ ایک گارڈ بند خاکی لفافہ لے آیا۔ آئی بی کا آدمی صدف مینشن کے صدر دروازے پر ہی وہ وزنی لفافہ دے کر واپس چلا گیا تھا۔ ہم دونوں کو بے چینی سے اس لفافے کا انتظار تھا۔ جلال نے فوراً ہی اسے کھول لیا۔ میں تجسس سے مغلوب ہوکر اس کے قریب پہنچ گیا۔

کوائف سے پہلے میری نظر بن ڈیوڈ کی تصویر پر جم گئی۔ بھوری آنکھوں اور حلق تک پھیلی ہوئی خشخشی داڑھی والا وہ مکارانہ چہرہ اس کے نسلی امتیاز کی نشان دہی کر رہا تھا۔ میں نے نظر بھر کر اسے دیکھا۔ کوائف پر ایک نظر ڈالی تو اس کا قد ۶ [illegible] دیکھ چکا تھا۔ وہ واقعی

Downloaded from https://paksociety.com

مضبوط جسم اور دراز قامت کا مالک تھا۔ میں ایک گہرا سانس لے کر اپنی جگہ پر واپس آگیا۔

میرا خیال تھا کہ جلال بھی اس پاسپورٹ کو دیکھ کر ایک طرف رکھ دے گا لیکن وہ اس مختصر سی کتاب کو اپنے ہاتھ میں تھامے، سکتے کے عالم میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی ساکت نگاہیں مسلسل کھلے ہوئے پاسپورٹ کے صفحات پر جمی ہوئی تھیں۔ یوں نظر آرہا تھا جیسے وہ تصویر کو ذہن نشین کررہا ہو۔

"بہت غیر معمولی چہرہ ہے" میں نے سگریٹ سلگانے کے بعد جلال کا غیر معمولی انہماک ختم کرنے کے لیے کہا "اسے ایک مرتبہ دیکھ کر بھلانا ناممکن ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو" جلال نے پاسپورٹ بند کرکے میز پر ڈالتے ہوئے کہا "یہ چہرہ میرے دماغ کے کسی نہاں خانے میں نقش ہے۔ ذہن میں کلبلاہٹ ہورہی ہے مگر یہ یاد نہیں آرہا کہ میں نے اسے کہاں دیکھا تھا۔"

"تم اس کو دیکھ چکے ہو؟" میں نے تحیرزدہ آواز میں کہا۔

"اس کا چہرہ بہت غیر معمولی ہے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں اسے دیکھ چکا ہوں... مگر کہاں...؟" وہ کھوئی ہوئی آواز میں بولا۔

"اپنے ذہن پر زور دیتے رہو۔ سب کچھ یاد آجائے گا۔ مجھے معلوم ہے کہ تمہارا حافظہ بہت اچھا ہے۔"

لفافے میں پاسپورٹوں کے ساتھ ایک لفافے میں بن ڈیوڈ کی چار رنگین تصاویر بھی موجود تھیں جو شاید تھوڑی دیر پہلے بنوائی گئی تھیں۔ وہ جلال نے میرے حوالے کردیں "یہ اول خان اور اپنے ساتھیوں کو دے دینا، اب کسی نہ کسی کو اس تک پہنچنا پڑے گا۔"

"حالات کی وجہ سے میرے ساتھی سوشل نہیں رہے۔ یہ تصویریں اول خان کے لیے زیادہ کارآمد رہیں گی" میں نے تصویریں دیکھ کر لفافہ اپنی جیب میں رکھ لیا۔

"جیسے مناسب سمجھو، دے دینا۔ مجھے ڈر ہے کہ جہانگیر کی دکان کو آگ لگانے کے بعد وہ چین سے نہیں بیٹھے گا۔ کوئی نہ کوئی تخریب کاری کرتا رہے گا۔"

"خرابی یہ ہے کہ اس کے سر پر امریکیوں کا ہاتھ ہے۔ تم نے دیکھ لیا کہ وہ کیلی کے بارے میں کتنے بے چین ہورہے تھے، ابھی نک خوش ہوگیا ہوگا!"

"میری پیش کش پر وہ حیران ہوگیا تھا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ ملاقات کے چند گھنٹوں بعد میں کیلی کو اس کے حوالے کرنے پر آمادہ ہوگیا تھا۔"

"وہ یہاں بیٹھے اپنے محکموں کی نمائندگی کررہے ہیں۔ مجھے حیرت ہے کہ تم ان کے مخالف کیمپ میں کیسے..."

"ان دونوں کے نام میرے ریکارڈ پر ہیں۔ مجھے ان کی سرگرمیوں کی رپورٹیں بھی ملتی رہتی ہیں لیکن کبھی ان سے ملاقات ہونے کی نوبت نہیں آئی تھی۔ آج پہلی بار ان سے سامنا ہوا تھا" جلال نے کہا "پہلے وہ کلفٹن آنے کے ذکر پر خوف زدہ سا ہوگیا تھا۔ چند روز پہلے وہاں سے ملنے والی نادر کی لاش کی وجہ سے لوگ ویران ساحل پر جانے سے کترانے لگے ہیں۔"

"تم اس سے ملنے کے لیے شہر میں کسی دوسرے مقام کا تعین کرسکتے تھے" میں نے جواب دیا۔

"سناٹے کی وجہ سے وہی علاقہ بہتر ہے۔ ایمبولینس سے ایک بے ہوش عورت کو کسی کار میں منتقل کرنا آسان کام نہیں ہے۔ کوئی پولیس کو بھی بلا سکتا ہے۔"

"حیرت ہے کہ تم آئی بی کے افسر ہوتے ہوئے پولیس والوں کی طرف سے متفکر تھے۔"

"مجھے کوئی فکر یا تشویش نہیں تھی۔ جو کام خاموشی کے ساتھ انجام دیا جاسکتا ہے، دوسروں کو اس کی طرف متوجہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ساحل پر پورا کام اطمینان سے ہوجائے گا۔"

"اور نک کو کس بات کا خوف تھا؟" میں نے ذرا طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"اس کا خوف نفسیاتی ہے۔ جب تک امریکیوں کو کوئی بڑی کامیابی نہیں مل جاتی، وہ پاکستان بلکہ کراچی میں خائف رہیں گے۔ وہ یہاں اپنے کئی اہم آدمی گنوا چکے ہیں۔ اس نے کھل کر مجھ سے کچھ نہیں کہا لیکن ساحل کے بجائے کہیں اور ملنے کی بات کررہا تھا۔"

"ایمبولینس کون لے جائے گا؟" میں نے پوچھا۔

"میرا تنہا جانے کا ارادہ ہے" اس نے سرسری لہجے میں کہا "تم چاہو تو میرے ساتھ چل سکتے ہو۔ فی الحال تم ان کے لیے ڈینی نہیں، کرنل داور ہو۔"

"میں ضرور چلوں گا، کتنی دیر میں نکلنے کا ارادہ ہے؟" میں نے مسرت آمیز لہجے میں کہا۔

اس سے ملاقات کے لیے ایک بجے کا وقت طے ہوا تھا۔ ساڑھے بارہ بجے کیلی کو بے ہوشی کی حالت میں باہر کھڑی ہوئی ایمبولینس میں منتقل کیا جاچکا تھا۔ باہر نکل کر جلال نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی، میں اس کے برابر میں بیٹھا اور ایمبولینس تیزی سے آگے روانہ ہوگئی۔

"وہ اکیلا آئے گا یا اس کے ساتھ محافظ وغیرہ بھی ہوں گے؟" میں نے راستے میں پوچھا۔

"خاطروں کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ وہ دو

Downloaded from https://paksociety.com

مددگار ضرور لائے گا جو کیلی کو ایمبولینس سے کار میں منتقل کرسکیں۔ میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ میں اس عورت کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔"

"اور صدف مینشن میں اس کا چہرہ لہولہان کرنے کا ارادہ رکھتے تھے؟" میں نے ہنس کر اسے یاد دلایا۔

"وہ دھمکی تھی جو کام کرگئی" اس نے میرے اندازے کے توثیق کردی "وہ نہ بولتی تو میں خاموشی سے لوٹ آتا۔ دراصل میں نے کہیں پڑھا تھا کہ مغربی عورتیں شدت پسند ہوتی ہیں۔ ہلکے پھلکے تشدد کے بغیر وہ کوئی کام رغبت سے نہیں کرتیں۔ میں نے تمہاری شرافت کا انجام دیکھ لیا تھا اس لیے خود دوسرا روپ اپنالیا۔"

شہر سے کلفٹن کی ساحلی پٹی پر پہنچتے ہی جلال نے ایمبولینس بائیں طرف موڑلی۔ ساحل کے متوازی پختہ سڑک پر سفر کرتے ہوئے ہم ذرا سی دیر میں ویرانے میں جا نکلے جہاں ہمیں ریتیلے حصے میں دور ہی سے ایک سفید کار کھڑی ہوئی نظر آگئی۔ چند ثانیوں بعد وہ تینوں سفید فام بھی واضح ہوگئے جو ایمبولینس کو پہچان کر بے تابی سے فضا میں ہاتھ لہرا رہے تھے۔ جلال نے رفتار کم کرکے ایمبولینس کو پختہ سڑک سے ریتیلے راستے پر اتارا۔ اس کا رخ سفید کار کی طرف تھا۔

نک وہاں کسرتی بدن والے دو سادہ پوش ہم وطنوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ ان دونوں کے چہروں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ عام آدمی نہیں' پیشہ ور لڑاکا تھے۔ جو کسی برے وقت میں نک کی مدد کرسکتے تھے۔

ہم دونوں ایمبولینس کا انجن بند ہونے پر نیچے اتر آئے۔ جلال کے اشارے پر نک نے اپنے دونوں آدمیوں کو تیزی سے کام مکمل کرنے کی ہدایت کی اور وہ ایمبولینس کے پچھلے حصے کی طرف متوجہ ہوگئے۔ نک دونوں ہاتھ پتلون کی جیبوں میں ڈالے' اطمینان سے ہمارے ساتھ کھڑا رہا۔

"مجھے حیرت ہے کہ تمہاری پولیس نے رات کو کیلی کو پکڑا اور اب وہ تمہارے لیے ناکارہ ہوچکی ہے۔ کیا اس نے اتنی آسانی سے سب کچھ اگل دیا؟" نک بولا۔

"کیلی ایک جنس زدہ لڑکی ہے جو بن ڈیوڈ کی مردانہ وجاہت اور طاقت کی دیوانی ہے" جلال نے بے پروائی سے جواب دیا "اس کی بے سروپا باتوں میں سر کھپانا فضول تھا۔"

"بن ڈیوڈ ..... یہ کون ہے؟" نک کے ہونٹوں سے سرسراتی ہوئی آواز ابھری جس سے حیرت سے زیادہ بے یقینی جھلک رہی تھی۔

"آئی مین! پاسپورٹ کے مطابق وہ اسی نام پر پاکستان میں داخل ہوا ہے" شاید جلال نے فون پر نک کو آئی مین کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔

"اس کا پاسپورٹ تمہیں کہاں سے مل گیا؟" نک پر گویا حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹے پڑ رہے تھے۔

"میرے آدمیوں نے فالکن ہاؤس کے کچن سے دونوں پاسپورٹ برآمد کرلیے تھے۔ میرے استفسار پر کیلی نے بھی اسی مقام کی نشاندہی کی۔ وہ ایک بڑا سچ تھا۔ میں نے اس کی ہر بات پر اعتبار کرتے ہوئے اسے رہا کرنے کا فیصلہ کرلیا" جلال نے سچ میں جھوٹ کی آمیزش کرتے ہوئے جواب دیا۔

"تم نے اس سے یہ تو ضرور پوچھا ہوگا کہ ڈیوڈ فالکن ہاؤس سے فرار ہوکر کہاں گیا ہے!" نک نے پراشتیاق لہجے میں پوچھا۔

"وہ کچھ نہیں بتا سکی۔ ڈیوڈ ایک آوارہ بھونرا ہے۔ وہ آزاد کلی کا رس چوستا رہا۔ صیاد سر پر آیا تو کہیں اڑ گیا۔ ہوسکتا ہے کہ وقت ملنے پر وہ دوبارہ کیلی کو تلاش کرلے۔"

"کیلی کو اپنی قید میں رکھ کر تم ڈیوڈ کو اپنے کسی جال میں پھانس سکتے تھے؟" نک نے کریدا۔

"وہ میری اور تمہاری طرح ایک سیکرٹ ایجنٹ کا مزاج رکھتا ہے" جلال نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے' ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا "اس کے لیے اپنی حفاظت ہر چیز پر مقدم ہے۔ وہ بھول کر بھی ادھر کا رخ نہ کرتا جہاں کیلی کو رکھا گیا تھا۔ وہاں آنے والے مارے جاتے ہیں مگر اپنی مرضی سے واپس نہیں جاتے۔"

"اسی لیے تم چاہتے ہو کہ کیلی کو فی الحال پاکستان سے باہر نہ نکالا جائے۔ ہوسکتا ہے کہ کیلی کی آزادی ڈیوڈ کو دوبارہ اس کی طرف راغب کردے۔"

"یہ بھی ایک حکمت عملی ہوسکتی ہے۔ ہم اس کو ہر قیمت پر پکڑنے کی کوشش کریں گے" جلال نے اسے ڈراوا دیا۔ "ہم کیلی کو غیر معینہ مدت تک اپنا مہمان نہیں رکھ سکتے۔ اس کے زخم مندمل ہوتے ہی اسے آزاد کردیں گے۔ اس پر تو تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا؟"

"جب تک وہ پاکستان میں رہتی ہے' ہمیں کسی بات پر اعتراض نہیں ہوگا۔"

میں ان دونوں کے قریب کھڑا سگریٹ پھونکتے ہوئے ان کی باتیں سن رہا تھا۔ کسرتی جسموں والے امریکیوں نے بہت آسانی کے ساتھ کیلی کو ایمبولینس کے اسٹریچر سے اٹھا کر سفید کار کی پچھلی سیٹ پر ڈال دیا تھا۔ وہ اہم کام مکمل ہوجانے کے بعد ہم کسی بھی لمحے واپس روانہ ہوسکتے تھے۔

"ہم بھی اپنے طور پر اس سے پتا کریں گے کہ ڈیوڈ کہاں

Downloaded from https://paksociety.com

مل سکے گا؟" جلال کے کسی مطالبے کے بغیر نک نے از خود پیش کش کی۔ "ہم کسی امریکی شہری کو یہ آزادی نہیں دے سکتے کہ وہ پاکستان میں رہتے ہوئے یہاں کے قانون کو پامال کرے۔"

"بس نک! اب ہمارے زخموں پر نمک پاشی نہ کرو۔ بن ڈیوڈ مجرم ہے اور جیک ایک ذمے دار افسر تھا۔ اس نے ہمارے کس قانون کی پاسداری کی؟" جلال نے کاٹ دار لہجے میں کہا "جو ہوگیا سو ہوگیا۔ کوشش کرنا کہ کم از کم سرکاری سطح پر ایسے واقعات کا اعادہ نہ ہو۔"

"یہ معاملہ اتنا سیدھا نہیں ہے۔ اگر فالکن ہاؤس میں بن ڈیوڈ روپوش تھا تو پھر اس بات کی پوری تحقیقات کی جائیں گی کہ جیک اپنے دو محافظوں کے ساتھ وہاں کیوں گیا تھا۔"

"وہ صرف گیا نہیں تھا، کیلی نے تصدیق کی ہے کہ وہ اسی شام فالکن ہاؤس میں مستقل رہائش کے ارادے سے منتقل ہوا تھا۔" جلال بولا "اس کی لاش پر موجود کپڑوں پر ایک نظر ڈال لینا۔ وہ شب خوابی کے لباس میں مارا گیا تھا۔ اس کے کپڑے کیلی کی کہانی کی تصدیق کرتے ہیں۔"

"پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ کیلی کی باتوں پر کہاں تک اعتبار کیا جاسکتا ہے۔" نک نے مکاری سے بات ٹال دی۔

"بن ڈیوڈ کے بارے میں کچھ کہنا محال ہے لیکن جیک کی ہر بات کھل کر سامنے آچکی ہے۔ وہ تم سے بڑا تھا۔ تم اس پر گرفت کرنے کے مجاز نہیں تھے۔ اس سے اوپر والوں کو یہ سب سوچنا چاہیے۔ میں زیادہ تفصیل دہرا کر صبح والی بدمزگی کا اعادہ نہیں کرنا چاہتا۔"

نک نے خود بات چھیڑی تھی اور پھنس گیا تھا۔ جلال نے اسے راہ دی تو اس نے فوراً ہی مصافحے کے لیے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا "اوکے جلال۔ اب ہم چلتے ہیں مجھے واپسی میں دیر ہوگئی تو سب فکرمند ہوجائیں گے۔ جیک کے واقعے کے بعد ہمارے سیکیورٹی چیک بہت بڑھ گئے ہیں۔"

وہ تینوں اپنی کار میں تیز رفتاری سے روانہ ہوگئے۔ ان کے پیچھے ہماری ایمبولینس تھی۔ دونوں گاڑیوں کا درمیانی فاصلہ تیزی سے بڑھتا جارہا تھا۔

○☆○

"اول خان کے آدمی ضرور اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔" کھانے کی میز پر ویرا نے پورے وثوق سے اپنی امید ظاہر کی۔

"لاکھوں کی آبادی میں کسی ایک آدمی کا کھوج لگانا اتنا آسان نہیں ہے۔" غزالہ نے بردباری سے اسے جتایا "وہ ویسے بھی اپنی رونمائی سے بھاگتا ہے۔ کچھ روز کے لیے خاموشی سے گوشہ نشین ہوگیا تو پھر کسی کے ہاتھ نہیں آئے گا۔"

"یہ زیادتی ہے کہ کھانے کے چکر میں تم نے اول خان کو فون نہیں کیا۔ وہ بے چینی سے تمہاری نک اور ٹام کے ساتھ میٹنگ کے نتیجے کا انتظار کررہا ہے۔" سلطان شاہ نے ایک بالکل نئی بات چھیڑ دی "تمہاری طویل غیر حاضری میں وہ دو مرتبہ فون کرچکا ہے۔ اسے تشویش تھی کہ تم کہاں رہ گئے ہو۔"

"کھانے کے بعد میں سب سے پہلے اسے فون کروں گا اور وہ یہاں دوڑا چلا آئے گا۔" میں نے کوفتے کا لقمہ بناتے ہوئے جواب دیا "میں کھانے سے پہلے اسے فون کرتا تو اس وقت ہم میز کے گرد بیٹھے کھانا نہیں کھا رہے ہوتے، ڈرائنگ روم میں اس کی آمد کے انتظار میں سوکھ رہے ہوتے۔"

"تم ہمیشہ نئی منطق سامنے لاتے ہو۔" ویرا تنک کر بولی "کبھی تم کو کام کی خاطر اپنے سرپیر کی بھی پروا نہیں ہوتی، اس وقت پیٹ کی خاطر سب کچھ پس پشت ڈال دیا ہے۔"

"ویرا! تم کو معلوم نہیں کہ پیٹ بڑا بدکار ہے۔ انسان اسی کی خاطر سب کچھ کرتا ہے۔"

"مجھے سب معلوم ہے۔ مجھ سے فلسفہ بگھارنے کی کوشش مت کرو۔ میں بحث پر اتر آئی تو تمہارا مغز خالی کردوں گی۔"

"امریکی تم کو اسی لیے واپس لے جانا چاہتے ہیں۔" سلطان شاہ بے ساختہ بول پڑا "ان کے سائنس داں برسوں کی محنت کے باوجود ایسی کوئی مشین بنانے میں کامیاب نہیں ہوسکے جو انسان کا مغز خالی کردے۔ تم یہ کام ذرا سی دیر میں کردیتی ہو۔"

"خاموشی سے کھانا کھاؤ۔ اس وقت تم عقل کے بجائے معدے سے بول رہے ہو۔" ویرا نے بے پروائی سے کہا۔

میں نے ان تینوں سے پہلے کھانے کی میز چھوڑ دی اور ہاتھ دھو کر سیدھا فون کی طرف چلا گیا تاکہ اول خان کی بے چینی دور کرسکوں۔ اس کا اردلی میری آواز پہچانتا تھا۔ اس نے بتایا کہ وہ ذرا سی دیر پہلے میری طرف روانہ ہوا تھا۔ مجھے اندازہ تھا کہ میری فون کال سے پہلے وہ ہمارے گھر پہنچ گیا تو کس قدر خفا ہوگا۔ میں نے کریڈل دبا کر اس کا موبائل نمبر ملالیا۔

"خدا کا شکر ہے کہ تمہاری آواز میرے کانوں میں آئی۔" وہ میری آواز سن کر کہہ رہا تھا "مجھے تشویش ہورہی تھی کہ تم کہاں رہ گئے ہو۔"

"تم میرے یا جلال کے موبائل فون پر رنگ کرسکتے تھے۔ ہم راستے بھر..."

Downloaded from https://paksociety.com

تھے۔"

"مجھے کچھ نہ کچھ اندازہ تھا۔ موبائل پر بے وقت گھنٹی بجا کر میں تم دونوں کی مصروفیات میں خلل نہیں ڈال سکتا تھا۔ میں اس وقت تمہاری طرف آرہا ہوں۔ یہ بتاؤ کہ میٹنگ کیسی رہی۔"

"اتنی کھلی کھلی باتیں ہوئیں کہ ہاتھا پائی ہوتے ہوتے رہ گئی۔" میں نے ہنس کر کہا "جلال نے بروقت بات بگڑنے سے بچالی۔ اس سے بڑی خبر یہ ہے کہ آئی مین کا پاسپورٹ جلال کے قبضے میں آگیا ہے۔ اس کی مدد سے بن ڈیوڈ کی بہت سی رنگین تصاویر بنوالی گئی ہیں جو اب تک آئی بی کے فیلڈ اسٹاف میں پھیلائی جاچکی ہوں گی۔"

"ویری گڈ۔ ایک آدھ تصویر تم بھی لے لینا۔ ہوسکتا ہے کہ اس بار ایس ٹی ایف والوں کے ستارے یاوری کرجائیں اور وہ ہمارے ہاتھ لگ جائے۔" اول خان کی آواز خوشی سے لبریز تھی "تم کو پاسپورٹ سے ہی پتا چلا ہوگا کہ اس کا اصل نام بن ڈیوڈ ہے۔"

"میرے پاس اس کی ایک نہیں' چار تصاویر ہیں۔ بس تم آجاؤ تو بات ہوگی۔"

"ذرا میری ایک خلش تو دور کردو۔ اس کا نام کچھ یہودیوں جیسا لگتا ہے۔ وہ موساد کا آدمی تو نہیں ہے؟"

"اس کا پاسپورٹ امریکی ہے۔ امریکا والے ہی اس کی پشت پناہی کررہے ہیں اور شی ویسے بھی امریکا کے ایک صدر کے ذہن کی پیداوار رہے۔ بن ڈیوڈ کے امریکی ایجنٹ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ یہ اور بات ہے کہ وہ اپنی مذہبی ہمدردیوں کی وجہ سے اسرائیل کے لیے بھی کوئی کام کررہا ہو۔ امریکا کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔" میں نے کہا۔

"میں پہنچ رہا ہوں۔ باقی باتیں ملنے کے بعد ہوں گی۔"

اس نے ایک گہرا سانس لے کر بات وہیں ختم کردی۔

جب تک وہ تینوں کھانے سے فارغ ہوتے اور ویرا میز پر پھیلے ہوئے برتن سمیٹ کر صفائی کرتی' اول خان آن پہنچا۔ میں نے دروازے پر ہی تصویروں والا لفافہ اسے دے دیا۔

"یہ بتاؤ کہ اس کا پاسپورٹ جلال کو کہاں سے مل گیا؟" اول خان نے رسمی مزاج پرسی کے بعد' بیٹھتے ہی سوال کیا۔ لفافے کی تصویروں پر اس نے راہ داری میں نظر ڈال لی تھی۔

"کیلی بائرن نے اس جگہ کی نشان دہی کی تھی جہاں دونوں پاسپورٹ چھپائے تھے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیلی!" سب کے منہ سے تحیر زدہ آوازیں نکلیں پھر ویرا نے پوچھا "تم نے تو نک اور ٹام سے ملاقات کی کہانی سنائی تھی۔ یہ بیچ میں کیلی کہاں سے ٹپک پڑی؟"

مجھے احساس ہوا کہ غلطی میری ہی تھی۔ میں نے پاسپورٹوں کے بارے میں جس انداز سے ذکر کیا تھا اس سے یہی تاثر لیا جاسکتا تھا کہ آئی بی والوں نے اپنے طور پر وہ کامیابی حاصل کی ہوگی۔ میری ساری بریفنگ آف دی ریکارڈ اجلاس کی کارروائی پر مرکوز رہی تھی۔ اس دوران میں کہیں بھی کیلی کا کوئی ذکر نہیں آیا تھا۔

"میٹنگ کے بعد ہم دونوں نے کیلی پر کچھ وقت صرف کیا تھا۔" میں نے ایک گہرا سانس لے کر ان کو بتایا "وہ ہماری توقع سے زیادہ آسان ہدف ثابت ہوئی اور جو کچھ جانتی تھی' بتاتی چلی گئی۔"

اول خان سمیت سب کو کیلی کی ذات سے گہری دلچسپی تھی کیونکہ وہ آئی مین کی قریبی ساتھی تھی۔ ان لوگوں نے مل کر سوالات کا ایک طویل سلسلہ شروع کردیا۔ انہوں نے اس وقت تک میری جان نہیں چھوڑی جب تک انہیں ہر بات معلوم نہ ہوگئی۔ اول خان کے لیے مجھے میٹنگ کا احوال دہرانا پڑا جو زیادہ طویل نہیں تھا۔

"تمہاری پوری کہانی سامنے آگئی۔ اس پر مزید کوئی بات کرنے سے پہلے میں ایک بری خبر سنانا چاہتا ہوں۔" اول خان نے یکایک سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا "تمہارے بشروں سے ظاہر ہورہا ہے کہ تم سب اس خبر سے لاعلم ہو۔ آج شہر میں دو پلاسٹک بموں کے دھماکے ہوئے ہیں۔ گیارہ آدمی زخمی ہوئے تھے جن میں سے ایک چل بسا۔"

"کہیں یہ فالکن ہاؤس پر ایکشن کا شاخسانہ تو نہیں تھا؟" ویرا نے بے ساختہ سوال کیا "رات کو اس نے فارمیسی کو آگ لگا کر اپنے دل کی بھڑاس نکالی تھی۔ اب بم چلا دیے۔"

"یہ بات جلد ہی کھل جائے گی۔ ایک مشتبہ آدمی ہاتھ آگیا ہے۔ دو ایجنسیاں اس سے تفتیش کررہی ہیں۔" اول خان کے پاس اس بارے میں تازہ ترین معلومات تھیں۔ جلال مرنے والے کے بارے میں بے خبر تھا۔ اس وقت تک مشتبہ آدمی کی بھی تلاش جاری تھی۔

"مجھے جلال سے دھماکوں کی اطلاع مل گئی تھی۔" میں نے اسے بتایا "اگر مشتبہ آدمی پکڑلیا گیا ہے تو بات جلد ہی کھل جائے گی۔"

"یہ ایک ضمنی اطلاع تھی!" اول خان نے ہاتھ اٹھا کر ویرا کو بولنے سے روک دیا "اس وقت پہلا اور اہم ترین مسئلہ آئی مین کا ہے۔ پہلے اس پر بات ہوگی۔"

"جلال نے کیلی پر اعتبار کرکے سنگین غلطی کی ہے۔" ویرا اعتراض کے لیے ہر وقت کمربستہ رہتی تھی "اگر کیلی نے

Downloaded from https://paksociety.com

آسانی سے زبان کھولی ہے تو اس پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ دونوں پاسپورٹ بھی گمراہ کن ہوں اور کسی آڑے وقت کے لیے دانستہ مسالے دان میں چھپائے گئے ہوں۔"

"یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔" اول خان بولا۔ وہ بہت جلد ویرا کی باتوں میں آجاتا تھا "اس کی صرف ایک بات درست ثابت ہونے پر اسے سچا تسلیم کرنا قابل فہم نہیں ہے۔"

"یہ بات کیلی کو سمجھائی گئی تھی۔ حقیقت میں ایسا نہیں تھا۔" میں نے زور دے کر کہا "اسے قید میں رکھنے کی کوئی افادیت نہیں تھی۔ آئی مین کے فرشتوں کو بھی علم نہ ہوپاتا کہ وہ کہاں قید ہے۔ اس کی زندہ گرفتاری کا معاملہ پریس میں آچکا تھا۔ اس لیے اسے مارنا بھی ممکن نہیں رہا تھا۔ میرا اندازہ ہے کہ اب آئی بی والے اس کی نگرانی کرکے آئی مین تک پہنچنے کی کوشش کریں گے۔"

"یہ بات کسی حد تک سمجھ میں آتی ہے۔" اول خان سر ہلا کر بولا پھر ویرا کی طرف متوجہ ہوگیا "تم نے پاسپورٹوں کو گمراہ کن کیسے قرار دے دیا؟"

"کون پورے یقین سے کہہ سکتا ہے کہ یہ آئی مین ہی کا پاسپورٹ ہے یا اس کا نام بن ڈیوڈ ہے؟" ویرا نے سوال کیا۔

وہ عجیب سوال تھا۔ لمحہ بھر کے لیے میں سٹپٹا گیا پھر میں نے جھلا کر کہا "کیا یہ کافی نہیں کہ وہ کیلی کے پاسپورٹ کے ساتھ ملا ہے؟"

"آئی مین کے ساتھ کیلی بھی بدمعاش ہے۔ ان دونوں نے شروع ہی سے کیلی کے اصل پاسپورٹ کے ساتھ کوئی فرضی یا چرایا ہوا پاسپورٹ رکھ دیا ہوگا۔"

"کیونکہ ان کو پہلے سے الہام تھا کہ فالکن ہاؤس پر کل شام ریڈ ہوگی۔ کیلی زخمی ہوکر پکڑی جائے گی اور آئی مین فرار ہوجائے گا۔" غزالہ نے جلے بھنے لہجے میں کہا۔

غزالہ کی تلملاہٹ پر ویرا ہنس پڑی "اپنے شوہر کی محبت میں تمہارا یہ غصہ قابل معافی ہے لیکن ٹھنڈے دل سے سوچو۔ وہ یہاں غیر قانونی سرگرمیوں میں مصروف تھے۔ وہ جانتے تھے کہ کبھی ان کے پکڑے جانے کا بھی خطرہ ہے۔ کیلی عورت اور آئی مین کی محبوبہ ہے۔ وہ آسانی سے اپنی بے گناہی ثابت کرسکتی تھی اور کرچکی ہے۔ اس کے ساتھ آئی مین پکڑا جاتا تو سارا کھیل وہیں ختم ہوجاتا۔ اصلی اور نقلی پاسپورٹ میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ آئی مین نے اس مفروضے پر کام کیا کہ وہ فرار ہونے میں کامیاب ہوجائے گا۔ کل وہ نکل گیا۔ کیلی کے ساتھ کیا ہوا؟ پولیس نے اسے کل ہی جان لیا تھا۔ سب حاصل کرکے اپنی بغلیں بجا رہے ہو۔ تصویر کی نقلیں شہر میں بٹوا رہے ہو۔ یہ سب خوش فہمی ہے۔ ان دونوں نے تمہیں چکما دیا ہے۔"

"اف خدا!" غزالہ نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا "فضول باتوں پر تم کس قدر سر کھپاتی ہو۔ اس قدر کھینچ تان کر اپنی بات ثابت کرنے کے بجائے تم یہ کیوں نہیں مان لیتیں کہ بن ڈیوڈ ہی آئی مین ہے۔"

"آئی مین فالکن ہاؤس سے اچانک بھاگا تھا۔" میں نے ترشی سے کہا "یہ مانا جاسکتا ہے کہ وہ سلور آئی اور بیم گن اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہے اور یہ دونوں چیزیں اپنے ساتھ لے کر بھاگ نکلا مگر اس کا اصلی پاسپورٹ کہاں ہے؟"

"گھر ہی میں ہوگا یا پھر وہ اپنے ساتھ لے گیا ہوگا۔" ویرا بے پروائی سے بولی۔

"گھر میں کہاں ہوگا؟ پولیس اور ان کے بعد آئی بی والوں نے پورا گھر چھان مارا ہے۔" میرا پارا چڑھنا شروع ہوگیا۔

"ان بے چاروں کو تو کیلی کی نشان دہی کے بغیر جعلی پاسپورٹ بھی نہیں ملا تھا۔" وہ اپنی بات پر اڑی ہوئی تھی۔

میں بھنا کر رہ گیا۔ میرے پاس ویرا کی اس ہٹ دھرمی کا کوئی جواب نہیں تھا۔ اسی لمحے سلطان شاہ نے اس سے سوال کر ڈالا "تم نے یہ کیسے کہہ دیا کہ وہ پاسپورٹ اپنے ساتھ لے گیا ہوگا۔ اپنی محبوبہ کے ساتھ رات بسر کرتے ہوئے اس نے پاسپورٹ کیا اپنے ازاربند سے باندھا ہوا ہوگا۔"

"تم تینوں مل کر مجھے تاؤ دلانے کی کوششیں کررہے ہو۔" ویرا اپنی جگہ پر سیدھی ہوکر بیٹھ گئی "ٹھنڈے دل سے سوچو گے تو ہر بات تمہاری سمجھ میں آجائے گی۔ مغربی سیاحوں میں ایسی چوڑی بیلٹ بہت مقبول ہے جس میں پاسپورٹ، ٹکٹ اور نقدی آسانی سے سما جاتی ہے۔ سستے ہوٹلوں میں راتیں بسر کرنے والے ان چیزوں کو ایک لمحے کے لیے بھی اپنے بدن سے الگ نہیں کرتے کیونکہ ایسے ہوٹلوں میں چوریاں عام ہیں۔ دور جانے کے بجائے اپنے ملک سے جانے والے حاجیوں کی مثال لے لو۔ ان چیزوں کی حفاظت کے لیے وہ بھی ایسی بیلٹ استعمال کرتے ہیں۔ آئی مین بہت عیار اور چوکنا آدمی ہے۔ وہ وقت سے پہلے خطرہ بھانپ کر اپنی جگہ چھوڑ دیتا ہے۔ اس سے کوئی بھی احتیاط بعید نہیں ہے۔ ہم اس کے بارے میں آسانی سے نتائج اخذ نہیں کرسکتے۔"

سب کو سانپ سونگھ گیا۔ ویرا نے ذرا سی دیر میں بازی

Downloaded from https://paksociety.com

سے بڑی مشکل یہ تھی کہ آئی مین کے اصل نام اور چہرے کی شناخت کے لیے ہمارے سامنے کیلی کے سوا کوئی نام نہیں تھا۔ اگر ویرا کے شبہات درست تھے اور کیلی ہمارے ساتھ مکاری کر گزری تھی تو یہ بات طے تھی کہ وہ بھی کوئی خطرناک مجرمہ تھی جس کے ساتھ کوئی رو رعایت نہیں کی جاسکتی تھی۔ غنیمت یہ تھا کہ جلال نے اس کو نک کے حوالے کرتے ہوئے یہ یقین دہانی حاصل کرلی تھی کہ اسے اجازت کے بغیر پاکستان سے باہر نہیں بھیجا جائے گا۔ ویسے بھی ویرا کی تھیوری کے مطابق کیلی کا اصل پاسپورٹ جلال کے قبضے میں تھا۔

"تم نے ہم سب کو تذبذب میں ڈال دیا ہے۔" اول خان نے اس بحث کے دوران میں پہلی بار اپنی زبان کھولی "تم ہربات کے منفی پہلوؤں پر کیوں نظر رکھتی ہو۔"

"مجبوری ہے۔ اس کے بغیر کسی مثبت پہلو سے قرار واقعی فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔" اس نے شانے اچکا کے جواب دیا۔

"ویرا کی باتیں آپ کی سمجھ میں آرہی ہیں؟" غزالہ نے بری طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"امکانات یہ بھی ہوسکتے ہیں بلکہ بہت کچھ ہوسکتے ہیں۔ لکھا یہ ہوگا کہ حقیقت کیا ہے؟" میں نے گول مول سا جواب

"میں نے ہوائی باتیں نہیں کیں، دلائل دیے ہیں۔ تم اپنی دلیل سے میرے خدشے مسترد کردو۔ میں بن ڈیوڈ کو آئی ن مان لوں گی۔" ہم لوگوں کے تیور ڈھیلے پڑجانے سے ویرا احساس ہوگیا تھا کہ وہ اپنے زور زبان ہمارے دلوں میں وک و شبہات کے بیج بونے میں کامیاب ہوگئی تھی۔

"جلال نے دیکھ لیا تھا کہ کیلی اور بن ڈیوڈ کے پاسپورٹوں پاکستان میں داخلے کی مہریں ایک ہی تاریخ کی تھیں۔" میں نے سوچتے ہوئے کہا۔

"پھر طے ہے کہ بن ڈیوڈ کا پاسپورٹ جعلی نہیں بلکہ روقہ ہے۔" ویرا نے بلا تامل فیصلہ دے دیا۔ وہ خاصی شیر ہوچکی تھی۔

"تم ایک بات سنتی ہو اور نتیجہ اخذ کرلیتی ہو۔ یہ کیسے ہ دیا تم نے؟" اول خان نے پوچھا۔ شاید اسے ویرا کا لہجہ ر نہیں آیا تھا۔

"ان دونوں نے امیگریشن کے مرحلے کے بعد اپنے کسی وطن اور ہم سفر کا پاسپورٹ چرایا ہوگا۔" ویرا نے بے رک جواب دیا۔

"گویا وہ سب کچھ پہلے سے طے کرکے آئے تھے؟" اول ن نے اس سے الجھنا شروع کردیا۔

"بالکل!" ویرا نے پر زور لہجے میں کہا "سی آئی اور امریکی ایجنسیوں نے یہاں بھاری نقصان اٹھائے ہیں۔ آئی مین ایک طویل مدت کے بعد یہاں آرہا تھا اس لیے اس نے ہر خطرے سے نمٹنے کی پیشگی منصوبہ بندی کی ہوگی۔ پاکستان کی سرزمین پر اترنے سے پہلے انہوں نے اپنے منصوبوں پر عمل کرنا شروع کردیا ہوگا۔"

"مہریں کئی ماہ پرانی ہیں۔ اصلی بن ڈیوڈ نے اپنے سفارت خانے کو پاسپورٹ کی گمشدگی سے آگاہ کیا ہوگا۔ وہاں سے ایسی کسی رپورٹ کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔"

"اصولاً تمہاری بات درست ہے۔ ہوسکتا ہے کہ بن ڈیوڈ کو ڈپلی کیٹ امریکی پاسپورٹ جاری کردیا گیا ہو مگر تم کو اس کی ہوا بھی نہیں لگ سکے گی۔" اس وقت ویرا کا دماغ تیزی سے کام کررہا تھا۔

"ان کا سفارت خانہ قانونی طور پر ایسی رپورٹ کی تصدیق کرنے کا پابند ہے۔" اول خان نے اسے آگاہ کیا۔

"وہ دوسرے کسی قانون کی کب پروا کرتے ہیں جو اس قانون کی پابندی کریں گے۔ یہ نہ بھولو کہ امریکی آئی مین کی پوری پوری پشت پناہی کررہے ہیں۔ وہ اس کے ہر قول اور فعل کو بھرپور تحفظ فراہم کریں گے۔ ان سے یہ توقع مت رکھو کہ وہ آئی مین کی کسی غلطی کی نشان دہی کریں گے۔ ان سوڈروں کو تمہارے قانون کا ذرا بھی پاس ہوتا تو جیک دو فوجیوں اور سازو سامان کے ساتھ فالکن ہاؤس میں ڈیرے ڈالنے کے لیے نہ پہنچا ہوتا۔"

"بن ڈیوڈ کی تلاش شروع ہوچکی ہوگی۔" سلطان شاہ نے مجھے یاد دلانے والے انداز میں اضطراب سے کہا۔

"پاکستان میں عام امریکیوں کے لیے کچھ نہیں رکھا۔" ویرا بولی "ان کی پسند کی ہر چیز یہاں حرام ہے۔ وہ دوسرا پاسپورٹ لے کر دو چار روز میں یہاں سے چلا گیا ہوگا۔ بدقسمتی سے وہ یہاں رکا ہوا ہے تو آئی بی والے اسے بہت جلد پکڑلیں گے۔ اس وقت تمہیں پتا چلے گا کہ بن ڈیوڈ بے گناہ ہے۔ کیلی نے تمہیں زبردست چکما دیا ہے۔"

"تم ایک ایک کرکے ہر بات مسترد کرتی جارہی ہو۔" میں نے زچ آکر کہا "یہ ہوا تمہارا کھڑا کیا ہوا ہے۔ تمہارے دماغ میں اس کا کیا حل آتا ہے۔"

"کیلی کو جلد از جلد دوبارہ پکڑلو۔ وہ غائب ہوگئی تو تم ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے۔" ویرا شاید پہلے سے وہ تجویز سوچے بیٹھی تھی۔

"وہ اس وقت چلنے پھرنے بلکہ کھڑی ہونے سے بھی معذور ہے۔ میں نے اعلان سے پہلے کہا تھا۔ تین چار دنوں تک وہ

Downloaded from https://paksociety.com

کہیں غائب نہیں ہو سکتی۔ نک نے جلال سے وعدہ کیا ہے کہ جب تک وہ کلیرنس نہیں دے گا' کیلی پاکستان سے باہر نہیں جائے گی۔"

"جن بدمعاشوں کو قانون کی پروا نہیں ہوتی وہ اپنے وعدے کو کہاں نبھائیں گے۔ کیلی جلال کی قید میں پھنسی ہوئی تھی' اسے چھڑانے کے لیے نک ہر وعدہ کرلیتا۔ حیرت ہے کہ اتنے تجربات سے گزرنے کے بعد بھی تم ان کی باتوں پر اعتبار کررہے ہو۔"

"اگر تمہارا یہ اندیشہ درست ہے تو اسے کیلی کی واپسی سے انکار کردینا چاہیے۔" میں نے ویرا سے تصدیق چاہی۔

"بالکل انکار کرے گا۔ کیلی نے اسے اپنے اوپر ہونے والے ظلم و ستم کی کہانی سنائی ہوگی۔ وہ کہہ سکتا ہے کہ وہ اپنی ایک شہری کو ایسے لوگوں کی تحویل میں نہیں دے سکتا جو قیدیوں سے غیر انسانی سلوک کرتے ہیں۔" ویرا کی باتوں نے مجھے دھیرے دھیرے فکرمندی اور تشویش میں مبتلا کرنا شروع کردیا تھا۔

"ہم ویرا کے اندیشوں کو بے سروپا قرار دے کر مسترد نہیں کرسکتے۔" چند لمحوں کے بوجھل سکوت کے بعد اول خان نے پرتشویش انداز میں کہا۔

"اور انہیں قبول کرکے کوئی اندھا دھند قدم بھی نہیں اٹھا سکتے۔" غزالہ نے فوراً لقمہ دیا۔ اس وقت وہ ویرا سے خاصی ناخوش نظر آرہی تھی۔

"تم لوگ جو چاہو' فیصلہ کرو۔ میں اپنے دل و دماغ کا بوجھ ہلکا کرچکی ہوں۔ میرے ضمیر میں یہ خلش نہیں رہے گی کہ میں نے ایک غلط تجویز خاموشی سے من و عن تسلیم کرلی تھی۔" ویرا نے نرمی سے کہا "شاید میرا لہجہ یا انداز کسی کو برا لگا ہو مگر میری نیت بالکل صاف ہے۔"

اس نے اپنا آخری فقرہ واضح طور پر غزالہ کے بارے میں کہا تھا لیکن غزالہ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔

"پھر تم کیا کہہ رہے ہو؟" چند لمحوں بعد ویرا نے سگریٹ کا دھواں اڑاتے ہوئے اول خان سے پوچھا۔

"ذرا سوچنے کی مہلت دو۔ ہونے والی بات ہوچکی ہے۔" اول خان نے رسانیت سے جواب دیا "ڈینی ابھی کیلی کو اس کے حوالے کرکے آیا ہے۔ وہ اتنی دیر میں کہیں نہیں بھاگے گی۔"

"معلوم ہوتا ہے کہ تم دونوں کو سوچنے کے لیے تخلیہ درکار ہے۔" وہ طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ بولی "میرے جانے کے بعد مل کر سوچو گے۔"

"یہی سمجھ لو۔ ان کچھ لمحوں کی لیاقت کی بنا پر ہم ایک

آرام کرلو۔" میں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا "تمہاری بعض باتوں سے دماغ اتنا تپ جاتا ہے کہ کچھ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مفقود ہوجاتی ہے۔"

"میں اپنی زبان بند رکھوں گی لیکن یہاں سے نہیں جاؤں گی۔" اس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا "میرے مشورے پر دل کھول کر تنقید کرلو مگر مجھے اپنا فیصلہ سنادو۔ میں چلی جاؤں گی۔"

میں چند ثانیوں تک اسے گھورتا رہا پھر بے بسی سے بولا "تم نے ہمیں مخمصے میں ڈال دیا ہے۔ یہ معاملہ میرے بس سے باہر ہے۔ مجھے جلال سے بات کرنی پڑے گی۔"

"جلال تمہاری کیا مدد کرسکتا ہے؟" اس بار ویرا کے تیور جارحانہ نہیں تھے۔

"کیلی کے بارے میں جلال نے نک سے ڈیل کی تھی۔ اب وہی کیلی کی واپسی کا مطالبہ کرسکتا ہے۔"

"تم نے بالکل صحیح فیصلہ کیا ہے۔" اول خان نے بے ساختہ میری تائید کی۔

"وہ اس معاملے میں اول سے آخر تک شریک رہا ہے۔ اس طرح اس کی رائے بھی سامنے آجائے گی۔" غزالہ نے تائیدی لہجے میں کہا "وہ ذہین آدمی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس سے بات کرنے کے بعد ویرا کی پیدا کی ہوئی گرہ خود بخود کھل جائے۔"

ان دونوں کی رائے سامنے آنے کے بعد میری استفسار طلب نگاہیں سلطان شاہ کے چہرے پر جم گئیں۔

"اسے فون کرنے سے سب کی تسکین ہوجائے گی۔ ہوسکے تو تم کو یہ کام ابھی کرلینا چاہیے۔" وہ بھی مجھ سے متفق تھا۔

ویرا اس معاملے میں از خود ایک فریق کی حیثیت اختیار کرچکی تھی۔ سب کی رائے سننے کے بعد بولی "میں بھی یہی کہہ رہی تھی کہ ہمیں بن ڈیوڈ کی تصویریں دیکھ کر خوش ہونے کے بجائے کوئی عملی قدم اٹھانا چاہیے۔ جلال تمہارا ساتھ دے گا ورنہ کوئی متبادل راہ بتائے گا۔"

مکمل اتفاق رائے ہوچکا تھا۔ مجھے اول خان سے تبادلہ خیال کرنے کے لیے ویرا کی موجودگی سے نجات حاصل کرنے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ میں نے ڈرائنگ روم میں موجود اسپیکر فون آن کیا اور جلال کا موبائل فون نمبر ملانا شروع کردیا۔

انسانیت کے دشمنوں کے خلاف جاری اس جنگ کے باقی واقعات آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں

Downloaded from https://paksociety.com

یہ بہت زیادہ پرانی بات نہیں تھی کہ پاکستان کے بڑے شہروں میں بھی فون کی سہولت ہر کس و ناکس کی دسترس میں نہیں تھی۔ ایک فون کنکشن حاصل کرنے کے لیے برسوں تک انتظار کا عذاب جھیلنا پڑتا تھا۔ خدا خدا کر کے وہ مدت پوری ہوتی تھی تو ڈیمانڈ نوٹ کے اجرا کے لیے دفاتر کے چکر لگانے کے ساتھ نذرانے دینے پڑتے تھے۔ جو خوش نصیب سارے متعلقہ اہلکاروں کی دل جوئی کے مراحل طے کرلیتا تھا' اس کے گھر میں نئے ٹیلی فون کی گھنٹی خوش نصیبی کی صدا بن کر گونجنے کی نوبت آتی تھی۔

پھر وہ رسمیں تیزی سے متروک ہوتی چلی گئیں۔ ملک نے کسی اور شعبے میں ترقی کی ہو یا نہ کی ہو' مواصلات بلکہ ٹیلی مواصلات کے شعبے میں اتنی تیزی سے ترقی کی کہ ملک میں ہر قسم کے فون کی سہولتیں عام ہوتی چلی گئیں۔ فون کنکشن آسانی سے ملنے لگے۔ رشوتوں کا بازار ٹھنڈا ہوتا چلا گیا پھر رہی سہی کسر موبائل فون نے پوری کردی۔ اس کہانی کے یہ واقعات جس دور سے تعلق رکھتے ہیں اس وقت تک موبائل فون کا حاصل کرنا اور پھر استعمال کرنا بہت مہنگا تھا۔ آج کی طرح' یہ سہولت ہر ایک کی بساط میں نہیں تھی مگر اول خان اور جلال جیسے مصروف اور ذمے دار اہلکاروں کے لیے ان کے محکموں نے یہ سہولت مہیا کی ہوئی تھی جو اپنی کارکردگی کی بنا پر روایتی لاسلکی ٹرانسمیٹرز سے بدرجہا بہتر تھی۔

کراچی میں آئی بی کا ایک باضابطہ دفتر موجود تھا۔ میرے پاس صدف مینشن کے ساتھ اس دفتر کے نمبر بھی موجود تھے مگر یہ ضروری نہیں تھا کہ جلال ان میں سے کسی ایک ٹھکانے پر موجود ہوتا۔ وہ اپنی گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے ہر وقت متحرک رہتا تھا اور خاص طور پر کراچی میں قیام کے دوران میں تیزی سے اپنے ٹھکانے بدلتا رہتا تھا۔

ویرا نے اپنی بے تکان نکتہ آفرینیوں سے میرے ذہن میں اضطراب کی جو آگ بھڑکا دی تھی' وہ وقت کے کسی زیاں کی متحمل نہیں ہوسکتی تھی۔ میں نے زمینی فون پر جلال کی تلاش میں وقت ضائع کرنے کے بجائے براہِ راست اس کا موبائل نمبر ملانے کا فیصلہ کیا تھا۔ وہ جہاں بھی تھا' فوری رابطے میں آسکتا تھا۔

پاکستان کی تیز تر مواصلاتی ترقی کے طفیل میں چند لمحوں میں جلال سے میرا رابطہ ہوگیا۔ میری آواز پہچانتے ہی وہ حیران ہوگیا۔

"خیریت تو ہے۔ تمہیں اس وقت فون کرنے کی کیا ضرورت پیش آگئی!" کمرے میں اس کی تحیر زدہ آواز گونجی۔

"تم سے ملاقات ہوئے بہت دن ہوگئے ہیں۔ میں تمہاری کسی مصروفیت میں مخل تو نہیں ہوا؟" میں نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"تم بے فکر ہو کر اپنی بات کرو۔" اس نے میرے لہجے سے میری الجھن کا اندازہ لگاتے ہوئے کہا "میں بالکل فارغ ہوں۔"

"تم نے کیلی والے معاملے پر دوبارہ کچھ سوچا ہے؟" میں نے دھیرے سے پوچھا۔ وہ چاروں سانس روکے' خاموشی سے میری طرف دیکھ رہے تھے۔ ان کو اندازہ تھا کہ جلال کے پسِ پشت دل کی بھڑاس نکال لینا آسان تھا' اس سے براہِ راست کوئی ہلکی بات کرنا آسان نہیں تھا۔

"تمہیں یہ خیال کیوں آیا۔ اس کے بارے میں دوبارہ کیا سوچنے کی ضرورت ہے؟" جلال اپنے فیصلے کے بارے میں پوری طرح مطمئن تھا۔

"بات دراصل یہ ہے کہ آئی مین کو صرف کیلی نے دیکھا ہے۔" میں نے تمہید باندھی "ہمارے پاس اس بات کی تصدیق کا کیا ذریعہ ہے کہ بن ڈیوڈ ہی آئی مین ہے۔"

اسپیکر فون پر ہلکی سی ہنسی سنائی دی پھر وہ بولا "واقعی یہ بہت اہم سوال ہے۔ میرا مشاہدہ ہے کہ تم کو ایسے چبھتے ہوئے سوالات بروقت اور برجستہ سوجھتے ہیں۔ مجھے حیرت ہے کہ آج تمہیں بہت دیر سے اس نکتے کا خیال آیا ہے۔"

"یہ نکتہ میں نے نہیں' ویرا نے اٹھایا ہے۔" میں نے صاف دلی سے اقرار کرلیا۔

"کیا اس کے اطمینان کے لیے اتنا کافی نہیں ہے کہ کیلی بائرن اور بن ڈیوڈ کے پاسپورٹ کیلی کی نشان دہی پر فالکن ہاؤس کے کچن میں رکھے ہوئے ایک مسالے دان سے برآمد ہوئے ہیں۔ ان پر پاکستان میں داخلے کی مہریں ایک ہی تاریخ کی ہیں!"

"ویرا کا خیال ہے کہ کیلی نے معصوم بن کر ہمیں فریب دینے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ اس کے پاس ان اتفاقات کے خلاف مضبوط دلائل ہیں۔ میں فون پر وہ ساری باتیں نہیں دہرا سکتا۔ کیلی کے معاملے پر شاید ہمیں نظرثانی کرنے کی ضرورت پیش آجائے۔"

"میں اس کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔" ایک گہرے سانس کے بعد جلال کی پرسکون آواز سنائی دی "کیلی سے جو کچھ اگلوایا جاسکتا تھا وہ ہم نے معلوم کرلیا۔ اس کے بعد وہ میرے لیے ناکارہ ہوگئی تھی۔ اسے رہا کرنا بہترین فیصلہ تھا۔ اس کے مثبت نتائج بہت جلد سامنے آجائیں گے۔"

مجھے حیرت ہوئی کہ جلال نے ویرا کے اٹھائے ہوئے

Downloaded from https://paksociety.com

ملنے کو ذرا بھی اہمیت نہیں دی تھی۔ میں نے رسمی سے پوچھا
"تمہاری دانست میں ویرا کے اندیشے بے بنیاد ہیں۔"
"ڈیئر! میری ساری عمر ایسے ہی کاموں میں گزری ہے۔ میں بڑے بول بولنے کا عادی نہیں ہوں لیکن فخر کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ بشری تقاضوں کے تحت مجھ سے کبھی کبھار اندازے کی غلطی ہوجاتی ہے مگر مجھ سے فیصلے میں کبھی کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی۔ میں نے کیلی کے بیان پر آنکھیں بند کرکے یقین نہیں کیا تھا۔ وہ دونوں پاسپورٹ چیکنگ کے لیے میں امیگریشن والوں کو بھجوا چکا ہوں۔ شام تک ان کی رپورٹ آجائے گی اور دودھ کا دودھ' پانی کا پانی ہوجائے گا۔"
میں نے تیکھی نظروں سے ویرا کی طرف دیکھا۔ وہ جلال کے الفاظ سن کر شرمسار سی نظر آنے لگی تھی اور اس کا چہرہ سرخ ہوگیا تھا۔ میں نے اس کے چہرے پر سے نظریں ہٹائے بغیر کہا "بس میں یہی جاننا چاہ رہا تھا کہ تم نے کیلی کے بیان پر اندھا دھند اعتبار نہیں کیا۔ اس کے بیان کی تصدیق کروا رہے ہو۔"
"ہمارے کام کرنے کے اپنے طریقے ہیں۔" اس بار مجھے جلال کی آواز میں ہلکا سا طنز محسوس ہوا "ان کے بارے میں ہمیں کبھی کسی کے مشورے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ کوئی بھی نئی بات ہمارے سامنے آتی ہے تو ہم ہر ممکنہ ذریعے سے اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ یہی اصول کیلی کے بیان پر لاگو کیا گیا ہے۔"
"میرا خیال ہے کہ تم نے ویرا کی اس رائے زنی کا برا نہیں منایا ہوگا۔" میں نے نرم لہجے میں کہا "ہم میں سے کوئی بھی تمہارے طریقۂ کار سے واقف نہیں ہے۔ اگر ویرا کو یہ معلوم ہوتا کہ تم کیلی کے بیان کی تصدیق پر کام کررہے ہو تو اس کا ذہن ان منفی نکتوں کی طرف نہ جاتا۔"
"میری طرف سے اسے سمجھا دینا۔ اس کا ذہن منفی باتوں میں زیادہ الجھتا ہے۔ وہ معاملات کے روشن پہلوؤں پر اپنی توجہ مرکوز رکھا کرے۔ میری عمر ٹیڑھے مجرموں سے مقابلہ کرتے ہوئے گزری ہے۔ میں اپنے تجربے کی بنا پر شرط لگا سکتا ہوں کہ امیگریشن والوں کی رپورٹ کیلی کے بیان کی تصدیق کرے گی۔"
"تم کچھ تلخ ہورہے ہو۔ شاید میری باتیں تمہیں گراں گزری ہیں۔"
"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ہم سب کی نیتیں صاف ہیں۔ بس اپروچ کا فرق ہے۔ ویرا ذہین لڑکی ہے مگر بچپن سے جوانی تک شی کے زیر سایہ رہنے کی وجہ سے اس کی سوچ نے ایک خاص رخ اختیار کرلیا ہے۔ وہ ہر بات کو اپنے زاویے سے دیکھنے کی عادی ہوگئی ہے۔ یہ اس کا قصور نہیں ہے۔"
"اب تم سے کب ملاقات ہوگی؟" میں نے گفتگو کا موضوع بدلنے کے لیے سوال کر ڈالا۔
"مجھے کراچی میں اپنا قیام لمبا ہوتا ہوا نظر آرہا ہے۔ ملاقاتیں ہوتی رہیں گی۔ شاید تم کو پتا چل چکا ہوگا کہ کراچی میں ہونے والے دو دھماکوں کا ایک زخمی چل بسا ہے۔"
"ہاں۔ اول خان نے بتایا ہے کہ ایک مشتبہ آدمی بھی پکڑا گیا ہے۔" میں نے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا۔
"وہ صرف ایک نام تھا۔ سی آئی اے والوں نے بہت تیزی کے ساتھ اس کا کھوج لگایا ہے اور اب وہ ان کے مرکز میں کڑی باز پرس کے مراحل سے گزر رہا ہے۔ جب تک وہ زبان کھولنے پر آمادہ نہیں ہوتا' اس کی گرفتاری سے اچھے نتائج کی توقع نہیں کی جاسکتی۔"
"چوپڑا تمہاری تحویل میں ہے۔ میری دانست میں یہ خون سراسر اس کی گردن پر ہے۔ اب تم اس کی ہڈیاں توڑ دو۔"
"میں تم سے زیادہ مشتعل ہوں مگر اس کی خبر گیری کرنے پر مجبور ہوں۔ جب تک اس کا بلڈ پریشر نارمل نہیں ہوجاتا' میرے آدمی اس پر ہاتھ نہیں اٹھائیں گے۔ وہ ہماری تحویل میں مر مرا گیا تو بھارتی لابی کو شور مچانے کا ایک نیا بہانہ مل جائے گا۔"
"آئی مین کے ساتھ اس کے مراسم کا راز کھل جانے کے بعد وہ کسی رعایت کا حق دار نہیں ہے۔"
"تم فکر نہ کرو۔ اس کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔ اس کے ساتھ بہت سے دوسرے لوگ بھی رگڑے جائیں گے۔"
میں اس سے گفتگو کو آگے بڑھانا چاہ رہا تھا مگر اس نے دوبارہ ملنے کا وعدہ کرکے خود ہی بات ختم کردی۔
"مبارک ہو!" اسپیکر فون بند ہوتے ہی سلطان شاہ' ویرا سے مخاطب ہوکر چہکا "آج جلال نے بھی تم جیسی پختہ کار خاتون کو لڑکی قرار دے دیا۔"
"بلاوجہ میرے منہ لگنے کی کوشش نہ کرو۔" ویرا پہلے سے بھری بیٹھی تھی۔ ایک دم پھٹ پڑی "میں اس وقت مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔"
"جب تک شادی نہ ہوجائے لڑکی' لڑکی ہی رہتی ہے۔" اول خان نے موقع کی نزاکت بھانپ کر خوش دلی سے تلخی کم کرنے کی کوشش کی "ویرا کا تجزیہ اپنی جگہ مسلم ہے مگر وہ آج

Downloaded from https://paksociety.com

بھی ایک لڑکی ہی ہے۔ اس کے لیے کسی کی سند یا جواز کی ضرورت نہیں ہے۔"

اس وقت اندرونی غصے سے ویرا کا چہرہ بھبو کا ہو رہا تھا۔ وہ مزید کچھ کہے بغیر وہاں سے اٹھی اور پیچ و تاب کھاتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف چل دی۔

"آج جلال نے اس کی دم پر پاؤں رکھ دیا۔ دیکھتے ہیں کہ اس کا موڈ کب ٹھیک ہوتا ہے۔" ویرا کے کمرے کا دروازہ بند ہونے کی آواز سن لینے کے بعد میں نے کہا۔

"اسپیکر فون نے ساری گڑ بڑ کردی۔" اول خان بولا "یہی بات اس نے ریسیور پر کہی ہوتی تو ویرا کے فرشتوں کو بھی اس بدمزگی کی ہوا نہ لگتی۔"

"ویرا کے موڈ کا انحصار امیگریشن والوں کی رپورٹ پر ہے۔" غزالہ نے اپنی رائے دی "جلال کا اندازہ درست ثابت ہوا تو ویرا کا پارا خود بخود نیچے آجائے گا۔"

"یہ باتیں چلتی رہتی ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ اب ہمیں کیا کرنا ہے۔" اول خان دوبارہ سنجیدہ ہوگیا۔

اس وقت معاملات خاصے الجھے ہوئے تھے۔ را کے تین تربیت یافتہ دہشت گرد پولیس کی تحویل میں تھے۔ ان میں سے دو بھارتی ہندو تھے۔ ایک مقامی مسلمان تھا۔ یہ بات طے تھی کہ وہ کتنے ہی سخت جان کیوں نہ ہوں' زیادہ دیر تک پولیس والوں کی روایتی مار نہیں سہہ سکیں گے اور اپنی اپنی چمڑیاں ادھڑوانے کے بعد آخر کار ہر بات اگلنے پر مجبور ہوجائیں گے۔ وہ یقینی طور پر کراچی میں ہونے والی' دہشت گردی کی متعدد وارداتوں میں ملوث رہے ہوں گے اس لیے ان کا کیفرِ کردار تک پہنچنا ناگزیر تھا۔

ان تینوں کے علاوہ را کے چار تربیت یافتہ آدمی بھارت سے کراچی آئے ہوئے تھے اور عام شہریوں میں گھل مل کر نجی اداروں میں نوکریاں کررہے تھے۔ وہ پیشہ ور ایجنٹ تھے اس لیے چوہڑا کے گرفتار ہوتے ہی اپنے ٹھکانوں سے غائب ہوگئے تھے۔ ان کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ وہ کہاں روپوش تھے اور کیا کررہے تھے۔ اس روز ہونے والے دو دھماکوں کے بعد گرفتار ہونے والے مشتبہ شخص کے بارے میں صرف امید ہی کی جاسکتی تھی کہ اس کا تعلق را والوں کے چار رکنی' روپوش گروہ سے ہو اور اس کی نشان دہی پر بقیہ تین بھی پکڑے جائیں۔

وہ چوہڑا اور را کے آدمیوں کی کہانی تھی جو پولیس اور سی آئی اے والوں کے درمیان بٹے ہوئے تھے۔ کیلی جیسی اہم ترین مجرمہ کو جلال اپنے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت رہا کرچکا تھا۔ چوہڑا صدف مینشن کا قیدی تھا۔ آئی مین کے دو آدمیوں میں سے راجا زخمی حالت میں پولیس کا قیدی تھا۔ لے دے کر صرف خالد اسپیشل ٹاسک فورس کے قبضے میں تھا جس تک ہماری ہر وقت رسائی تھی۔

ہماری اس مہم کی کامیابی کی داغ بیل ڈالنے والی فرزانہ کے بارے میں ابتدا ہی میں اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ دنیا کے قدیم ترین پیشے سے اپنی وافر روزی کمانے والی ایک فاحشہ تھی جس کی اس سے زیادہ کوئی وقعت نہیں تھی کہ خالد نے اسے ایک مقررہ وقت پر چند منٹ کے لیے' گولڈن فارمیسی کے ایک ملازم کو دکان سے دور الجھائے رکھنے کے لیے استعمال کیا تھا۔ اس کا آئی مین کے گرگوں اور را کے دہشت گردوں سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ اس نتیجے پر پہنچنے کے بعد اسے رہا کیا جاچکا تھا کیونکہ ایس ٹی ایف والے کسی ناکارہ مہمان کی میزبانی کے قائل نہیں تھے۔

اہم ملزم بلکہ مجرم پولیس' سی آئی اے یا پھر آئی بی کی تحویل میں تھے۔ ہماری طبع آزمائی کے لیے اس وقت صرف خالد دستیاب تھا جو آئی مین سے بہت قریب ہوتے ہوئے بھی اس سے اتنا دور تھا کہ اس کی تصویر کی شناخت میں ہماری کوئی مدد نہیں کرسکتا تھا۔

"ہم خالد کی مزید خدمت کرنے سے زیادہ اور کیا کرسکتے ہیں۔" میں نے اول خان سے جوابی سوال کرڈالا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" اول خان نے پُرتشویش لہجے میں کہا "اس وقت ہم ایک بند گلی میں اس کے ساتھ پھنسے ہوئے ہیں۔"

"پھر کیوں نہ اسی پر مزید کچھ محنت کی جائے۔" میں نے تائید طلب لہجے میں کہا۔

"وہ سب کچھ اگل چکا ہے۔ اب اس سے مل کر کیا حاصل ہوگا؟" غزالہ نے پوچھا۔

اس نے واقعی بلا کم و کاست سب کچھ اگل دیا تھا اور ہم اسے رہا کرنے کا فیصلہ کرچکے تھے مگر خالد اپنے آقا کے انتقام سے بہت خوف زدہ تھا۔ اسے ڈر تھا کہ آزاد فضاؤں میں پہنچتے ہی وہ آئی مین کے عتاب کا نشانہ بن جائے گا۔ اس کی التجا پر اول خان نے دھند صاف ہونے تک اسے اسٹیشن فور پر رکھنے کی اجازت دے دی تھی۔

"کچھ نہ کچھ ضرور حاصل ہوگا کیونکہ حرکت میں برکت ہے۔" میں نے سگریٹ کا ایک گہرا کش لے کر جواب دیا "تم بھول رہی ہو کہ بظاہر سب رابطے ٹوٹ جانے کے باوجود آئی مین نے پچھلی رات کچھ ایسے لوگوں کا بندوبست کرلیا تھا

Downloaded from https://paksociety.com

جنہوں نے گولڈن فارمیسی کو آگ لگادی۔"

"پیٹرول چھڑک کر کہیں آگ لگانے کے لیے کسی لشکر کی ضرورت نہیں ہوتی۔" اول خان بولا "ہوسکتا ہے کہ یہ کام اس نے خود کیا ہو۔" اول خان بولا۔

"اس معاملے میں جزئیات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔" میں نے سوچتے ہوئے کہا "وہ افراتفری اور بے سروسامانی کے عالم میں فالکن ہاؤس سے فرار ہوا تھا۔ اس کے سامنے سب سے پہلا مسئلہ اپنے بچاؤ کا تھا۔ نفسیاتی طور پر وہ کہیں آگ لگانے جیسا خطرہ مول لینے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ اس نے یقینی طور پر کہیں نہ کہیں پناہ لینے کے بعد کسی کو وہ گندہ کام کر گزرنے کی ہدایت کی ہوگی۔ فرار ہونے کے محض دو گھنٹے بعد اس کا دوبارہ میدان میں اترنا قرینِ قیاس نہیں ہے۔"

"تم عام آدمیوں کی بات کررہے ہو۔" اول خان نے مجھ سے اختلاف کرتے ہوئے کہا "آئی مین عام آدمی نہیں ہے۔ ہمارے تجربات نے ثابت کیا ہے کہ وہ آہنی اعصاب کا مالک ہے اور بدترین حالات میں بھی کچھ نہ کچھ کر گزرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ہم اس کی ذات کے اس خصوصی پہلو کو نظر انداز نہیں کرسکتے۔"

"اگر یہ مان لیا جائے کہ آگ اس نے لگائی تھی پھر بھی کچھ نہ کچھ لوگ اس کے ساتھ تھے جنہوں نے چلتی ہوئی گاڑی سے فارمیسی پر گولیاں برسائی تھیں۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ یہ بات تو ہے۔" اول خان کا لہجہ کمزور پڑگیا "میں چلتی ہوئی دکان پر گولیاں برسانے والوں کو بھولا ہوا تھا۔"

"وہ ایک بے مقصد اور وحشیانہ کارروائی تھی جس کا مقصد صرف اور صرف طاقت کا مظاہرہ کرنا تھا۔ وہ خبر دیتے ہوئے تم نے یہ خدشہ ظاہر کیا تھا کہ آتش زنی اور فائرنگ کر گزرنے کے بعد بھی کچھ لوگ ان اطراف میں موجود ہوسکتے تھے۔"

"تم بالکل درست کہہ رہے ہو۔ یہ امکان سرے سے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔" اول خان نے میری آخری دلیل کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔

"یہ باتیں میرے علم میں نہیں تھیں۔" غزالہ بولی "ان حالات میں خالد سے دوسری ملاقات بار آور ثابت ہوسکتی ہے۔"

میں صدف مینشن میں موجود تھا تو کیلی اور بن ڈیوڈ کے پاسپورٹ آجانے کے بعد ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے آئی مین کا کھیل بہت جلد ختم ہوجائے گا۔ گھر پہنچنے کے بعد ویرا نے اپنی موشگافیوں کا سلسلہ شروع کیا تو کامیابی کی امید دھندلاتی چلی گئی۔ جلال اپنے ابتدائی اندازوں کے بارے میں بہت زیادہ پُرامید تھا۔ اسے یقین تھا کہ امیگریشن والوں کی رپورٹ اس کی رائے کی تصدیق کردے گی مگر اس سے پہلے ہم خالد سے مزید کچھ نہ کچھ معلوم کرسکتے تھے۔

ویرا ہم لوگوں سے برہم ہوکر اپنے کمرے میں بند تھی۔ میں نے اسے بلا کر اپنے ارادے سے آگاہ کرنا ضروری نہیں سمجھا اور اسی وقت اول خان کے ساتھ اسٹیشن فور کی طرف روانہ ہوگیا۔

راستے میں، میں نے اس پورے قضیے پر دوبارہ غور کیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ کیلی کے بیان کے بعد اس کیس سے تعلق رکھنے والے ہر زیرِ حراست مجرم سے دوبارہ اور تفصیلی باز پرس ضروری ہوگئی تھی ہمارے پاس صرف خالد تھا اور ہم اس پر کام کرنے جارہے تھے۔ دوسرے قیدیوں کے بارے میں جلال کو اعتماد میں لینا ناگزیر تھا۔

دورانِ سفر اول خان خاموش رہا۔ وہ اپنے خیالات کی رو میں ڈوبا ہوا تھا۔ شاید اس کے ذہن پر یہ خفت بھی سوار تھی کہ اس نے کسی ردّوکد کے بغیر میری تجویز سے اتفاق کیوں نہیں کرلیا۔ ابتدائی مخالفت کے بعد رضامندی بہرحال اس کے لیے قدرے سبکی کی بات تھی۔

اسٹیشن فور پر خالد کی حیثیت قیدی کی نہیں رہی تھی۔ اسے خطرات ٹلنے تک وہاں رہنے کی اجازت دی گئی تھی اس لیے اسے سیل سے نکال کر بیرک کے ایک ایسے کمرے میں منتقل کردیا گیا تھا۔ جہاں صاف ستھرے بستر کے ساتھ بہتر ماحول بھی میسر تھا۔ کمرے میں منتقل کرتے ہوئے یہ احتیاط کی گئی تھی کہ اسے اسٹیشن فور کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل نہ ہوسکیں۔ اس کے کمرے کا دروازہ باہر سے مقفل تھا۔ کھڑکیوں پر تختے جڑے ہوئے تھے۔ تازہ ہوا کی آمدورفت کے لیے اونچی دیواروں کی بلندی پر بنے ہوئے روشن دان کھلے ہوئے تھے۔

دروازے پر تالا کھلنے کی آوازیں سن کر وہ ہوشیار ہوچکا تھا۔ تالا کھول کر اول خان پہلے اندر داخل ہوا۔

"کیا ہوا؟ آئی مین کے بارے میں تم کیا خبر لائے ہو؟" خالد نے اس کی صورت دیکھتے ہی بے تابانہ انداز میں سوال کیا۔

"کوئی اچھی خبر نہیں ہے۔" اول خان نے کہا "وہ ابھی تک آزاد ہے۔" اول خان نے اختصار سے کام لیتے ہوئے

Downloaded from https://paksociety.com

کہا۔

"تم نے فالکن ہاؤس میں اس پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش تو ضرور کی ہوگی!" اس نے متجسس لہجے میں پوچھا۔

"اپنی کھال میں رہو۔ اس سے باہر آنے کی کوشش مت کرو۔" میں نے خفگی سے کہا "ہم نے کیا کیا ہے اور کیا نہیں کیا، تم کو اس سے کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے۔ تمہارا کام صرف اتنا ہے کہ تم سے جو کچھ پوچھا جائے اس کا صحیح جواب دو۔"

"تم لوگ بہت شریف النفس اور مہربان ہو۔" اس نے یکایک بھرائی ہوئی اور جذبات سے مغلوب آواز میں کہا "پچھلی بار تم نے کہا تھا کہ مجھے اسی ننگے قید خانے میں رہنا ہوگا۔ بس وہاں ایک گدا دے دیا جائے گا۔ میں نے بھی صبر کرلیا تھا مگر یہ تمہارا احسان ہے کہ تم نے مجھے اس آرام دہ کمرے میں منتقل کردیا۔ میں نے اب تک تم سے سچ بولا ہے۔ آئندہ بھی جھوٹ نہیں بولوں گا۔"

"تمہارے سوا آئی مین کے روابط اور کن لوگوں سے تھے؟" قدرے توقف کے بعد میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میرے لیے آئی مین اور کیلی ہی سب کچھ تھے۔ شی ان سے شروع ہو کر ان ہی پر ختم ہو جاتی تھی۔"

"اس سیاہ کار کا ڈرائیور کون تھا جس میں تم لوگ لی مارکیٹ گئے تھے؟"

"میں نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ وہ میرے لیے اجنبی تھا۔" اس نے بے بسی سے جواب دیا۔

"آئی مین نے اس کے ساتھ سفر کیا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ اس کا قریبی آدمی تھا۔" میں نے استفسار طلب لہجے میں کہا۔

"آئی مین خطرناک حد تک محتاط ہے۔ وہ بھروسے کا آدمی نہ ہوتا تو وہ اس کے ساتھ ہرگز سفر نہ کرتا۔"

شاید خالد سچ بول رہا تھا۔ آئی مین کے روابط صرف اسی تک محدود نہیں تھے۔ اس کے مقابلے میں راجا آئی مین سے زیادہ قریب تھا۔ اس نے آئی مین کو دیکھا نہیں تھا مگر لین دین کے معاملات کی وجہ سے وہ اس سے بہت زیادہ رابطے میں رہتا تھا۔ عین ممکن تھا کہ کالی گاڑی کا ڈرائیور اسی کے آدمیوں میں سے رہا ہو۔

آئی مین نے اپنے کام کے لیے راجا کو براہِ راست اپنے رابطے میں رکھا تھا لیکن اس بات کا قوی امکان تھا کہ اس نے کسی آڑے وقت کے لیے راجا سے دو چار قابلِ اعتماد آدمیوں کے نام اور فون نمبر وغیرہ لے رکھے ہوں تاکہ راجا کی عدم دستیابی کی صورت میں، کسی آڑے وقت پر ان میں سے کسی کو طلب کرسکے۔ وہ امکان ذہن میں آتے ہی مجھے خالد کی افادیت معدوم ہوتی نظر آنے لگی۔

میں نے اپنی جیب سے بن ڈیوڈ کی ایک رنگین تصویر نکالی اور اس کی طرف بڑھا دی "اسے پہچانتے ہو؟"

میری نگاہیں اس کے چہرے پر مرکوز تھیں۔ میں اس کے عضلات کی ایک ایک جنبش کا جائزہ لے رہا تھا۔ بن ڈیوڈ کی تصویر دیکھ کر اس کے چہرے میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ اس کی سپاٹ آنکھیں چند ثانیوں تک اس تصویر پر مرکوز رہیں پھر اس نے مایوسی سے اپنے سر کو منفی جنبش دیتے ہوئے کہا "یہ چہرہ میرے لیے نیا ہے۔ یہ تصویر تمہیں کہاں سے ملی؟"

"بکواس بند کرو۔" میں نے غصے سے اسے ڈانٹا اور وہ لرز کر رہ گیا۔ وہ ہر جواب دینے کے ساتھ کوئی نیا سوال کرنے کی بری عادت کا شکار تھا "میں نے تمہیں سوالات کرنے سے منع کیا ہے۔"

میں نے رکھائی سے وہ تصویر اس کے ہاتھ سے چھین کر اپنی جیب میں رکھ لی اور پھر اس سے اپنا فیصلہ کن سوال پوچھ لیا جو کافی دیر سے میرے ذہن میں کلبلا رہا تھا "تم شی میں آئی مین اور کیلی کے سوا کم از کم ایک اور آدمی کو جانتے ہو۔ مجھے اس کا نام اور پتا درکار ہے۔"

"میں قسم کھا سکتا ہوں کہ میں اور کسی کو نہیں جانتا!" اس نے بوکھلا کر دونوں ہاتھ جوڑ دیے اور گھگیائی ہوئی آواز میں بولا۔

"تم جھوٹے ہو یا پھر تمہارا حافظہ بہت کمزور ہے۔" میں نے اسے آزمانے کے لیے سختی سے کہا۔

"اگر میں کوئی بات بھول رہا ہوں تو تم یاد دلا دو۔ میں تم سے جھوٹ نہیں بولوں گا۔" اس نے التجا کی۔

"وہ کون ہے جس نے تمہاری اور آئی مین کی پہلی ملاقات کرائی تھی؟" میں نے قدرے توقف کے بعد سرد لہجے میں پوچھا۔

"اوہ...!" اس کے منہ سے ایک بے ساختہ آواز نکلی پھر اس نے کہا "وہ گوڈین ہے۔ مقامی عیسائی ہے اور مدتوں سے چوری چھپے دیسی شراب بنانے کا دھندا کرتا ہے۔"

"اور کبھی نہیں پکڑا گیا؟" اول خان بے ساختہ سوال کر بیٹھا۔

"وہ پولیس والوں سے مل کر کام کرتا ہے۔ کوئی کڑا وقت

Downloaded from https://paksociety.com

آتا ہے تو پولیس والے اسے ہوشیار کردیتے ہیں اور وہ کچھ دنوں کے لیے اپنا کام بند کردیتا ہے۔"

"ایسے آدمی کا باہر سے آئے ہوئے آئی مین سے کیا تعلق ہوسکتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اس سے میری دوستی ہے۔ وہ میرے حالات سے واقف تھا۔ اس نے ہمدردی کے ساتھ مجھے ایک اچھی پارٹی سے ملنے کا مشورہ دیا۔ ایک سال کی بے روزگاری کا عذاب جھیلنے کے بعد میں ہر کام کرنے کے لیے تیار تھا۔ یوں گوڈین نے دوسرے دن مجھے بی باون بھیج دیا جہاں سر سے پیر تک سیاہ لباس میں ملبوس آئی مین سے میری پہلی ملاقات ہوئی اور میں نے شی کے فیلڈ سروے کا کام شروع کردیا۔"

وہ کہانی قرین قیاس معلوم ہوتی تھی۔ گوڈین بنیادی طور پر منشیات فروش تھا اور اس کے ہیروئن فروشوں سے بھی قریبی روابط رہے ہوں گے۔ شاید آئی مین امریکا سے ہی اس کا نام اور پتا اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔ جوشی اور چوہڑا کی طرح اس نے آتے ہی گوڈین کو بھی اپنے اعتماد میں لیا ہوگا۔

وہ ایک نئی کڑی تھی جو سامنے آئی تھی۔ جس طرح گوڈین نے خالد کو آئی مین کی طرف بھیجا تھا اسی طرح وہ دوسرے لوگوں کو بھی آئی مین سے ملوا سکتا تھا۔ یہ قطعی ضروری نہیں کہ آئی مین سے ملنے والے ایک دوسرے سے واقف ہوتے لیکن گوڈین کا ایسے متعدد لوگوں سے واقف ہونا ناگزیر تھا۔

میں نے گوڈین کے بارے میں کرید کرید کر خالد سے متعدد سوالات کیے۔ ان کی روشنی میں، میں اس نتیجے پر پہنچا کہ گوڈین اپنی ذات میں مگن رہنے والا ایک عادی شرابی تھا۔ اس نے شادی نہیں کی تھی۔ اپنا وقت اپنی برادری کی اسمارٹ اور پرکشش لڑکیوں کے ساتھ گزارتا تھا۔

شراب نوشی میں بھانت بھانت کے تجربات کے نتیجے میں وہ شراب سازی کی طرف شوقیہ مائل ہوا تھا۔ بعد میں خطیر آمدنی کے امکانات نے اسے پیشہ ور شراب ساز بنا دیا "اس کام میں اسے اتنی بھاری آمدنی تھی کہ بھتے وغیرہ دینے کے بعد بھی وہ خوش حال تھا اور بیشتر وقت بالکل فارغ رہ کر اپنی دنیا میں مگن نظر آتا تھا۔

مجھے یقین تھا کہ اس بار میں نے خالد کے ذہن کے ہر گوشے کو اچھی طرح ٹٹول لیا تھا۔ اس سے نمٹ کر ہم اول خان کے دفتر میں لوٹے تو وہاں ایک حیرت ہماری منتظر تھی۔

ویرا نہایت اطمینان سے ایک کرسی میں نیم دراز، سگریٹ کے کش لے رہی تھی۔

"تت۔۔۔ تم یہاں کیسے آگئیں!" میں نے آنکھیں پھاڑ کر تحیر زدہ لہجے میں اس سے پوچھا۔

"تمہارا خیال تھا کہ تم مجھے اشتعال دلا کر مجھ سے اپنا پیچھا چھڑا لو گے اور شہر میں اپنا کام کرتے پھرو گے مگر میں اتنی آسانی سے تمہارا پیچھا چھوڑنے والی نہیں ہوں۔"

"باہر گاڑی نظر نہیں آرہی، کیا تم ٹیکسی سے آئی ہو؟" اول خان نے سوال کیا۔

"مجھے باگل کتے نے نہیں کاٹا کہ میں ٹیکسی سے یہاں آتی۔ ڈیٹی کو تم اپنے ساتھ لے آئے تھے۔ میں اس کی گاڑی لے آئی۔ اسے میں نے دانستہ اوٹ میں کھڑا کیا ہے کہ کہیں تم گاڑی دیکھ کر دور ہی سے رفوچکر نہ ہوجاؤ۔" اس نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"تم جلال کی باتیں سن کر برہم ہوگئی تھیں۔ تمہاری برہمی اتنی جلدی کیسے کافور ہوگئی؟" میں نے پوچھا۔

"ڈرائی جن کا ایک گلاس پینے کے بعد مجھے خیال آیا کہ میرا غصہ بے سود ہے۔ امیگریشن والوں کی رپورٹ صحیح اور غلط کا فیصلہ کرنے میں خاصی مدد دے گی۔"

"خاصی مدد!" میں نے حیرت سے دہرایا "میری دانست میں وہ رپورٹ فیصلہ کن ہوگی۔"

"اگر وہ چرایا ہوا پاسپورٹ ہے تو امیگریشن والے پورے وثوق سے اس کی تصدیق کریں گے۔ بن ڈیوڈ اسی پرواز سے کراچی پہنچا ہوگا جس سے کیلی اور آئی مین یہاں آئے تھے۔"

"تمہارے دماغ کا فتور ابھی تک دور نہیں ہوا۔" میں نے متاسفانہ لہجے میں کہا "بن ڈیوڈ کا یہاں آنا کافی نہیں ہے۔ وہ اس کی واپسی کا ریکارڈ بھی دیکھیں گے۔"

"مجھے توقع نہیں کہ تمہارے سرکاری اہلکار اتنے ذہین ثابت ہوں گے۔ وہ متبادل پاسپورٹ پر یہاں سے نکل گیا ہوگا۔"

"تم نے مرغے کی ایک ٹانگ کی رٹ لگا رکھی ہے۔" اول خان بولا "ایسا ہوا ہوگا تو اس کی آمد کے ریکارڈ کے سامنے یہ ریمارک ضرور لکھا گیا ہوگا کہ بن ڈیوڈ فلاں تاریخ کو ڈپلی کیٹ پاسپورٹ پر پاکستان سے واپس چلا گیا۔"

"چلو، میدان دور ہے نہ گھوڑا۔ شام تک پتا چل جائے گا کہ تم لوگ کتنے فرض شناس ہو۔ یہ بتاؤ کہ تم دونوں یکایک ادھر کیوں آگئے۔"

"کیلی کے بیان کے بعد خالد سے دوبارہ ملنا ضروری ہوگیا

Downloaded from https://paksociety.com

تھا۔" میں نے اپنے لیے سگریٹ سلگاتے ہوئے جواب دیا "ہم آئی مین کا سراغ کھو چکے ہیں۔ اس تک رسائی کے لیے ہمیں نئے سرے سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔"

"اس کے ذریعے گوڈین کا نیا نام سامنے آیا ہے۔" اس سے پہلے کہ ویرا 'کیلی' کے بارے میں کوئی زہر فشانی شروع کرتی' میں نے اسے بتا دیا۔

"گوڈین!" ویرا نے اپنے ذہن پر زور دیتے ہوئے وہ نام دہرایا پھر قدرے توقف کے بعد بولی "یہ وہی سدا بہار 'کنوارا کرنٹا تو نہیں ہے جو بہت عمدہ دیسی شراب بنانے کے لیے مشہور ہے۔"

ہم دونوں ویرا کا منہ دیکھتے رہ گئے۔ ہم مقامی ہوتے ہوئے گوڈین کے نام سے بے خبر تھے اور وہ غیر ملکی ہوتے ہوئے اس کا پورا نسب دہرا رہی تھی۔

"وہی ہے۔ اسی نے خالد کو آئی مین کے پاس بھیجا تھا۔" میں نے اقرار کیا۔

"ضرور بھیجا ہوگا۔ شی کے اچھے دنوں میں وہ میرے لیے بھی کام کرتا رہا ہے۔ آئی مین کو واشنگٹن والوں نے اس کا نام دیا ہوگا۔" ویرا نے سگریٹ کا دھواں اگلتے ہوئے بتایا "وہ شی کے بہت پرانے نمک خواروں میں سے ہے۔ اس پر اسی وقت ہلہ بول دو" وہ سولجر یا زار میں اپنے پر تعیش مکان میں ہی پایا جاتا ہے۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے اول خان سے مخاطب ہو کر کہا "میں نے خالد کی باتوں سے اندازہ لگایا ہے کہ گوڈین ایک عیش کوش اور امن پسند آدمی ہے۔ اپنے دو آدمیوں کو اس کی طرف بھیج دو۔ وہ خاموشی سے اسے اٹھا لائیں گے۔ وہ مزاحمت نہیں کرے گا۔"

"تم نے اس کے بارے میں بالکل صحیح اندازہ لگایا ہے۔" ویرا بے ساختہ بول پڑی "وہ قانون سے لڑنے کے بجائے مل کر چلنے کے اصول کا قائل ہے۔ شاید اپنی عافیت اور بے فکری کے لیے اپنی آمدنی کا بڑا حصہ بھتوں کی مد میں دے دیتا ہوگا۔"

اول خان کے لیے اتنے اشارے کافی تھے۔ اس نے ریسیور اٹھایا اور انٹر کام پر اپنے کسی آدمی کو ہدایات دینے میں مصروف ہو گیا۔

میں نے اپنی کرسی چھوڑ کر ویرا کے شانے پر ہاتھ مارا اور وہ اٹھ کر خاموشی سے میرے ساتھ ہولی۔

"تم بلاوجہ لمبے چکر میں پڑ رہے ہو۔ اس وقت آئی مین نے امریکی قونصل خانے میں پناہ لی ہوئی ہوگی۔ اگر ہمت ہے تو وہاں جاؤ اور اسے پکڑ لو۔" بیرک کے برآمدے میں ٹہلتے ہوئے ویرا نے مشورہ دیا۔ اس وقت برآمدے سے باہر' کھلے میدان میں چکا چوند کر دینے والی چمکیلی دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔

"حالات میں بھی جانتا ہوں۔ اس وقت شہر میں اس کے لیے ایک وہی جائے امان ہے اور اس عمارت کو سفارتی تحفظ حاصل ہے۔ ہم اس کی طرف انگلی بھی نہیں اٹھا سکتے۔"

"وہ اس عمارت میں مسلسل روپوش نہیں رہ سکتا۔ قونصل خانے کی نگرانی کا بندوبست کرو جوں ہی وہ باہر نکلے' اس کا پیچھا کرو اور اسے کہیں بھی گھیر کر پکڑ لو۔" ویرا نے نہایت پر خلوص انداز میں مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

"معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تمہاری عقل دھوپ چرنے گئی ہوئی ہے۔ مسئلہ یہی ہے کہ ہم میں سے کوئی اسے نہیں پہچانتا۔ بن ڈیوڈ کی تصویروں سے ایک آس بندھی تھی' اسے تم نے تذبذب میں ڈال دیا ہے۔ تصویر کی تصدیق ہونے تک ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھ سکتے۔"

"میں نے کسی کو تذبذب میں نہیں ڈالا۔ میرے ذہن میں جو بات آئی تھی' وہ میں نے کہہ ڈالی۔" وہ بولی "تم کیا سوچ رہے ہو۔ کیا گوڈین تمہارا یہ تذبذب دور کر سکے گا؟"

"یہ سب درمیانی کڑیاں ہیں۔ فی الحال مجھے اس ڈرائیور کی تلاش ہے جو آئی مین اور خالد کو کالی گاڑی میں لی مارکیٹ لے گیا تھا۔ ڈرائیور بہت قریبی اور اندر کا خدمت گار ہوتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ آئی مین کا صورت آشنا ضرور ہوگا۔"

"یہ محض ایک مفروضہ ہے۔ تم اس پر ضرورت سے زیادہ محنت کر رہے ہو۔ تم کو یہ وقت چوپڑا پر صرف کرنا چاہیے تھا۔"

برآمدے کے آخری سرے سے واپس لوٹتے ہوئے میں نے کہا "خالد کی کہانی آئی مین اور کیلی کے ناموں پر ختم ہو گئی تھی۔ یہاں تک دوڑ لگائی تو گوڈین کا نام سامنے آیا ہے۔ ہمیں ان سنپولیوں کے سر بھی کچلنے ہیں جو یہاں کا کھاتے ہیں اور یہیں سے غداری کرتے ہیں۔ گوڈین آئے گا تو وہ بھی کچھ نئے نام اگلے گا۔"

"وہ شاید تمہیں نہ پہچانتا ہو۔ مجھے دیکھ کر بھونچکا رہ جائے گا۔"

"کیا وہ تمہیں پہچانتا ہے؟" میں نے چونک کر حیرت سے پوچھا۔

"ابھی بتا تو چکی ہوں کہ ماضی میں وہ میرے لیے کام کرتا رہا تھا۔"

Downloaded From https://paksociety.com